ھُوَ العَلِیُّ الکَبِیرُ

شرح موجز القانون

سنہ ۱۹۵۱ء
۱۳۷۰ھ

طبع ہشتم | با تنقیح جدید

مؤلفہ
حکیم محمد کبیر الدین

ملنے کا پتہ ۔ دفتر المسیح، بازار نور الامراء، حیدرآباد دکن

اِفادۂ کبیر کی اِشاعتیں

۱	اشاعتِ اول	سنہ ۱۹۱۶ء
۲	اشاعتِ دوم	سنہ ۱۹۱۹ء
۳	اشاعتِ سوم	سنہ ۱۹۲۳ء
۴	اشاعتِ چہارم	سنہ ۱۹۲۷ء
۵	اشاعتِ پنجم	سنہ ۱۹۳۲ء
۶	اشاعتِ ششم	سنہ ۱۹۳۷ء
۷	اشاعتِ ہفتم	سنہ [illegible]
۸	اشاعتِ ہشتم	سنہ ۱۹۵۱ء

مطبوعہ

مطبع اسلامی ، بازار نور الامراء ، حیدرآباد دکن

فہرست عنوانات افادۂ کبیر (مجمل)

مادۂ کبر محل

اِفادۂ کبیر

طبعِ ہشتم

اِفادہ کبیر، جیسا کہ سب جانتے ہیں، مُوجز القانون کا ترجمہ اور اُس کی شرح ہے، جو عِلمِ طِب کے مبتدی کے لئے لکھی گئی ہے ٭

چنانچہ اکثر طبی مدارس و معاہد کی ابتدائی جماعتوں میں یہ داخلِ نصاب ہے؛ اور یوں بھی عام طور پر اس کو پسند کیا گیا، اور مبتدیانہ نگاہوں سے دیکھا گیا ہے، جس کا اثر یہ ہے کہ یہ کتاب اب تک سات بار چھپ چکی ہے، اور اب آٹھویں بار شائع ہو رہی ہے ٭

یہ معلوم ہے کہ مُوجز القانون کی حیثیت علمِ طب میں قاعدۂ بغدادی کی ہے، جس سے طبی تعلیم کی بِسمِ اللہ ہوتی ہے۔ یہ علامہ علاء الدین قرشی کی تالیف ہے، جو دیارِ مصر میں ایک نہایت بلند پایہ صاحبِ تصانیف گذرے ہیں، اور جو مجتہدینِ فن کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں ٭

علامہ قرشی کی یہ کتاب، یا رسالہ، اگر قانونِ شیخ کا خلاصہ ہے، تو انھوں نے قانون کی ایک ضخیم شرح بھی لکھی ہے، جو کافی شہرت رکھتی ہے۔

اِن کا سنہ وفات بعض لوگوں نے ۶۸۷ھ بتایا ہے، اور بعض لوگوں نے ۶۹۶ھ۔

مُجمَل و مُفصَّل

افادۂ کبیر طبع ہفتم جو ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا ہے، اس کے سرورق پر نام کے نیچے "مُفصَّل" لکھا گیا تھا ـــــ اس کا کیا مدّعا تھا؟

موجودہ افادہ کے سرورق پر جب لفظ مُجمَل نظر آئے گا، تو وہ معمّیٰ حل ہوجائیگا۔

مفصل اور مجمل میں کیا فرق ہے؟

مفصل میں مطالب اس تفصیل سے لکھے گئے ہیں کہ صرف اُمورِ طبیعیہ میں کتاب کی ضخامت تقریباً تین سو صفحات تک پہنچ گئی ہے۔ اگر اسی شان سے پوری کلیات کی تکمیل کی جائے، تو ڈیڑھ، دو ہزار صفحات سے پہلے یہ خاتمہ تک نہیں پہنچتی ـــــ جس کی موجودہ حالات میں، کوئی گنجائش نہیں ـــــ درآنحالیکہ مکمل کتاب کی مانگ شدّت سے جاری ہے۔

اس لئے بہتر یہ سمجھا گیا کہ تفصیل کو اجمال کی شکل میں لا کر، کلیات کے پورے مضامین کی مکمل کتاب اولین فرصت میں شائع کردی جائے، اور مُفصَّل کے بقیہ اجزاء کے لئے

دوسری فرصت کا انتظار کیا جائے۔

لیکن **مجمل** ہونے کے باوجود، جدید تنقیح میں شرح و تفسیر کے طور پر اس قدر مطالب بڑھ گئے ہیں کہ قدیم افادہ کے اصلی مضامین اگر (۱۵۰) صفحات پر ختم ہوئے تھے، تو موجودہ اشاعت میں یہ مضامین (۳۶۸) صفحات تک پھیل گئے۔

۱۹۴۷ء بڑا اہم اور تاریخی سال ہے ——— اسی سال ہماری غلامی کی زنجیر ٹوٹی، اور ملک آزاد ہوا ہے۔ اسی سال میں نے **افادۂ مفصل** کا کام بڑی امنگوں اور تمناؤں سے شروع کیا تھا، **مبحثِ ارواح** تک قلم پہونچا تھا کہ ۱۴۔ اگست کو دہلی کی فضاء سے مژدۂ روح پرور کی لہریں اطراف و اکنافِ عالم میں پھیل گئیں۔ لیکن اس مسرت میں پندرہ روز بھی شادیانے نہ بج سکے تھے کہ دہلی سے حیدرآباد اطلاع ملی کہ

"دفتر المسیح کا سارا سرمایہ برباد ہوگیا"

غور فرمائیے کہ اس خبر کے بعد افادۂ کبیر مفصل کے بقیہ اجزاء کی تکمیل کا کیا حشر ہونا چاہیے۔

اس تکلیف دِہ سانحہ کی یاد بلا ارادہ اس لئے آگئی کہ بہت سے احباب کتاب کی تکمیل کا بصد شوق انتظار کر رہے ہیں ——— اس تذکرہ میں اُن کے جواب کا ایک پہلو موجود ہے۔

مَتن وشَرح کا امتیاز

اس کتاب میں علامہ قرشیؔ کا مختصر کلام (کلام مُوجز) مَتن ہے، جسے امتیاز کے لئے چوکھٹوں کے اندر محدود کر دیا گیا ہے، اور کلام کے خاتمہ پر (قرشی) لکھدیا گیا ہے؛ اس متن کے ساتھ میں نے جو کچھ شَرح کے طور پر اضافہ کیا ہے، وہ عام طور پر چوکھٹوں سے باہر ہے، البتہ کہیں کہیں ضرورتِ شدید کے تقاضے سے چوکھٹوں کے اندر، قرشی کے کلام کے ساتھ، کچھ الفاظ، یا جملے بڑھا دیئے گئے ہیں، لیکن ایسے اضافات ہر جگہ قوسین ( ) کے اندر [illegible] ہیں۔

جذبۂ اِرتقاء

گو یہ کتاب مُجمل اور ابتدائی ہے، مگر قدیم طباعتوں کے لحاظ سے اس میں اہلِ نظر ایک اِرتقائی نشان پائیں گے۔

اس میں محض یہ جذبہ کار فرما ہے کہ شاید کبھی ہماری ملت کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اُٹھے، اور اپنی حکومتیں اپنے عُلوم وصناعات کی طرف متوجہ ہوں تو ایک مِعیاری نصاب کی تعمیر کے وقت یہ درسی کتاب بنیاد اور کُرسی کا کام دے سکے۔

حیدرآباد دکن
۱۔ جون ۱۹۵۱ء

محمد کبیر الدین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ

اِفادۂ کبیر مُجمل

قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ الْحِبْرُ الْکَامِلُ عَلَاءُ الدِّیْنِ بْنُ اَبِی الْحَزْمِ الْقَرْشِیُّ الْمُتَطَبِّبُ

شیخ، امام عالم، حبر[1] کامل، علاءُ الدین، بن حزم قرشی مُتطبِّب[2] فرماتے ہیں:

میں نے اِس کتاب (مُوْجَزُ القانون) کو چار فنون میں ترتیب دیا ہے:

فنِّ اوّل:

چنانچہ فن اول میں عِلمِ طِبّ کے ہر دو اجزاء جُزءِ عِلمی اور جُزءِ عَمَلی کے اصول و قواعد کا عام بیان (کلی بیان: کلیات) لکھا جائے گا۔

(مصنف: علامہ علاء الدین قرشی)۔

علمِ طِب کی تعریف: عِلمِ طب وہ علم ہے، جس سے بدنِ انسان کے حالات

[1] حِبرؔ: عالم و فاضل۔ [2] مُتَطَبِّب: بڑا طبیب۔

صحت اور حالات مرض معلوم ہوتے ہیں اور جس کی غرض و غایت یہ ہے، کہ اگر صحت ہے، تو اس کی نگہداشت کی جائے اور مرض پیدا نہ ہونے دیا جائے؛ اور اگر مرض ہے تو حتی الامکان اس کے ازالہ کی کوشش کی جائے ؛

علم طب کی تقسیم

عِلمِ طِب کے دو حصّے ہیں

اوّل حِصّۂ عِلمی (جُزءِ نَظَرِی) جس میں محض اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں، جن کو عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ ان سے محض جسد انسان کا علم اور اس کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے، مثلاً انسان کا بدن انہی جزوں سے مرکب ہے، یا مثلاً بدن کے اندر اتنی قوتیں پائی جاتی ہیں ؛

دوم جُزءِ عَمَلِی جس میں عمل سے متعلق مسائل ہوتے ہیں یعنی جس میں عمل کے طریقے بتائے جاتے ہیں، مثلاً ورم میں کیا کرنا چاہیئے، بخار ہو تو علاج کیا ہونا چاہیئے وغیرہ ؛

قَواعدِ کُلِیَہ (کُلِّیَات)

اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جزءِ علمی اور جزءِ عملی دونوں کے مسائل دو قسم کے ہوتے ہیں :-

(۱) ایسے خاص مسائل جن کا تعلق کسی خاص حالت یا کسی خاص مرض سے ہو، مثلاً ہیضہ میں ایسا کرنا چاہیئے، طاعون کا علاج یہ ہے۔ ایسے مسائل قَوَاعِدِ جُزئِیہ کہلاتے ہیں ؛

(۲) ایسے عام مسائل جن کا تعلق کسی ایک حالت اور کسی خاص مرض سے نہ ہو، مثلاً یہ کہ تمام امراض کا علاج بِالضِد اور برعکس ہونا

ہے یعنی گرمی میں سردی پہونچائی جاتی ہے، اور سردی میں گرمی ایسے مسائل قَوَاعِدِ کُلِّیہ (بڑے قواعد عام اصول) اور کُلِّیات کہلاتے ہیں +

چنانچہ فن اول میں بھی دوسرے قسم کے مسائل (کلیات) ہوں گے +

فن دوم میں مفرد اور مرکب دواؤں اور غذاؤں کا بیان ہوگا + (قرشی) +

مفرد دوائیں (اَدْوِیَۂ مُفْرَدَہ) وہ کہلاتی ہیں، جو دوسری دواؤں سے ملائی نہ گئی ہوں، بلکہ اپنی قدرتی حالت پر ہوں، مثلاً خطمی، گاؤزباں وغیرہ +

اور مرکب دوائیں (اَدْوِیَہ مُرَکَّبَہ) وہ ہیں، جو چند دواؤں کی ترکیب سے تیار کی گئی ہوں، مثلاً شربت بنفشہ، جوارش جالینوس وغیرہ +

فن سوم میں اُن امراض کا ذکر ہوگا، جو خاص خاص اعضاء میں مخصوص طور پر پیدا ہوتے ہیں، جن کو اَمْرَاضِ خاصَّہ کہتے ہیں، نیز اُن کے اسباب، علامات اور معالجات کا بیان ہوگا +

فن چہارم میں اُن امراض کا ذکر ہوگا، جو مخصوص طور پر کسی خاص عضو میں نہیں پیدا ہوتے ہیں (ان کو اَمْرَاضِ عَامَّہ کہتے ہیں) نیز اُن کے اسباب، علامات اور معالجات کا بیان ہوگا +

(علامہ قرشی) +

امراضِ خاصّہ اُن امراض کو کہتے ہیں، جو خاص خاص اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں، مثلاً "بہراپن" کان میں، "نابینائی" آنکھ میں، "خفقان" یعنی اختلاج قلب ہیں، **وَعَلٰی ھٰذا** دوسرے اعضاء کے خاص امراض ٭

امراضِ عامّہ اُن امراض کو کہتے ہیں، جو کسی خاص عضو کے ساتھ مختص نہیں ہوتے، بلکہ جب پیدا ہوتے ہیں، تو سارا بدن اُن میں شریک ہوتا ہے، مثلاً بخار ـــــ یا یہ کہ جب پیدا ہوتے ہیں، تو ہوتے تو کسی خاص عضو ہی میں، مگر یہ عضو اس مرض کے لئے مخصوص نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے اعضاء میں بھی پیدا ہو سکتا ہے، جیسے ورم، پھوڑے، پھنسی وغیرہ ٭

اِنتباہ خاص:
میں نے اِس کتاب میں (بہ سلسلۂ علاج) پابندی کے ساتھ مشہور باتوں کا لحاظ رکھا ہے یعنی مشہور دوائیں، مشہور غذائیں، اور استفراغ کے مشہور اصول و قوانین وغیرہ میں نے پابندی کے ساتھ لکھے ہیں ٭ (قرشی) ٭

اِسْتِفْرَاغ: بدن سے مواد خارج کرنے کا نام استفراغ ہے، خواہ دستوں کی راہ سے خارج ہو، یا قے، پیشاب، پسینہ، بخارات، تھوک، نزلہ خون وغیرہ کی صورت میں ہو، استفراغ کے مقابلہ میں **اِحتباس** ہے ٭

"مشہور باتیں": اس سے مراد وہ باتیں ہیں، جو طبقۂ اطباء میں مشہور ہیں، جس کو دوسری اصطلاح میں **مُجَرَّب** (آزمودہ) کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن چیزوں کا تجربہ و مشاہدہ زیادہ کیا جاتا ہے، اُن ہی چیزوں پر اعتماد زیادہ ہوا کرتا ہے، اصول و قوانین

طبیہ کا تمام تر دارومدار مشاہدہ و تجربہ ہی پر ہے ۔

دعا و التماس

خدا سے میرا سوال ہے کہ وہ مجھے اس کارِ خیر (تالیف کتاب) کی توفیق دے اور خطا و غلطی سے بچائے، اور دوستوں سے التماس ہے کہ میری لغزشیں معاف فرمائیں، اور رخنے پُر کر دیں ۔

(فرشی)

فنِّ اوّل

فن اول کی تقسیم دو جملوں میں کی گئی ہے۔

جُملۂ اوّل

جملۂ اوّل[1] میں علم طب کے جزءِ علمی (جس کو جُزءِ نظری بھی کہتے ہیں) کے اصول و قواعد (کُلیّات) بتلائے جائیں گے، اور اس جملہ کو چار اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے:

جُزءِ اوّل

جزءِ اول میں "اُمُورِ طبیعیہ" کا عام بیان (کلی بیان) ہوگا۔ (قرشی)

اُمورِ طبیعیہ کی تعریف: مندرجۂ ذیل سات امور، اُمورِ طبیعیہ کے نام سے نامزد ہوتے رہیں: ارکانؔ، مزاجؔ، اخلاطؔ، اَعضاءؔ، اَرواحؔ، قویٰؔ اور اَفعالؔ۔

امورِ طبیعیہ کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے: "امورِ طبیعیہ" وہ چند چیزیں ہیں، جن سے انسان کا بدن تیار ہوا ہے، اور انسان کا وجود انہیں چیزوں پر موقوف ہے ——— ان میں سے اگر ایک جزء بھی معدوم ہو جائے، تو انسان کا بدن بھی معدوم ہو جائے گا۔

یہ چیزیں دراصل اجزاءِ بدن ہیں، اور ان ہی چیزوں کے مجموعہ کا نام انسان ہے۔ علمِ منافع الاعضاء میں ان ہی امور کا تذکرہ

---

[1] اور جملہ دوم میں جزءِ عملی (حفظ صحت و معالجات امراض) کا کلی تذکرہ ہے۔

ہوا کرتا ہے ۔

امور طبیعیہ اور طبیعت

امور طبیعیہ طبیعتؒ کی طرف منسوب ہیں ــــــ طبعت کو **قُوّۃ مُدَبِّرَہ** کہا جاتا ہے، فی الحقیقت یہی دو لفظ طبیعت کی جامع تعریف کہے جا سکتے ہیں، کیونکہ طبیعت ہی بدن انسان کی مُدَبّر ہے، یعنی بدن کے اندر تدبیر و اصلاح کے سارے کام طبیعت ہی کے سپرد ہیں، اور امراض کا مقابلہ یہی کرتی ہے، اور مقابلہ کے دوران میں ایسے عجیب و غریب اور حیرت انگیز اعمال انجام دیتی ہے کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے ۔

ہماری طب کو بہ خصوصی امتیازات حاصل ہیں، ان میں سب سے اَہم انسانی طبیعت کے وجود کا اقرار ہے ۔ چنانچہ جب طبیعت کمزور ہو جاتی ہے، تو کوئی تدبیر، کوئی علاج، اور کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی، جیساکہ امراض مزمنہ میں آخر وقت اور بڑھاپے میں غایت پیری کے وقت دیکھا جاتا ہے ۔

ہماری طب کا مشہور مقولہ ہے :

"مُعالج حقیقت میں طَبیعَتؒ ہے"

طبیب معالج نہیں ہے، طبیب بیچارہ تو محض خادم کی حیثیت رکھتا ہے، جو اصلی معالج کی امداد و اعانت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ طبیب کا دوسرا نام طَبَائِعی ــــــ جو طبیعت ہی سے ماخوذ و مشتق ہے ــــــ اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ طبیب محض طبیعت کی نگرانی کی خدمت انجام دیتا ہے ۔

طب کے دونوں اجزاء علم ہیں

اس فہرست کتاب کے بیان کرنے کے بعد میں کہتا ہوں کہ "علم طب" دو حصوں میں منقسم ہے، (حصۂ اوّل) کو **جزءِ نظری یا جزءِ علمی** اور حصہ دوم کو **جزءِ عملی** کہتے ہیں، اور طب کے یہ دونوں حصے فی الحقیقت علم ہی ہیں، (اگرچہ حصۂ دوم کا نام "عملی" ہے) * (قرشی) *

کیونکہ جس حصہ کا نام "عملی" ہے، وہ بھی دراصل علم ہی ہے، جو عمل سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے علم طب کو علم اور عمل سے مرکب سمجھنا غلطی ہے، جیسا کہ بعض مصنفیں نے کیا ہے، لیکن جن مصنفیں نے ایسا کیا ہے، اُس کا راز یہ ہے کہ وہ علم طب میں **عمل** کی اہمیّت بتانا چاہتے ہیں، جو ایک امر حق ہے، اور جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا *

جزءِ نظری (یا جزءِ علمی) کے پھر چار اجزاء ہیں:
اول۔ امور طبیعیہ کا علم؛
دوم: بدن انسان کے حالات کا علم؛
سوم: اسباب کا علم؛
چہارم: علامات کا علم * (قرشی) *

اُمُورِ طَبِیعِیَّہ

امورطبیعیہ کی تعداد سات ہے ۔ (قرشی)

ذیل میں ایک ایک کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے ۔

(۱) اَرکان

امور طبیعیہ میں سے پہلی چیز ارکان ہے ۔ (قرشی)

اَرکان : وہ بسیط (سادہ) اجسام ہیں، جن سے ترکیب پاکر حیوانات، نباتات اور جمادات، دنیا کی ساری چیزیں بنتی ہیں۔ اور پھر یہ مرکب کہلاتی ہیں ۔

بَسِیط (سادہ) ہونے کے معنیٰ یہ ہیں، کہ اس کے اندر جدا گانہ خواص کے اجزا، نہیں پائے جاتے، خواہ کسی طرح اس کا تجزیہ کیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں **مُرَکَّب** ہے، جو مختلف خواص کے چند اجزاء سے مل کر بنتا ہے

اَرکان کو عَناصِر اور اَسطَقِسّات بھی کہتے ہیں ۔

عناصر میں اختلاف

عناصر کے بنیادی مسئلہ میں علماء عنصریات کی رائیں ہر دورِ علم میں بدلتی رہی ہیں۔ عِلم کے اِس جدید دور میں بھی عناصر اور ان کی تعداد کو ثبات نہیں۔ آج جس چیز کو بسیط تسلیم کرکے تعداد محدود کی جانی

ہے، کُل وہ مرکب ثابت ہوتی ہے، اور اس میں سے مزید عنصر نکل کر تعداد بڑھا دیتا ہے۔

ایک عنصر: عہدِ قدیم میں خیال تھا کہ عنصر محض ایک ہے، لیکن عنصر وحید بُخار (ہوا جیسی لطیف چیز) کو (۱) ایک گروہ قرار دیتا تھا، اور (۲) دوسرا اَرض (مٹی) کو۔ بقیہ گروہ بہ سبیل ترتیب (۳) نار (آگ) (۴) ماء (پانی) اور (۵) ھَوَاء کو مانتے تھے۔

الغرض پانچوں گروہ ایک ہی عنصر کے قائل تھے، اور دنیا کی ساری چیزوں کو مفروضہ عنصر کے تغیّر و استحالہ کا نتیجہ، یا اس کی بدلی ہوئی صورت تسلیم کرتے تھے۔

دو عناصر: (۶) چھٹا گروہ قائل تھا کہ آگ اور مٹی اصلی عناصر ہیں۔
(۷) ساتویں گروہ کا عقیدہ تھا کہ مٹی اور پانی بنیادی عناصر ہیں۔
(۸) آٹھواں گروہ تسلیم کرتا تھا کہ ہوا اور مٹی اصلی عناصر ہیں۔
یہ تینوں گروہ دو عناصر کے قائل تھے۔

تین عناصر: (۹) نواں گروہ قائل تھا کہ عناصر تین ہیں: آگ، ہوا اور خاک۔ پانی اِن کے نزدیک ہوا کی بدلی ہوئی صورت ہے۔
(۱۰) دسواں گروہ اگرچہ تین ہی عناصر کا قائل تھا، مگر ان کے نزدیک وہ تین ہوا، پانی، اور خاک ہیں۔ آگ اُن کے نزدیک ہوا ہے، جس میں شدید حرارت لاحق ہو گئی ہے۔
(۱۱) گیارہویں گروہ کا عقیدہ تھا کہ ساری کائنات تین خاص قسم کے اجزا، دُھن (روغن)، مِلح (نمک)، اور کبریت (گندھک) سے مرکب ہے۔
یہ اہل اکسیر (علماء کیمیا) کا مذہب ہے۔

چار عناصر: (۱۲) بارھواں گروہ وہی ہے، جس کا ذکر علامہ علاء الدین قرشی، مصنفِ کتاب، نے کیا ہے، اور جس کو دنیائے علم میں حیرت انگیز شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ:

عناصر کی تعداد چار ہے: **اوّل** آگ، جو گرم و خشک ہے، **دوم** ہوا، جو گرم و تر ہے، **سوم** پانی، جو سرد و تر ہے، **چہارم** خاک (مٹی) جو سرد و خشک ہے۔ (قرشی)

یہ مذہب یونان کے مشہور فلاسفہ **مشّائین** کا تھا، اس کتاب (**ھُوَجزءُ الفانونؔ**) کی بنیاد اسی فلسفہ پر قائم کی گئی ہے۔

پانچ عناصر: (۱۳) تیرھواں گروہ ان مذکورہ چار عناصر کے علاوہ ایک پانچویں عنصر **اَیتھر** کا قائل تھا، جس کو سنسکرت میں **آکاش** کہتے ہیں۔

عناصرِ کثیرہ: (۱۴) چودھواں گروہ **اَصحابِ خَلیط** کہلاتا ہے، جن کے نزدیک عناصر کی تعداد بہت زیادہ ہے، لیکن اس گروہ نے کسی خاص تعداد پر اِن کی حد ختم نہیں کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عناصر خالص صورت میں تقریباً پائے ہی نہیں جاتے، بلکہ کائنات کی ساری چیزیں ملی جُلی یعنی مرکب ہی ہوا کرتی ہیں۔ (**خَلیط**: مرکب، ملا جُلا)۔

اس گروہ کے نزدیک موجودہ آگ، پانی، ہوا، اور خاک میں سے کوئی شئے عنصر بسیط نہیں، سب کی سب ممزوج، مخلوط، یعنی مختلف عناصر کی ملی جُلی چیزیں ہیں۔

انتباہ: عناصر کے بارے میں اِن دنوں جو خیال مشہور ہے، غور سے دیکھا جائے، تو وہ اصحابِ خلیط کے مذہب کی شرح و تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

(۳) مِزاج

> **اُمورِ طَبعِیّہ میں سے دوسری جزء "مِزاج" ہے۔**
> (قرشی)

مزاج و امتزاج حکماء قائل ہیں کہ دو چیزوں کے یگانہ خواص کی وجہ یہ ہوا کرتی ہے کہ دونوں کے مزاج باہم مشابہ ہوتے ہیں، یعنی دونوں کے اندر عناصر ایک ہی تناسب اور مقدار سے پائے جاتے ہیں۔

اُلفت و نفرت حکماء قدیم اس کے بھی قائل ہیں کہ بعض عناصر میں بعض دوسرے عناصر سے "ملنے" کی خاص کشش پائی جاتی ہے، جس کو **اُلفت (اُلفتِ کیمیاویّہ)** کہا جاتا ہے۔

اور بعض عناصر میں کیفیت اس کے برعکس ہوتی ہے، اس لئے وہ کسی طرح باہم ترکیب نہیں پاتے۔ اس کو **بِغضت (نفرتِ کیمیاویّہ)** کہا جاتا ہے۔

عناصر میں باہم ملنے کی کشش کم و بیش ہوا کرتی ہے، سب میں یکساں نہیں ہوتی۔ باہمی **اُلفت** رکھنے والے عناصر ہی کے باہمی امتزاج سے ہمیشہ "**مِزاج**" حاصل ہوا کرتا ہے۔

اِمتزاجِ سادہ و حقیقی پھر امتزاج (باہم ملنے) کی دو صورتیں ہیں: اگر دو یا زیادہ عناصر باہم سادہ طور پر مل جائیں، اور ان کے سابقہ خواص بدستور قائم رہیں، تو ان کو **اِمتزاجِ ساذج** (سادہ آمیزش) کہتے ہیں، مثلاً شربت میں پانی اور شکر کا مل جانا۔

پس اگرچہ عناصر ترتیب جسم میں باہم مل گئے ہیں کہ ان کے سادہ خواص و کیفیات بدل کر بالکل نئے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو اسے **اِمتِزاجِ حقیقی** (کیمیکل ایمرجن) کہتے ہیں۔

غذاؤں سے خون کا بننا اور اس کے مختلف اجزاء سے مختلف اعضاء کا بننا حقیقی امتزاج کی صورتیں ہیں۔

مزاج کی تعریف **مِزاج** اس نئی کیفیت کا نام ہے، جو عناصر کے ملنے کے بعد مرکب میں حاصل ہوتی ہے۔

تَقسیمِ مِزاج:

مزاج کی قسمیں نو ہیں ایک **مُعتَدِل** اور آٹھ **غیرمُعتَدِل**۔ (قرشی)

مُعتدل اور غیرمُعتدل کسی مرکب میں جو عناصر داخل ہیں، ان کا تناسب اگر اس مرکب کے مطلوبہ افعال و خصوصیات کے عین مطابق ہے، تو ایسے مزاج کو علم طب میں **مزاج معتدل** کہتے ہیں، اور طب میں اسی سے بحث کی جاتی ہے، اسی وجہ سے اس کا نام **مُعتَدِل طِبّی** ہے۔

اس لحاظ سے سارے حیوانات نباتات اور جمادات معتدل ہیں، بشرطیکہ وہ طبعی حالت پر ہوں، اگرچہ ان سارے مرکبات میں عنصر کی مقداریں مختلف نسبتوں سے داخل ہیں: کسی میں ایک عنصر غالب ہے، تو دوسرے میں دوسرا عنصر۔

اسی طرح ہڈی، کری، گوشت اور چربی وغیرہ تمام اعضاء اپنی اپنی جگہ معتدل ہیں، بشرطیکہ یہ اپنے طبعی مزاج یعنی طبعی تناسب عناصر پر قائم ہوں۔

اور جب کسی مرکب کی ترکیب میں کوئی خرابی آجاتی ہے، یعنی عناصر کا

طبعی اور موزوں مناسب معدوم ہوجاتا ہے، تو اُسے غیر مُعتَدِل کہا جاتا ہے، جس کے بعد اِس مرکب کے مطلوبہ افعال میں خلل لاحق ہوجاتا ہے، اور اگر وہ مرکب انسان، حیوان، یا نبات ہے، تو وہ مریض بن جاتا ہے۔ اسی مدعا کی طرف مصنف نے ذیل میں اشارہ کیا ہے۔

معتدل:

علم طب میں مُعتَدِل کی اصطلاح تَعَادُل سے مشتق نہیں ہے، جس کے معنے ساری قوتوں کے برابر ہونے کے ہیں، کیونکہ ایسے معتدل کا بیرونی دُنیا میں کوئی وجود نہیں ہے؛ بلکہ یہ اصطلاح عَدَل فِی القِسمَۃ سے ماخوذ ہے، (جس کے معنے "قدرتی تقسیم میں عدل وانصاف کرنے" کے ہیں)۔ (علامہ قرشی)

جونکہ معتدل طبعی میں مدرب کی طرف سے مقدار اور کیفیت کے لحاظ سے عناصر بقدرِ ضرورت عطا ہوتے ہیں، یعنی اس کی قدرتی تقسیم میں عدل و انصاف پایا جاتا ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ لفظ معتدل "عَدل فی القِسمَۃ" سے نکلا ہے — تعَادُل سے نہیں نکلا ہے، جس کے معنے یہ ہیں کہ تمام ارکان کی قوتیں (تاثیرات) اور ان کی مقداریں برابر برابر ہوں، کیونکہ ایسا کوئی مزاج خارجاً پایا ہی نہیں جاتا۔

غیر معتدل:

مزاج غیر معتدل کی دو[۲] قسمیں ہیں: مفرد اور مرکب۔
غیر معتدل مُفرَد کی چار[۴] قسمیں ہیں:
(۱) حار (گرم) (جس میں گرمی ضرورت سے زیادہ ہو)۔
(۲) بارد (سرد) (جس میں سردی ضرورت سے زیادہ ہو)۔

(۳) یابس (خشک) (جس میں خشکی ضرورت سے زیادہ ہو)
(۴) رطب (تر) (جس میں تری ضرورت سے زیادہ ہو)

عیرمعتدل مُرکّب کی چار قسمیں یہ ہیں:

(۱) حار یابس (گرم خشک) (جس میں گرمی اور خشکی کی زیادتی ہو)
(۲) حار رطب (گرم تر) (جس میں گرمی اور تری کی زیادتی ہو)
(۳) بارد یابس (سرد خشک) (جس میں سردی اور خشکی کی زیادتی ہو)
(۴) بارد رطب (سرد تر) (جس میں سردی اور تری کی زیادتی ہو)

(قرشی)

مِزاج مُفرَد یا غیرِ مُعتَدِل مُفرَد اُسے کہتے ہیں، جس میں ایک ہی کیفیت ضرورت سے زیادہ ہو، مثلاً محض گرمی یا محض سردی کی زیادتی۔

اور **مزاج مرکب یا غیر معتدل مُرکب** اُسے کہتے ہیں، جس میں دو کیفیتیں ایک ساتھ ضرورت سے زیادہ ہو جائیں، مثلاً گرمی و خشکی دونوں کی زیادتی ہو جائے۔

سُوءِ مِزاج سوء مزاج ایک مشہور طبّی اصطلاح ہے، جس کے معنی ہیں: مزاج کا بگاڑ ——— اس سے بھی مزاج غیر معتدل مراد ہے۔ اسی وجہ سے سوء مزاج کی بھی آٹھ ہی قسمیں ہیں؛ چار مفرد اور چار مرکّب۔

اِنسانی مِزاج:

تمام مزاجوں میں زیادہ معتدل انسان کا مزاج ہے۔ (قرشی)

یہ مسئلہ طب کے مباحث اور اُس کے اعمال سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا، کیونکہ علمِ طب کے لحاظ سے ہر حیوان، ہر نبات، اور ہر مرکب جماد، جب کہ یہ طبعی حالت پر ہوں، معتدل ہے؛ یعنی ایک تندرست انسان کی طرح ایک تنومند گدھا بھی معتدل ہے۔

اس مسئلہ کا تعلق در اصل یونانیوں کے قدیم فلسفہ سے ہے، کہ مرکب میں تمام کمالات و محاسن مزاج کی شرافت کے تابع ہوا کرتے ہیں، جب تک مزاج اشرف و اعلیٰ نہ ہو، اس کے کمالات بلند و بالا نہیں ہو سکتے؛ اور اشرف مزاج وہی ہو سکتا ہے، جو بالکل معتدل ہو (جس میں عناصر کی مقداریں مساوی ہوں) یعنی معتدل حقیقی ہو، مگر چونکہ معتدل حقیقی کا وجود محال ہے، اس لئے اس کے بعد سب سے اشرف مزاج وہی ہوگا، جو اس سے قریب تر ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا کوئی ذی حیات جسم افراطِ حرارت یا افراطِ برودت کو برداشت کر سکتی ہے؟

مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہے کہ افراطِ حرارت یا افراطِ برودت، دونوں دشمنِ حیات و زندگانی ہیں۔ کھولتے ہوئے یا جمے ہوئے پانی میں نہ کوئی پودا زندہ رہتا ہے، اور نہ کوئی کیڑا مکوڑا۔ پالے سے جس طرح جانور مرجاتے ہیں، اسی طرح کھیتیاں بھی تباہ ہو جاتی ہیں۔

اس سے ثابت ہوگا کہ زندگی کی بقا نہ افراطِ حرارت، اور نہ برودت کی، بلکہ ان دونوں کے درمیانی کیفیت ہی، جس کو **مزاج مُعتَدِل، یا مُتَوَسِّط** کہنا چاہئے، جاندار چیزوں کے لئے موزوں ہے۔ اس لحاظ سے یہی مزاج اشرف ہے۔

اب یہ قرین قیاس ہے کہ ذی حیات مرکب جس قدر اَشرف و اَعلیٰ ہوگا، اُس کے مزاج میں اُسی قدر اعتدال زیادہ ہونا چاہئے۔

معتدل ترین ممالک

اس بارے میں حکماء قدیم کے دو گروہ ہیں:

(۱) ایک گروہ کا قول ہے، جس میں **بوعلی سینا** شریک ہیں کہ

> انسان کے مختلف اصناف میں خطِ استواء کے باشندے زیادہ معتدل ہیں، اس کے بعد چوتھی اقلیم کے باشندے۔ (قرشی)

(ب) دوسرا گروہ کہتا ہے، جس میں اماھر اسنی داخل ہیں، کہ "چوتھی اقلیم کے باشندے سب سے زیادہ معتدل ہیں، اور خطِ استواء کے باشندے بہت زیادہ گرم ہیں"۔

یعنی معتدل سرزمین چوتھی اقلیم ہے، اور خطِ استواء بہ افراطِ حار ٭

خطِ استواء

خطِ استواء وہ فرضی خط یا دائرہ ہے، جو زمین کے گولے (کرۂ زمین) پر پورب سے پچھم تک جاتا ہے اور پھر گھوم کر پچھلے سرے سے مل جاتا ہے۔ اس دائرہ کی وجہ سے کرۂ زمین دو برابر کے حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے یہ دونوں حصّے نصف شمالی اور نصف جنوبی ہوں گے ٭

اس کو خطِ استواء اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں دن رات تقریباً مساوی (برابر) ہوا کرتے ہیں ٭ (اِسْتِوَاء: برابر ہونا) ٭

کرۂ زمین کے اسی خط (خطِ استواء) کی سیدھ میں، یعنی اس کے محاذی ایک خط اگر آسمان پر فرض کیا جائے، تو اُسے مُعَدِّلُ النَّہار (دن کا برابر کرنے والا) کہتے ہیں، کیونکہ جب سورج اس خط پر پہنچ جاتا ہے، تو دن رات بالکل برابر ہو جاتے ہیں ٭

رُبعِ مَسکون اور سات اقلیم

قدیم علمائے جغرافیا کا یہ خیال تھا کہ کرۂ زمین کی محض ایک چوتھائی آباد ہے، اس لئے اس کو رُبعِ مَسکُون کہتے ہیں ٭

(رُبع: چوتھائی۔ مَسکُون: آباد) ٭

کرۂ زمین کی اس چوتھائی کو خطِ استواء سے شمال کی طرف قُطبِ شمالی تک سات ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، پہلی اقلیم خطِ استواء کے قریب ہے، اور ساتویں اقلیم قطبِ شمالی کے قریب ٭

نقشۂ اقالیم سبعہ (ہفت اقلیم)
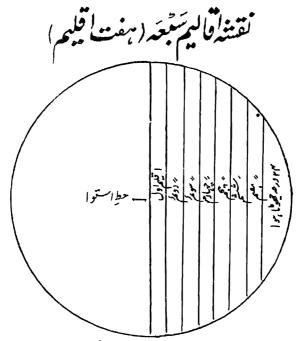
مزاجِ اقالیم ساتوں اقالیم میں سے آخر کی اقلیمیں، جو قطب شمالی سے قریب ہیں، سرد ہیں، جہاں آفتاب کی شعاعیں ترچھی پڑا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے یورپ کی سرزمین میں برودت کافی ہوا کرتی ہے، اور روس کا وہ علاقہ جو قطب شمالی سے قریب ہے، بہت ہی ٹھنڈا ہے، مثلاً سائبیریا ؞

اسی طرح ابتدائی اقالیم، جو جنوب کی طرف خطِ استوا سے قریب واقع ہیں، وہاں سورج کی کرنیں کم و بیش سیدھی پڑا کرتی ہیں" (سمت الراس پر پڑا کرتی ہیں)" اس لئے وہاں گرمی کی شدت ہوتی ہے ؞

جب یہ معلوم ہوگیا کہ شمال کی اقلیمیں ٹھنڈی ہیں، اور جنوب کی گرم، تو درمیان کی اقلیم (چوتھی اقلیم) کو لامحالہ معتدل ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ چوتھی اقلیم سب سے زیادہ آباد ہے ؞

مختلف عمروں کے مزاج:

عمروں کے لحاظ سے جوان زیادہ معتدل ہوتے ہیں اور بچے حرارت میں اگرچہ جوانوں کے برابر ہوتے ہیں، مگر بچوں میں رطوبت زیادہ ہوتی ہے، اسی وجہ سے بچوں کی حرارت نرم اور ہلکی اور جوانوں کی حرارت تیز ہوتی ہے۔

ادھیڑ اور بوڑھے سرد و خشک ہوتے ہیں، مگر بوڑھوں میں ایک عارضی اور اوپر سے تر کرنے والی رطوبت (رُطُوبَۃ غَرِیْبَۃ بَالَّۃ) زیادہ ہوتی ہے۔ (علامہ قرشیؒ)

عمر کے درجات

اَسْنَان، یعنی عمروں کو چار درجات میں تقسیم کیا جاتا ہے، جیسا کہ عوام میں بھی مشہور ہے۔

(۱) سِنِ نمو، (۲) سِنِ وقوف، (۳) سِنِ کہولت، (۴) سِنِ شیخوخت۔

یہی اَسْنَانِ اَرْبَعَہ ہیں (اَسْنَان: عمریں۔ اَرْبَعَہ: چار)۔

(۱) سِنّ نُمُوّ (نشوونما کا زمانہ)۔ اس عمر میں اعضاء بڑھتے رہتے ہیں، یہ تقریباً ۳۰ سال تک کا زمانہ ہے۔ مصنف کے قول میں "بچے" سے یہ پورا زمانہ مراد ہے، جو جوانی سے پہلے واقع ہے، نہ کہ بچپن کا ابتدائی زمانہ، جب کہ بچہ گود میں رہتا ہے۔

(۲) سِنّ وُقُوف۔ اس میں نہ اعضاء بڑھتے ہیں، اور نہ گھٹتے ہیں۔ اس کو سِنّ شَبَاب (جوانی کی عُمر) کہتے ہیں۔ یہ سِن نمو کے بعد تقریباً ۳۵ یا ۴۰ سال تک کا زمانہ ہے۔ (وُقُوف: ٹھہراؤ۔ شَبَاب: جوانی)۔

(۳) سِنّ کُھُولَت (ادھیڑ عمر)۔ اس عمر میں نقصان اور قویٰ کا انحطاط ہونا ضرور رہے، مگر زیادہ نمایاں نہیں ہوتا۔ یہ وقوف کے بعد تقریباً ساٹھ سال تک کا زمانہ ہے۔ (کُھُولَت: ادھیڑ ہونا)۔

(۴) سِنّ شَیخُوخَت (بڑھاپے کی عمر): اس عمر میں نقصان اور انحطاطِ قوائے محسوس طور پر ہوتا ہے، رطوبت غریزی اور حرارت غریزی بدن میں کم ہو جاتی ہے۔ یہ سن کہولت کے بعد آخر عمر تک کا زمانہ ہے۔ (شَیخُوخَت: بوڑھا ہونا)۔

اِنتباہ: چاروں عمروں کی مدتِ ابتداء و انتہاء، جو اوپر لکھی گئی ہے، یہ تقریبی ہے، اور مردوں کے لحاظ سے بتائی گئی ہے۔ عورتوں میں یہ مدتیں کچھ چھوٹی ہوتی ہیں، اس لئے ان میں لازماً فرق ہوگا۔

مزاجِ اعضاء اور جالینوس کی ترتیب

مزاجِ اعضاء کے سلسلے میں جالینوس نے ایک خاص ترتیب قائم کی ہے، جسے دیگر مصنفین کے ساتھ قرَشی نے اتباعاً نقل کر دیا ہے۔ چونکہ یہ ترتیب کمزور قیاسات پر مبنی ہے، اس لئے شیخ الرئیس وغیرہ نے اس پر پورا اعتماد نہیں کیا ہے۔

جالینوس کی بتائی ہوئی ترتیب یہ ہے:

اَعضَاءِ مُعتَدِلَہ: تمام اعضاء میں زیادہ معتدل، شہادت کی انگلی (سَبَّابَہ) کے اگلے پورے کی جلد ہے؛ اس کے بعد دوسری انگلیوں کے اگلے پوروں کی جلد؛ اس کے بعد عام انگلیوں کی جلد؛ اس کے بعد ہتھیلی کے گڑھے (راحہ) کی جلد؛ اس کے بعد پنجہ (کَفّ) کی جلد؛ اس کے بعد ہاتھ کی جلد؛ اور اس کے بعد سارے بدن کی عام جلد۔

(علامہ قرشی)۔

مَراحَہ اُس گڑھے کو کہتے ہیں، جو ہتھیلی میں ہوتا ہے، اور جس کے اندر پانی وغیرہ ٹھہر جاتا ہے۔

جلد کا اعتدال: شیخ نے جلد کے معتدل ہونے پر چند دلائل بیان کئے ہیں، لیکن علامہ علی حسن گیلانی، شارح قانون نے اس پر متعدد شکوک بھی وارد کئے ہیں، الغرض جلد کو معتدل اگر کہا جا سکتا ہے، تو محض ظن و تخمین کے ساتھ، نہ کہ اذعان و یقین کے ساتھ۔

اعضائے حارّہ: تمام اعضاء میں زیادہ گرم قلب ہے، اس کے بعد جگر، اور اس کے بعد گوشت۔ (علامہ قرشی)

اعضائے حارّہ (گرم اعضاء) سے مراد وہ اعضاء ہیں، جن میں حرارت نسبتاً زیادہ پیدا ہوتی ہے، اور حرارت اُن ہی اعضاء میں زیادہ پیدا ہوتی ہے، جن میں خون زیادہ پہونچتا ہے۔

ابو سہل مسیحی نے خوب کہا ہے:

"جن اعضاء میں خون کی مقدار زیادہ ہے، وہ گرم ہیں، اور جن میں خون کی مقدار کم ہوتی ہے، وہ سرد ہیں"

قلب کی حرارت قلب کا اصلی جوہر بھی دراصل ایک قسم کا گوشت (لَحم) ہے، جو ہمہ دم متحرک رہتا ہے؛ اور یہ مسلّم ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے، اور حرکت میں بدن کا کوئی عضلہ قلب کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جگر کی حرارت کا ثبوت یہ ہے کہ یہ بدن کے اندر سب سے بڑا **مَطبَخ** (باورچی خانہ) ہے، جہاں تقریباً تمام اعضاء کے لئے غذا پکتی ہے۔ اسی عمل کو **ھَضمِ کَبِدی** کہا جاتا ہے۔ **ھَضم** کے معنی تغیّر و تبدّل کے ہیں، جس کو **اِستِحالہ** بھی کہا جاتا ہے، اور **کَبِد** عربی میں جگر کو کہتے ہیں۔

اطبّاء سچ کہتے ہیں کہ "جس طرح ہضم و استحالہ حرارت کے بغیر نہیں ہو سکتا، اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ ہضم و استحالہ سے حرارت پیدا ہوتی ہے۔ پھر ہضم و استحالہ کی رفتار اور مقدار جس قدر زیادہ ہو گی، اسی قدر حرارت زیادہ پیدا ہو گی"۔

الغرض جو اعضاء زیادہ کام کرتے ہیں، وہیں حرارت بھی زیادہ پیدا ہوتی ہے، اور یہ مسلّم ہے کہ جو اعضاء زیادہ کام کرتے ہیں، وہ روح اور خون بھی زیادہ مانگتے ہیں؛ اور جہاں روح اور خون زیادہ صرف ہوں گے وہاں حرارت کی بالطبع بھی زیادہ ہو گی۔

گوشت کی حرارت

گوشت، جس کو عربی میں لحم کہتے ہیں، دو مفہوم رکھتا ہے:

(۱) عضلات کے اندر عروق، اعصاب اور رباطات کے علاوہ ایک لحمی جوہر پایا جاتا ہے، جسے لحم عضلی کہا جاتا ہے، جو ارادی یا غیر ارادی بدن کا عام گوشت عضلات ہی ہیں۔

(۲) گانٹھوں کے اصلی جوہر میں بھی (عروق و اعصاب و رباطات کے علاوہ) ایک مخصوص لحم پایا جاتا ہے، جسے لحم غدی (گلٹی والا گوشت) کہا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عضلات، ہوں یا گلٹیاں، ہمارے گوشت گرم ہیں، یعنی کم و بیش فرق کے ساتھ سب میں خون اور روح کی کافی مقدار پہونچتی ہے، اور کافی تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں عروق کی بھی کثرت ہوتی ہے۔

چربی اور رواج کی حرارت

شیخ الرئیس (بو علی سینا) نے آدویۂ مفردہ میں شحم و سمین کو گرم لکھا ہے، اور یہی صحیح ہے۔ کیونکہ بدنی حرارت کے لئے یہ بہترین وقود (ایندھن) ہے۔

علامہ محمود آملی کہتے ہیں کہ چربی بدن میں حرارت

اس طرح پیدا کرتی ہے، جس طرح سوکھے تنکے اور گھاس پھونس، جو خواہ بالفعل بارد ہوں، جب آگ پر ڈالے جاتے ہیں، تو آگ بھڑک اٹھتی ہے۔
اس کے معنی یہ ہیں کہ بدن کے اندر چربی کو جلانے کے لئے مخصوص حرارت کی ضرورت ہے۔ اگر وہ حرارت نہ ہوگی، تو یہ ایندھن جلنے اور صرف ہونے کی بجائے اکٹھا ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ کسی شخص کے بدن میں چربی کی جب بڑی مقدار جمع ہو جاتی ہے، تو اسے **بلغمی** اور **بارد المزاج** کہا جاتا ہے۔
اسی مدعا کو **ابوسہل** اس طرح بتا رہا ہے:
"بدن کے اندر چربی کا بنانے والا سبب (سببِ فاعل) **برودۃ** ہے، یہی وجہ ہے کہ ابدانِ حارہ (گرم مزاجوں) میں یہ نہیں پیدا ہوتی" (یعنی کم پیدا ہوتی ہے)۔

اعضاءِ باردہ: تمام اعضاء میں زیادہ بارد (سرد) ہڈی ہے، اس کے بعد کری (غضروف)، اس کے بعد رباط، اس کے بعد پٹھے (اعصاب)، اس کے بعد حرام مغز (نخاع)، اور اس کے بعد دماغ۔ (علامہ قرشی)

یعنی یہ اعضاء وہ ہیں، جن میں حرارت نسبتًہ کم پیدا ہوتی ہے؛ اور اسی لحاظ سے ان کو "اعضائے باردہ" کہا جاتا ہے۔
یہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ اعضائے حارّہ، باردہ، وغیرہ کی یہ ترتیب **جالینوس** کی قائم کی ہوئی ہے، جس کو دلائل سے ثابت کرنا آسان نہیں۔
یہ بھی اوپر واضح کر دیا گیا ہے کہ جن اعضاء میں تغیرات و استحالات کی رفتار تیز ہے، وہی زیادہ حارّ ہیں؛ اور جن اعضاء میں تغیرات کی رفتار سست ہے، وہاں حرارت کم پیدا ہوتی ہے، اور وہ "بارد" کہلاتے ہیں۔
چنانچہ یہ سارے اعضاء اسی قسم کے ہیں، جہاں تبدیلیاں نسبتًہ کم

واقع ہوتی ہیں +

رباط: پٹھوں کے مانند سفید مستحکم اور بے حس عضو ہے، جس سے علی العموم ہڈیاں اور ان کے جوڑ بندھتے ہیں، عضلات کے اَوتار (نسوں) میں بھی رباطی جوہر کی کثرت ہوتی ہے، جو عضلات کو دوسرے متصلہ اجزاء کے ساتھ باندھتے ہیں +

رِباط ــــ **رَبْط** سے مشتق ہے، جس کے معنے باندھنے کے ہیں۔ یہ بہت ہی کثیر النوع اور عام ساخت ہے۔ مذکورہ اعضاء کے علاوہ بیشتر جھلیاں[1] اسی سے بنتی ہیں، شرایئن و اَوِردَہ کی دیواروں میں بھی یہ پائی جاتی ہے، اور جگر، گردہ، طحال، شُش وغیرہ کی ترکیب میں بھی رباطی ساخت پائی جاتی ہے +

اَعصَاب. سفید ڈوریاں ہیں، جو دماغ اور حرام مغز سے نکل کر اعضاء میں پھیلتی، اور برقی تاروں کی طرح حس و حرکت کی قوت منتقل کرتی ہیں +

> **اعضاءِ رَطْبَہ:** تمام اعضاء میں زیادہ رطب سمین (رواج) ہے، اس کے بعد شَحم یعنی گاڑھی چربی، اس کے بعد ڈھیلا گوشت، یعنی گلٹی، اس کے بعد دماغ، اس کے بعد حرام مغز (نخاع) + (علامہ قرشی) +

سَمِینْ (رواج) وہ چربی ہے، جو علی العموم گوشت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کے اندر روغنی مادّہ معمولی حالات میں نیم منجمد ہوتا ہے، یعنی اس کے انجماد میں (بہ مقابلہ شحم کے) زیادہ برودت کی ضرورت ہوتی ہے +

---

[1] علامہ نفیس نے بحثِ اعضاء میں تصریح کی ہے کہ وَتَر، اَغشِیَہ، شرائین، اور اَوْرِدَہ کی ساخت میں اعصاب اور رباطات پائے جاتے ہیں، یعنی یہ ان دونوں چیزوں سے بنتے ہیں +

شحم (گاڑھی چربی) چربی کی وہ مخصوص قسم ہے، جو عموماً جھلیوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اس کے اندر جو روغنی مادّہ ہوتا ہے، وہ معمولی حالات میں منجمد ہوتا ہے۔

سمین و شحم دونوں مخصوص ساخت کے اعضاء ہیں، جن کے اندر روغنی مادّہ بطور ذخیرہ جمع رہتا ہے۔ ان سے خالص روغن مراد نہیں ہے، جو ان سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

> **اعضائے یابسہ**: تمام اعضاء میں زیادہ خشک بال ہیں، اس کے بعد ہڈی، اس کے بعد کری، اس کے بعد رباط، اور اس کے بعد اعصاب۔ (قرشی)

یابس: وہ اعضاء ہیں جن میں رطوبت نسبتہً کم ہوتی ہے، خواہ کسی صورت میں ہو۔ چنانچہ بال اور ہڈی کا مقابلہ کرتے ہوئے **علامہ نفیس** نے لکھا ہے کہ:

"اگر ہڈی اور بال کی مساوی مقداریں لے کر قرع انبیق کے ذریعہ الگ الگ عرق کھینچائیں، تو بالوں کی نسبت ہڈی سے پانی اور روغن زیادہ نکلے گا، اور تھوڑا سا **کلس** (چونا) باقی رہ جائیگا۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہڈی کے مقابلہ میں بال زیادہ خشک ہیں۔

اس قسم کے تجارب کے علاوہ اطباء نے یبوست کے لئے عام طور پر **صلابت** (سختی) کو معیار قرار دیا ہے، یعنی جو اعضاء قوام میں زیادہ سخت ہیں، وہ زیادہ خشک ہیں۔

(۳) اَخْلاطْ

اُمورِ طبیعیہ میں سے تیسری چیز اَخْلاط ہے ۔ (درسی) ۔

اخلاط کا مفہوم جس طرح بیرونی دنیا میں مادّہ کی محض تین شکلیں پائی جاتی ہیں : (۱) بُخاری (ہَوائی) ——— (۲) سَیّال (مائع) ——— (۳) جامد ۔

اِسی طرح بدن انسان میں بھی مادہ کی یہی تین شکلیں پائی جاتی ہیں، اور اِن ہی تین قسم کی چیزوں کا مجموعہ انسانی جسم کہلاتا ہے ۔

چنانچہ :-

"(۱) جسم انسان کے اندر بخاری (ہوائی) شکل کے اجزاء اَرْوَاح کہلاتے ہیں ۔

(۲) سیّال اجزاء اَخْلاط اور رُطوباتِ بَدن کہلاتے ہیں ۔

(۳) جامد اجزاء اَعْضَاء کہلاتے ہیں" ۔ (ابوسہل مسیحی) ۔

خلط کے لغوی معنے خِلط کے لغوی معنے "ملی ہوئی چیز" کے ہیں ۔ بدن کے اندر جو رطوبات پائی جاتی ہیں، ان میں خون، بلغم، صفراء یا سوداء بحیثیت ایک جزء یا ملی ہوئی چیز کے شریک رہتا ہے، اسی لئے ان سب کو اخلاط کہا جاتا ہے ۔

خِلط کی تعریف خِلط وہ بدنی رطوبت ہے، جو غذاء کے تغیر و استحالہ (استحالۂ جوہری) سے حاصل ہوتی ہے ۔

بہ الفاظِ دیگر ——— خِلط بدنِ اِنسان کا وہ جسم رَطب سَیّال ہے جو غذاء کے ہضم و تغیّر (انقلاب) سے پیدا ہوتا ہے ۔

توضیح انواع و اقسام کی غذائیں جو انسان کھاتا ہے، منھ ہی سے ان میں ہضم و تغیر شروع ہو جاتا ہے؛ اور معدہ و امعاء میں اِن کی حرارت اور رطوباتِ ہاضمہ کی امداد سے مزید تغیرات واقع ہو کر ان کا خلاصہ (کَیلُوس) بن جاتا ہے ۔

پھر یہ خلاصہ رگوں میں منجذب ہو کر جگر اور دوسرے اعضا تک پہنچ جاتا ہے، جہاں قسم قسم کی اور بے شمار تبدیلیوں کے بعد مختلف قسم کے مواد و رطوبات حاصل ہو جاتے ہیں؛ ان ہی کو "اَخْلاط" کہا جاتا ہے ۔

اخلاط کے بنانے میں بہت سے اعضاء (تقریباً سارے اعضاء) حصہ لیتے ہیں، مگر اِن سب میں **جگر** کا حصہ سب سے زیادہ اور سب سے اہم ہے ۔

خلاصۂ غذا کے بیشتر اجزاء معدہ اور آنتوں سے ان کی مخصوص رگوں (وریدوں: **ماساریقا**) اور **بَابُ الکَبِد** کے ذریعہ راست جگر میں داخل ہوتے ہیں، اور کچھ اجزاء **عروقِ مَصَّاصہ** (عروقِ جاذبہ) کی راہ وریدوں میں داخل ہو کر، اور خون کے عام سیلاب میں ملنے کے بعد جگر تک پہونچتے ہیں ۔

ہُضُومِ اَرْبَعَہ (چار ہضوم) یہ واضح ہونا چاہئے کہ بدن کے ہر حصے میں ہر لمحہ تغیر و استحالہ جاری رہتا ہے (علامہ نفیس) ۔

اِن سارے اَن گنت ہضوم و تغیرات کو بہ ترتیب **ہَضْمِ مِعَدی، ہَضْمِ کَبِدی، ہَضْمِ عُرُوقی، اور ہَضْمِ عُضْوِی** میں تقسیم کر دیا گیا ہے ۔

ہضمِ معدی وہ تغیر ہے، جو غذاء میں منھ، معدہ اور امعاء کے اندر واقع ہوتا ہے ۔

ان چہارگانہ ہضوم سے کارخانۂ بدن میں بے شمار چیزیں پیدا ہو کر خون کے بہاؤ میں شامل ہوتی رہتی ہیں؛ اور ان ہی غیر محدود چیزوں کے مجموعہ کا نام عرفِ عام میں خون ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اخلاطِ خون یا اجزاءِ خون کے بنانے میں کم و بیش سارے اعضاء شریک ہیں ۔

اخلاط کے اس مجموعہ میں ہر عضو کی خوراک کا سامان ہوا کرتا ہے، اور ہر عضو کے فضلات بھی اس میں موجود ہوتے ہیں ۔

اخلاط کے مقامات

اخلاط کے مقامات دو[2] ہیں :

(۱) عروق، مثلاً شریانیں، اور وریدیں، اور ان دونوں کے بیچ میں عروق شعریہ ۔ (عروق شعریہ ۔ بال جیسی رگیں ۔۔۔ شعر ۔ بال) ۔

اسی طرح اور بھی نالیاں اور مجاری ہیں، جن میں صفراء، اخلاطِ بولیہ (پیشاب کے اجزاء)، مائیتِ خون وغیرہ بھری رہتی ہیں ۔

(۲) عروق سے باہر اعضاء کے رخنے اور خلائیں، جن کو خَلَلِ اَعضاء اور تَجاوِیفِ بَینَ الاَعضاء کہا جاتا ہے ۔ (خَلَل ۔ رخنہ ۔۔۔ تَجاوِیف ۔ خلائیں) ۔

اعضاء کا تغذیہ اخلاطِ خون سے اس طرح ہوتا ہے کہ رگوں کے اندر جو رطوبات موجود ہیں، ان کا رشح، یا یعنی جوہر (سفاف پانی جیسی رطوبت) عروق شعریہ کی مسام دار دیواروں سے مترشح ہوکر ان رخنوں یا خلاؤں میں چلا جاتا ہے، جو اعضاء کی ساخت میں پائی جاتی ہیں، اور وہاں شبنم یا ننھی ننھی بوندوں کی طرح پڑا ہوتا ہے؛ پھر اعضاء کی قوتِ جاذبہ ان کو اپنے جوہر میں جذب کرکے، اور قوتِ مُغَیّرہ ان میں استحالہ (تغیّر) پیدا کرکے اِن اعضاء کے رنگ، قوام اور مزاج میں تبدیل کر لیتی ہے ۔

اخلاط کی تعداد

اخلاط کی تعداد میں متعدد مذاہب ہیں، اِن میں سب سے مشہور مذہب یہ ہے :

> اخلاط تعداد میں چار ہیں :
> (۱) سب سے بہتر خلط خون[1] ہے ۔۔۔ (۲) اس کے بعد بلغم[2] ۔۔۔ (۳) پھر صفراء[3] ۔۔۔ (۴) اور آخر میں، سوداء[4] ۔ (قرشی) ۔

اخلاط کے چار ہونے کی سب سے بڑی دلیل تجربہ و مشاہدہ ہے، جس کو اِسْتِقْرَاء کہا جاتا ہے، جیسا کہ علامہ نفیس، علی گیلانی، اور محمود آملی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔

اس جماعت بدنی کا ذریعہ مادّہ کی نمایاں خصوصیت ــــ رنگ کو قرار دیا گیا ہے، جس میں بدن کی ہر رطوبت ملبوس نظر آتی ہے۔

الغرض جب رنگ مسائے تقسیم قرار پایا، تو متقدمین کے استقراء نے بدن کی ساری رطوبتوں کو، بلحاظِ رنگ، چار بڑے خانوں میں منقسم کر دیا:

(۱) سُرخ (خلط اَحْمَر) ــــ خون، یا حَمْرَاء؛
(۲) زَرد (خلط اَصْفَر) ــــ مِرَّہ، یا، صفراء؛
(۳) سیاہ (خلط اَسْوَد)، جس میں نیلے رنگ کی رطوبات بھی شامل ہیں ــــ سَوْدَاء؛
(۴) سفید (خلط اَبْیَض) جس میں بے رنگ رطوبتیں بھی داخل ہیں ــــ بَلْغَم، یا، بَیْضَاء۔

نظریۂ اخلاط اور بقراط نظریۂ اخلاط کے بانی بُقراط[1] نے سب سے پہلے یہ تعلیم دی کہ:

(۱) خون میں سُرخ اجزاء کے ساتھ سفید، زرد اور سیاہ اجزاء بھی پائے جاتے ہیں، جو سُرخ رنگ میں دبے رہتے ہیں۔ یہی چاروں اجزاء "اخلاطِ اَرْبَعَہ" کہلاتے ہیں، جن سے انسان کی صحت و بیماری وابستہ ہوتی ہے۔

(۲) یہ سارے اجزاء خون میں ایک خاص تناسب سے ملے جلے رہتے ہیں، جس سے صحت قائم رہتی ہے، اور جب اس تناسب میں بلحاظ کمیت یا کیفیت فرق واقع ہوتا ہے، تو صحت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (۲)

---

[1] بقراط۔ ولادت ۴۶۰ قبل مسیح۔

[2] بقراط کے دونوں اصلی اقوال اس کی کتاب طبیعۃ الانسان میں ہیں، جن کے ترجمے عربی زبان میں کامل الصناعۃ میں درج ہیں۔

خلط طبعی اور غیر طبعی | شیخ الرئیس لکھتے ہیں:

"**خِلطِ محمود** (خلط طبعی) وہ ہے، جو اس قابل ہو کہ وہ تنہا، یا غذا کے ساتھ مل کر ہر عضو تک پہنچے، وہ ہر عضو کا ایک جزو بن جائے، اور اس کے مشابہ ہو جائے، یعنی وہ اسی مرکب جوہری پر قائم ہو، اس کے مزاج اور اس کی کیفیت میں تغیر نہ ہونا ہو) خلاصہ یہ کہ جو چیز اس عضو مغتذی سے تحلیل ہو جایا کرتی ہے، یہ خلط اس کا بدل (**بَدَلِ مَا يَتَحَلَّلُ**) بن جائے۔"

"اور **خِلطِ رَدِی** جس کو **فَضْلَہ** بھی کہتے ہیں، یہ صلاحیت نہیں ہوتی۔"

خون (دَم: حَمْرَاء)

خون کو متقدمین نے دودھ سے تشبیہ دی ہے —— دودھ میں جس طرح مختلف چیزیں پائی جاتی ہیں، اسی طرح خون بھی مختلف چیزوں کا مجموعہ (**خلیط**: آمیزہ) ہے۔

خون کا مزاج:

خون کا مزاج گرم تر (حارّ رَطْب) ہے۔ (قرشی)۔

خون کے گرم ہونے سے مراد یہ ہے کہ خون کے اندر ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں، جو تولیدِ حرارت میں حصہ لیتے ہیں۔

خون کا فائدہ:

خون کا فائدہ بدن کا **تَغْذِيَہ** (غذا پہنچانا) ہے۔
(قرشی)۔

تغذیۂ بدن

(۳) بارے میں (بقول علامہ گیلانی) دو گروہ ہیں:
ایک گروہ کا خیال ہے کہ خون دوسرے اخلاط کے ساتھ ملا جلا رہتا ہے، اور یہ اخلاط کم و بیش (حسب مزاج) مختلف اعضاء کے تغذیہ میں داخل ہوتے ہیں۔
یہی مذہب حق ہے، اور اسی کو جالینوس اور دیگر اطباء نے پسند کیا ہے۔

ابوسہل مسیحی اور خون کے منافع

ابوسہل مسیحی نے خون کے منافع حسب ذیل بتائے ہیں:

(۱) خون غذا پہنچاتا ہے، یعنی بدن سے جو اجزاء تحلیل ہو کر گھٹ جاتے ہیں ان کا بدل ہو جاتا ہے (**بَدَلِ مایتحلّل** بنتا ہے)۔
(۲) سن نمو میں اعضاء کو بڑھاتا ہے۔
(۳) بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے، جس سے سردی رودت کی اذیت جسم میں دور ہو جاتی ہے — نیز یہ احشاء کو گرم رکھتا ہے، جس سے قوائے طبعیہ، حیوانیہ اور نفسانیہ کے افعال بہتر صادر ہوتے ہیں۔
(۴) بشرہ میں جمال اور رنگ میں حسن پیدا کرتا ہے۔

> **خون طبعی اور غیر طبعی**
> طبعی خون سرخ رنگ، بدبو سے خالی، معتدل القوام اور (درحقیقت) شیریں ہوتا ہے۔
> اور غیر طبعی خون رنگ، بو، قوام، یا مزے کے لحاظ سے طبعی خون کے مخالف ہوتا ہے۔ (قرشی)

لیکن **ابوسہل مسیحی** نے مختصر اور نہایت جامع تعریف اس طرح کی ہے:
"**طبعی خون** وہ ہے، جس کے اندر یہ اخلاط (بہ لحاظ کیفیت اور کمیت) قدر متناسب (مفردہ تناسب) میں ہوں۔"

طبعی خون کا سرخ رنگ ہونا

شریانی خون کا رنگ شوخ سرخ اور وریدی خون کا رنگ گہرا سُرخ (قدرے سیاہی مائل) ہوتا ہے۔

اخلاط خون کے تناسب میں فرق آجانے سے رنگ میں بھی کم و بیش تغیر ہو جانا ظاہر ہے۔ اِبْیِضَاضِ دم اور خون سوداوی اس کی اچھی مثالیں ہیں۔ (اِبْیِضَاض: سفید ہو جانا)۔

بدبو سے خالی ہونا

خون میں جب عفونت لاحق ہوتی ہے، تو اس میں بدبو (نَتَن) وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے۔

بُری بُوؤں کے ساتھ حُموضت (ترشی) کو بھی علامہ نفیس نے بجا طور پر عفونت کے حکم میں داخل کر دیا ہے، کیونکہ حُموضت تَخَمُّر کا اگر نتیجہ ہے، تو عفونت بھی تَخَمُّر ہی کا ایک درجہ ہے۔ (تَخَمُّر: خمیر اٹھنا)

معتدل القوام

طبعی خون کا معتدل القوام ہونا ضروری ہے، چنانچہ سُوْءُ القِنْیَہ (فَقْرُ الدَّم: خون کی غربت و ناداری) کی بعض قسموں میں رقیق ہونے کی وجہ سے خون کے منافع حاصل نہیں ہوتے، اور ہیضہ میں چونکہ دستوں کی راہ خون کا بہت سا پانی خارج ہو جاتا ہے، اس لئے گاڑھا ہو جانے کے باعث خون باریک رگوں میں نفوذ نہیں کر سکتا۔

شیریں ہونا

اس سے مراد، جیسا کہ علامہ نفیس نے بتایا ہے، یہ ہے کہ: "خون حقیقۃً شیریں ہے"۔

یعنی خون کی ترکیب جوہری میں درحقیقت میٹھے اجزاء کافی مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کے اندر نمکین اجزاء بھی ہوتے ہیں، اور خون کا مزہ بظاہر نمکین بنا دیتے ہیں، کیونکہ:-

(۱) نمکین غذائیں جو ہم استعمال کرتے ہیں، اس کے نمکین اجزاء منجذب ہو کر خون میں پہنچ جاتے ہیں۔

(۲) رَبَّن طبری نے بتایا ہے کہ بدن کے اندر نمکین اجزاء

(مَلُوحَۃ) پائے جاتے ہیں، جو چند فوائد رکھتے ہیں :
"بدن میں مُلُوحَۃ (شوریت، نمکینی) جو پائی جاتی ہے، اُس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ رُطُوبَۃ (بلغم) کو گھلاتی ہے — بدنی اعتدال کو قائم رکھتی ہے — اور گندگی (نَتَن) اور عُفُونَۃ کو روکتی ہے — (مانِع عُفُونَۃ و مانِع نَتَن ہے)" (فردوس الحکمہ)۔

خون میں انگوری شکر

علامہ نفیس نے صاف لکھا ہے کہ :
"خون میں عصارۂ انگور (انگور کے رس) جیسی میٹھی چیز پائی جاتی ہے۔ جب اس میں تغیر لاحق ہو جاتا ہے، تو یہ جوہر شراب جیسی چیز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔"

انجمادِ خون (تَکَبُّد)

عروق سے باہر نکلنے کے بعد خون کیوں منجمد ہو جاتا ہے، اس کا جواب قدماء نے یہ دیا ہے :
"عروق کے اندر خون کی محافظ عروق کی طبیعت ہے۔"
انجماد کی صورت میں تغیر یہ واقع ہوتا ہے کہ خون جب عروق سے باہر آجاتا ہے، یا رگوں کی اندرونی سطح کسی وجہ سے خراب ہو جاتی ہے، تو ایک مادہ منجمد ہو کر اَلْیَاف (ریشوں) کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس کو ابوسہل مسیحی نے خُیُوط (دھاگے) کی اصطلاح سے یاد کیا ہے۔

بلغم (بیضاء)

بلغم، یا خلطِ سفید ایک جنس ہے، جس کی مختلف انواع ہیں، اور ہر نوع اپنا جداگانہ مزاج اور علیحدہ ترکیب رکھتی ہے، جس سے بدن میں جداگانہ آثار ظاہر ہوتے، اور الگ الگ وظائف انجام پاتے ہیں، مثلاً سفیدیٔ بیضہ (ماح) جیسی رطوبت، مادۂ دُہنیہ، مادۂ خیوط وغیرہ۔
{مادۂ دُہنِیَہ : روغنی مادہ ۔ خُیُوط : دھاگے۔}

بلغم کا مزاج:

بلغم کا مزاج سرد تر (بارد رطب) ہے۔ (علامہ قرشی)

یہ واضح رہے، کہ خلطِ سفید کی بعض قسمیں بارد ہیں، اور بعض حار۔ یعنی بدنی حرارت پیدا کرنے میں بعض کم حصہ لیتی ہیں، اور بعض زیادہ ـــ چنانچہ بَلغمِ مالح (بلغم شور) کو خود مصنف نے گرم لکھا ہے، اور تمام اطباء کا اس پر اتفاق ہے ـــ علیٰ ہذا بَلغمِ شیریں (بَلغمِ حُلو) کو صاحب کامل اور ابو سہل نے گرم اقسام میں شمار کیا ہے ـــ اسی طرح بلغمِ طبعی کے بارے میں علامہ علی گیلانی نے تصریح کی ہے کہ:
"وہ بارد نہیں ہے۔"

جنسِ بلغم کے فوائد:

(۱) بلغم کا فائدہ یہ ہے کہ جب بدن میں غذاء (خون) باقی نہیں رہتی، تو یہ بلغم خون کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ اعضاء کو تر رکھتا ہے، تاکہ وہ حرکت (اور رگڑ) سے خشک ہونے نہ پائیں۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ دماغ جیسے (بلغمی المزاج) اعضاء کی غذاء میں داخل ہوتا ہے۔ (علامہ قرشی)

(۴) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بلغم خون کے ساتھ مخلوط ہو کر اس کے قوام میں لزوجت (لیس) اور چپک پیدا کر دیتا ہے۔ (ابو سہل مسیحی)

بلغم کا خون بن جانا اس کا مدعا یہ ہے کہ سفید خلط، جس کا نام بلغم ہے، سرخ لباس اختیار کر کے خون میں تبدیل ہو جاتی ہے: یعنی بدن کے اندر جو بے شمار استحالات و انقلابات ہوا کرتے ہیں، ان ہی میں سے ایک یہ انقلاب بھی ہے کہ

سفید جوہر (بَیضَاء) سرخ جوہر (اَحمَراء) کی صورت اختیار کر لینا ہے۔

بلغم کا اعضا کو تر کرنا اس فائدہ سے درحقیقت دو اغراض وابستہ ہیں:

(۱) اعضاء کو مرطوب رکھنا (ترطیب اعضاء)۔

(۲) بلغمی رطوبت جس سطح پر لتھڑی ہوتی ہے، چکنی اور سفیدی بیضہ کے مانند لیسدار ہونے کے باعث اس میں چکناہٹ پیدا کر دیتی ہے، جس سے حرکت میں سلاست اور سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی نمایاں مثال مفاصل سَلِسَہ (متحرک جوڑ) کی بلغمی زُلالی رطوبت ہے۔

جوڑوں کے اندر انڈے کی سفیدی (زُلال بَیض)

جیسی ایک لیسدار چکنی رطوبت ہوا کرتی ہے، جس کو رطوبت

زُلالیہ (بلغمیہ) کہا جاتا ہے۔

بلغمی المزاج اعضاء کا تغذیہ اس فائدہ کا مدعا یہ ہے کہ جو اعضاء بلغمی المزاج ہیں، اور جن کے تغذیہ میں مزاج کی بلغمیت کی وجہ سے اس امر کی ضرورت ہے کہ اُن کی غذا میں بلغم بالفعل کی ایک معیّن مقدار موجود ہونی چاہئے، جیسے دماغ، نخاع، اعصاب، رباطات، اغشیہ وغیرہ، اُن کے تغذیہ میں وہ صرف ہو سکے۔

تغذیہ بدن اور بلغم بہ خیال جالینوس لیکن جالینوس کا خیال ہے کہ "طبعی بلغم" جو رگوں میں خون کے بہاؤ کے ساتھ بہتا رہتا ہے، یہ خون سے مشابہت قریبہ رکھتا ہے، اور سارے اعضاء اس کے محتاج ہیں۔

بلغم طبعی:
بلغم طبعی وہ ہے، جس کا خون بننا آسان ہو۔ (قرشی)۔

یعنی نضج و ہضم کے جن مراحل سے بلغم کو گزرنا پڑتا ہے، اُس میں کمی اور خامی نہ رہی ہو، بہ الفاظِ دیگر باقی اخلاط کی طرح بلغم طبعی بھی اُسے کہتے ہیں، جس سے مطلوبہ فوائد حاصل ہوں۔

بلغم غیر طبعی

اس کو بَلغَم مُتَغَیّر بھی کہتے ہیں، یہ وہ بلغم ہے، جس کے طبعی صفات (مزہ، قوام وغیرہ) بدل گئے ہوں۔ لیکن بلغم غیر طبعی کی بعض قسموں کے بارے میں اطباء نے تصریح کی ہے، کہ وہ اصلاح پا کر بلغم طبعی کی صورت میں منقلب ہو سکتی، اور جو منافع ان سے وابستہ ہیں، وہ پورے ہو سکتے ہیں۔

مزے کے لحاظ سے

چنانچہ مزے کے لحاظ سے غیر طبعی بلغم کی قسمیں یہ ہیں:

(۱) بلغم مالح (نمکین بلغم؛ بلغم شور): یہ گرمی اور خشکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۲) بلغم حامض (ترش بلغم): یہ سردی اور خشکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۳) بلغم مَسِیخ، یا تَفِہ (پھیکا بلغم): یہ بالکل سرد اور بہت ہی کچا ہوتا ہے۔

(۴) بلغم عَفِص (کسیلا بلغم): یہ سردی اور خشکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ (قرشی)

(۵) بلغم حُلو (بلغم شیریں) یہ گرم اور تر ہوتا ہے (صاحب کامل الصناعۃ)۔

بلغم کی ملوحت اور حموضت

"جس طرح بیرونی دنیا میں تغیر و احتراق سے ملوحت (نمکینی) پیدا ہوا کرتی ہے، اسی طرح ان ہی اسباب سے بدن کے اندر شوریت لاحق ہوا کرتی ہے"۔

"علیٰ ہذا نباتی عصارات (انگور کا رس، گنے کا رس وغیرہ) میں جس طرح پہلے تخمیر و غلیان (جوش) پیدا ہوا کرتا ہے، اس کے بعد ان میں ترشی لاحق ہو جاتی ہے (تَحَمُّض)، اسی طرح بلغم میں بھی اسی نوع کے تغیرات

سے ترشی لاحق ہوجاتی ہے" (سبح الرئیس)۔
جالینوس نے بلغم کے نمکین ہونے کی وجہ **عفونت قرار** دی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عفونت سے **ملوحت** پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ تعفن و تحجر سے حموضت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔
نمکین بلغم میں اس کے نمکین ہونے کی صورت بشتر یہی ہوتی ہے کہ خون کے بورقی اجزاء مل جایا کرتے ہیں۔

قوام کے لحاظ سے:

قوام کے لحاظ سے غیر طبعی بلغم کی قسمیں یہ ہیں:
(۱) بلغم **مائی** (پانی جیسا بلغم)، جو نہایت رقیق ہوتا ہے (ماء: پانی)
(۲) بلغم **جصی** (گچ جیسا بلغم)[1]، جو نہایت غلیظ ہوتا ہے۔
(۳) بلغم **خام** اور **مخاطی**، ان دونوں کا قوام مختلف ہوتا ہے۔ (قرشی)۔

(۴) **بلغم زجاجی**، جس کا قوام پگھلی ہوئی کانچ کی طرح لیسدار اور گاڑھا، اور مزہ گاہے ترش اور گاہے پھیکا ہوتا ہے۔ (سبح)۔

بلغم کی غلظت بلغم کے غلیظ ہونے کی ایک وجہ (بقول ملا نفیس) یہ ہے کہ زیادہ دیر تک کہیں پڑے رہنے سے، اور اعضاء کی کثرتِ حرکت سے بلغم کے لطیف و رقیق اجزاء تحلیل ہوجاتے اور غلیظ اجزاء رہ جاتے ہیں۔

اختلافِ قوام **خام** اور **مخاطی** میں باہم فرق یہ ہے کہ **مخاطی** میں اختلافِ قوام نمایاں طور پر محسوس ہوتا، اور **خام** میں یہ اختلاف نمایاں نہیں ہوتا۔ مخاطی رینٹ کی طرح بنتا ہے۔ (حکیم رمانی دکھی)

[1] جصّ: گچ۔ گلایا ہوا چونا، جو قوام میں جمے ہوئے دہی سے مشابہ ہوتا ہے۔

بُو کے لحاظ سے

بُو کے لحاظ سے بلغم غیر طبعی کی محض ایک قسم بَلْغَم مُنْتِنْ (بلغم مُتَعَفِّن) ہے، جس میں عفونت کی وجہ سے گندگی راحق ہو جاتی ہے (مُنْتِنْ: بدبودار، گندہ بُو)۔

پت (مِرَّہ: صَفْرَاء)

صفراء کا مزاج:
صفراء کا مزاج گرم خشک (حار رطب) ہے۔ (قرشی)۔

بہ افراط انصباب صفراء کے وقت معدہ میں سوزش کا ہونا، اور براہ اسہال خارج ہونے پر مبرز کے گرد جلن کا ہونا صفراء (پت) کے گرم و خشک ہونے کی دلیل ہے۔

{اِنصِبَاب: گرنا۔ مَبْرَز: پاخانہ کا مقام}

صفراء کے فوائد:
صفراء کے فوائد متعدد ہیں:

(۱) خون کو لطیف بناتا، اور تنگ راستوں میں نفوذ کراتا ہے (ترقیق خون)۔

(۲) پھیپھڑے جیسے بعض اعضاء کے تغذیہ میں داخل ہوتا ہے (تَغْذِیَہ اعضاء)۔

(۳) صفراء کا ایک حصہ آنتوں پر گر کر ان کو ثقل اور لیسدار بلغم سے دھو ڈالتا ہے (غَسْلِ امْعَاء)۔ (قرشی)۔

(۴) آنتوں کی قوتِ دافعہ میں اخراجِ براز کی تحریک پیدا کرتا ہے، (تحریکِ براز) ۔ (نص) ۔

(۵) بعض غذاؤں کے ہضم کرنے میں امداد کرتا ہے (ہضمِ غذاء) ۔
(طری وصاحب کامل) ۔

(۶) صفراء اپنی مخصوص حدت، تلخی اور مزاج کے باعث کیڑوں کو مار ڈالتا ہے (قتلِ دیدان) ۔ (نص) ۔

ترقیقِ خون رگوں سے باہر خون کے جمنے کے بعد ایک زرد پانی بڑی مقدار میں الگ ہو جاتا ہے، اصولاً ظاہر تون (زردی) کی وجہ سے اِسے صفراء کہا جاتا ہے۔ اگر یہ رقیق جزء خون میں نہ ہو تو خون اتنا گاڑھا ہو جائے کہ یہ عروقِ شعریہ کے باریک راستوں میں نفوذ نہ کر سکے، حالانکہ اعضاء کی حیات و غذاء اسی نفوذ و جریان پر موقوف ہے۔ ہیضہ میں کثرتِ قے و دست سے خون کی غلظت باعث ہلاکت ہے ۔

بعض اعضاء کا تغذیہ اِس فائدہ کا تعلق دو چیزوں سے ہے :

(ا) صفراء میں تغذیۂ اعضاء کی صلاحیت پائی جاتی ہے ؟

(ب) پھیپھڑے کی غذاء میں صفراوی مادّہ کا کوئی جزء داخل ہوتا ہے ؟

پہلی چیز سے انکار صرف اُن لوگوں کو ہے، جو اس بات کے قائل ہیں، کہ "غاذی محض خون ہے"۔ دوسرے اخلاط کو تغذیہ میں کوئی دخل نہیں مگر میرے نزدیک اُس گروہ کا خیال صحیح ہے، جو تغذیہ میں سارے اخلاط کو شریک کرتے ہیں ۔

دوسری چیز سے انکار ابن ابی صادق کو ہے، مگر ان کا اعتراض کمزور ہے ۔

پھیپھڑے جیسے اعضاء جن کے تغذیہ میں صفراء داخل ہو سکتا ہے پھیپھڑے کی اصلی ساخت میں جس طرح زرد رنگ کے لچکدار ریشے پائے جاتے ہیں، اسی طرح مندرجۂ ذیل اعضاء بھی اس بارے میں پھیپھڑوں کے مشابہ ہیں :

(۱) غضاریف صفراء (زرد کرباں، ریشہ دار لچکدار کریاں) مثلاً کان کی کری، اور حنجرہ کی غضروف مُکَبِّی ٭
(۲) رِباطات صفراء (زرد رباطات)، جو مہروں کے صفائح کے مابین ہوتے، اور ان کو باہم ربط دیتے ہیں ٭
(۳) لِسانُ المزمار، جن کو آواز کی ڈوریاں (اَوتارُ الصَّوت) کہا جاتا ہے ٭
(۴) قَصَبَۃُ الرِّیہ (ہوا کی نالی) ٭
(۵) عُرُوقِ دَمَوِیہ (خون کی رگیں)، یعنی وریدیں اور شریانیں ٭
اِن سارے اعضاء کی ساخت میں کم و بیش زرد رنگ کے لچکدار ریشے پائے جاتے ہیں، جو اس امر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ پھیپھڑے کی طرح اِن اعضاء کے تغذیہ میں بھی صفراء، بہ قرینۂ غالب، داخل ہوتا ہے ــــ بلکہ بہت ممکن ہے کہ ان کے علاوہ اور دوسرے اعضاء بھی صفراوی غذاء سے مستفید ہوتے ہوں، یہ اور بات ہے کہ استحالات کی اس اندھیری کوٹھری میں اپنی کوتاہ بصری کے باعث ہم کوئی صاف حکم لگا نہیں سکتے ٭

غسلِ امعاء[1] یہ فائدہ صفراء کے اس جزء سے وابستہ ہے، جو جگر سے مرارہ (پتہ) اور آنتوں کی طرف جاتا ہے ٭
شیخ الرئیس لکھتے ہیں:
صفراء کا جو حصہ پتہ (اور امعاء) کی طرف جاتا ہے، اس کی دو منفعتیں ہیں:
(۱) آنتوں کا ثفل اور لیسدار بلغم سے دھونا؛
(۲) آنتوں میں، اور عضلاتِ مقعد میں لذع (ہیجان، تحریک، تنبیہ) پیدا کرنا، تاکہ انہیں حاجت کا احساس ہو، اور انسان کو بہ غرض تبرّز[2] اٹھنے کے لئے مجبور کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صفراء کی اس نالی میں سُدّہ پیدا ہو جاتا ہے، جو پتہ سے آنت کی طرف اترتی ہے، تو بسا اوقات

---

[1] غَسلِ اَمعاء۔ آنتوں کا دھونا (غَسل: دھونا) [2] تَبَرُّز: پاخانہ پھرنا ٭

قولنج (جیسا شدید مرض) لاحق ہو جاتا ہے۔

"چنانچہ وقوع سدّہ کی علامت یہ ہے کہ پاخانہ میں طبعاً جو زرد رنگ پایا جاتا ہے، وہ غائب ہو جاتا ہے"۔

الغرض صفراء غاسِلؔ (دھونے والا) بھی ہے، اور فطری و طبعی مُسہِل بھی (نفیس و گیلانی)۔

چنانچہ اسہال کی غرض سے امراضِ احتباس میں جانوروں کے پتّے، مثلاً مرارۂ گاؤ حقنہ کے طور پر دواءً استعمال کئے جاتے ہیں (فردوس الحکمۃ)۔

تحریکِ براز تیسرے فائدہ کے ذیل میں اس کی تقریر آ گئی۔

ہضمِ غذاء ربّن طبری نے صفراء کے فوائد میں لکھا ہے کہ "وہ معدہ کو گرم کرتا، اور ہضمِ غذاء پر معدہ کو قادر کرتا ہے"۔

یہ واضح ہو کہ یہاں "معدہ" کی اصطلاح سے وسیع معنے مراد ہیں، جس میں امعاء بھی داخل ہیں، قدماء کی عادت ہے کہ وہ "ہضمِ معدی" کہہ کر ایک وسیع ہضم مراد لیا کرتے ہیں، جس میں آنتوں کا ہضم شریک ہوا کرتا ہے۔

قتلِ دیدان علامہ نفیس کرمانی لکھتے ہیں:

"صفراء نہایت گرم، اور حیات کی مناسبت سے بہت ہی دور ہے اس لئے کہ یہ نہایت خشک بھی ہے۔ نیز اپنی تلخی، تیزی، اور مزاج کی مخالفت کے باعث زندہ اور پیدا شدہ کیڑوں کو مار ڈالتا ہے، چہ جائیکہ صفراء سے کیڑے پیدا ہوں، یہی وجہ ہے کہ اطباء تلخ چیزوں سے کیڑوں کا علاج کرتے ہیں"۔

صفراء طبعی:

صفراء طبعی کے اوصاف ہیں کہ یہ احمر ناصع (اصفر زعفرانی) ——— خفیف (ہلکا) ——— اور حادّ (تیز) ہوتا ہے۔ (قرشی)

ابو سہل مسیحی نے طبعی صفراء کے اوصاف کسی قدر مختلف بتائے ہیں، وہ کہتے ہیں:

"طبعی صفراء کا مزہ کڑوا، رنگ زرد، نیز وہ تیز، اور لطیف و رقیق ہوتا ہے۔"

صفراء کا رنگ (اَحْمَرِ نَاصِع) طبعی صفراء کا رنگ سُرخ ہے یا زرد؟ اس سوال کا جواب نفیس کرمانی نے اس طرح دیا ہے:

"**اَحْمَرِ نَاصِع** ——— سے مراد خالص سرخ ہے، جو زعفران کی پتی کی طرح زردی مائل ہو۔ اسی وجہ سے بعض لوگوں نے صفراء کو "زرد" کہا ہے، کیونکہ احمر ناصع (شوخ سُرخ) بعینہ **اصفرِ زعفرانی** (زعفرانی زرد) ہے۔"

الغرض انسان کے صفراءِ طبعی کا رنگ زردی مائل سُرخ ہے، جسے اگر پانی میں ملا دیا جائے، تو پانی کا رنگ زرد ہو جاتا ہے۔

صفراء کا سبز رنگ صفراء کا دوسرا رنگ سبز ہے، جیسا کہ صفراء کرّاثی اور صفراء زنجاری میں پایا جاتا ہے، مگر یہ دونوں صفراء انسان میں غیر طبعی ہیں، ہاں بعض جانوروں کا طبعی صفراء سبز ہی ہوا کرتا ہے۔

خفیف ——— صفراء کی خِفّت و لطافت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وزن بہ مقابلہ خون کے ہلکا ہے۔

حَادّ ——— صفراء کی حِدّت کا ثبوت یہ ہے کہ "جسے صفراوی قے ہوتی ہے، وہ اپنے منھ اور معدہ میں جلن اور سوزش پاتا ہے، اور جسے صفراوی دست آتے ہیں، وہ یہی کیفیت اپنی مقعد میں محسوس کرتا ہے"۔ (نفیس)۔

صفراء غیر طبعی صفراء غیر طبعی کو **صَفْرَاءِ مُتَغَیِّر** بھی کہا جاتا ہے۔ ہر خلط کے غیر طبعی ہونے کے اُصول پر صفراء کے غیر طبعی ہونے کی بھی دو ہی صورتیں ہیں:

(۱) کوئی بیرونی شئے اس کے ساتھ مل جائے۔

(۲) کوئی تغیّر خود صفراء کے اندر واقع ہو۔

یہ ظاہر ہے کہ جب کسی طرح صفراء میں تغیّر لاحق ہو جائے گا، تو جو فوائد

اوپر بتائے گئے ہیں، وہ کماحقہٗ با قطعاً اس سے حاصل نہ ہوں گے۔

صفراء کے غیر طبعی ہونے کی صورتیں

(۱) صفراء مُحّیَّہ | صفراء کے غیر طبعی ہونے کی وجہ یا یہ ہوتی ہے کہ وہ غلیظ بلغم کے ساتھ مل جاتا ہے؛ ایسے صفراء کو صفراء مُحِّیَّہ کہتے ہیں۔ (مُح: انڈے کی زردی)۔

(۲) مرّۂ صفراء | یا وہ رقیق بلغم کے ساتھ مل جاتا ہے، جسے مِرّۂ صفراء کہتے ہیں۔

(۳) صفراء مُحترِقہ | یا وہ جلے ہوئے سوداء (سوداء احتراقی) کے ساتھ مل جاتا ہے، جسے صفراء مُحتَرِقَہ کہتے ہیں۔
(اِحتراق: جل جانا۔ متغیر ہو جانا)۔

(۴)،(۵) صفراء کُرّاثی و زنجاری | یا یہ کہ صفراء بذاتِ خود جل جائے، جسے صفراء کُرّاثی اور زَنجاری کہتے ہیں۔ (زَنجار: زنگار)

انتباہ: صفراء زنجاری میں چونکہ احتراق زیادہ اور شدید ہوتا ہے، اس لئے یہ زہر دل کے مشابہ ہے۔ (رشی)

مرّۂ صفراء کی اصطلاحی وسعت | اس موقعہ پر مرّۂ صفراء کا لفظ ایک خاص غیر طبعی قسم پر اطلاق کیا گیا ہے، مگر یہ ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کہ یہ لفظ عام صفراء کے لئے بہ کثرت مستعمل ہے۔ چنانچہ صاحبِ کامل، ابوسہل مسیحی، اور دیگر مصنفین کے استعمالات کا اگر مطالعہ کیا جائے، تو اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

یعنی صاحبِ کامل اور ابوسہل نے گو صفراء غیر طبعی کی اس قسم کا ذکر کیا ہے، جس میں بلغم رقیق صفراء کے ساتھ مل جاتا ہے مگر ان دونوں حضرات نے اس کا کوئی نام نہیں بتایا ہے، اور جہاں کہیں "مرّۂ صفراء" کا لفظ

استعمال کیا ہے، وہاں اس سے اِن کی مراد خلط اصفر، یعنی عام صفراء ہے *
صفراء محّیّۃ اور مرّہ صفراء کا مقام پیدائش حسب زعم شیخ و صاحبِ کامل سبز جگر ہے، اگرچہ معدہ اور امعاء میں بھی ان کا تولد ممکن بنایا گیا ہے *
لیکن صحیح یہ ہے کہ جہاں بلغم و صفراء کو باہم مخلوط ہونے کا موقعہ مل سکتا ہے، وہاں یہ پیدا ہو سکتے ہیں *

صفراء کرّاثی (۱) بعض اوقات نقولات (سبزیوں) کے استعمال سے صفراء کا رنگ بدل جاتا، اور کرّاثی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کم خطرناک اور قلیل الحرارۃ ہوتا ہے (کامل و دوائے طب) *
(۲) گاہے صفراء کراثی معدہ میں رقیق بلغم کے احتراق سے پیدا ہوتا ہے * (دوائے طب) *
(۳) ابو سہل مسیحی لکھتے ہیں:
"صفراء غیر طبعی کی ایک قسم معدہ میں پیدا ہوتی ہے، جس کا رنگ سبز ہوتا ہے، اس میں حِدّت اور لذع ہوتی ہے، اس کا نام کرّاثی ہے"*
"علیٰ ہذا صفراء غیر طبعی کی ایک اور قسم ہے، جو کراثی اور مرہ حمراء (لال پت) سے اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب اِس میں بہ شدت احتراق و حِدّت لاحق ہو جاتی ہے، اس کا رنگ اور اس کی طبیعت زنجار (زنگار) کے مانند ہوتی ہے"

صفراء کرّاثی و زنجاری میں فرق اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ کرّاثی میں سبزی گہری ہوتی ہے، جو کاہی رنگ سے مشابہ ہوتی ہے، اور زنجاری میں ہرا رنگ کھُلا اور صاف ہوتا ہے، جیسے دھانی رنگ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے *
کرّاث گندنے کو کہتے ہیں، جس کے پتے پیاز کے پتوں کے مانند ہوتے ہیں *

سوداء

خلطِ سوداوی ——— مِرّۂ سوداء

"سوداء کے ساتھ بھی بدن کے چند فوائد وابستہ ہیں"۔ (نفیس)

سوداء کا مزاج:

سوداء کا مزاج سرد و خشک (بارد رطب) ہے۔ (قرشی)

شیخ الرئیس نے قانون (بحث اخلاط) میں سوداء کے مزاج (بارد یابس) کا صراحۃً ذکر نہیں کیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ کو شائد اس میں کوئی تامّل تھا؛ ——— یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جنس سوداء کی بعض قسمیں اگر بارد ہیں تو بعض قسمیں حار۔

اگر **علامہ قرشی** قانون کے اس خلاصہ میں شیخ کا رویہ اختیار کرتے، تو زیادہ مناسب ہوتا۔ اس کے برعکس **ابوسہل** مسیحی نے سوداء کو حار لکھا ہے، اور بتایا ہے کہ اس کی حرارت صفراء سے کم اور خون سے زیادہ ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ طبعی سوداء کا بارد ثابت کرنا ذرا دشوار ہے۔

سوداء کے فوائد

(۱) سوداء کا فائدہ یہ ہے کہ یہ خون کو گاڑھا کرتا ہے (تغلیظِ قوام)۔

(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہڈی (کرّی وغیرہ) کے مانند بعض اعضاء کے تغذیہ میں داخل ہوتا ہے (تغذیۂ اعضاء)۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کچھ سوداء فم معدہ پر گر کر بھوک جگاتا، اور کھانے کی خواہش کو بھڑکاتا ہے (تشہیۂ طعام)۔

تغلیظِ قوام: اس سے مراد یہ ہے (جیسا کہ بلغم و صفراء میں بتایا گیا ہے) کہ خون کا موجودہ معتدل قوام اس کے مختلف اجزاء کی آمیزش سے حاصل ہوا ہے؛ رقیق اجزاء سے اگر قوام میں رقت حاصل ہوئی ہے، تو غلیظ اجزاء سے غلظت، چنانچہ خون کے رقیق اجزاء مائیت اور صفراء ہیں، اور غلیظ اجزاء بلغم و سوداء۔

تغذیۂ اعضاء: اس سے مراد یہ ہے کہ سوداء بعض اعضاء کے تغذیہ میں بلحاظ مزاج خاص خون کے ساتھ شریک ہو کر داخل ہو جاتا ہے، جیسا کہ صفراء اور بلغم کی بحث میں آچکا ہے۔ میرے نزدیک اُن لوگوں کا مسلک صحیح ہے، جو اس امر کے قائل ہیں کہ کم و بیش تمام اخلاط مختلف اعضاء کے تغذیہ میں صرف ہوتے ہیں؛ یعنی بعض اعضاء ایسے مزاج و ترکیب کے بھی ہیں، جن کے تغذیہ میں سوداء کا کوئی جزء شریک ہوتا ہے، مثلاً طبقۂ مشیمیہ، عنبیہ، طحال، ہڈی کا مغز، بال، بشرۂ جلدیہ، علی الخصوص سیاہ فام اور سانولے لوگوں کی جلد —— علیٰ ہذا دماغ کے بعض اجزاء وغیرہ۔

یہ اعضاء و اجزاء تو وہ ہیں، جن میں کم و بیش سیاہی پائی جاتی ہے۔ رہے وہ اعضاء جن میں سوداء متغیر ہو کر اور رنگ بدل کر داخلِ تغذیہ ہوتا ہے، اُن کا گننا، اور اُن میں تغذیۂ سوداویہ کا ثابت کرنا دشوار ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہنا کہ ہڈی، کُرّی، اور رباط وغیرہ کے تغذیہ میں خون کے دیگر اجزاء کے ساتھ سوداء داخل ہوتا ہے یا نہیں، مشکل ہے؛ مگر متقدمین نے مثال میں ان تینوں اعضاء کا ذکر کیا ہے۔

تشہیۂ طعام: بھوک کس طرح لگتی ہے، اس بارہ میں دو خیال ہیں:

(۱) حُنَین بن اِسحٰق قائل ہیں کہ معدہ میں ایک ترش رطوبت (حُمُوضَتِ مِعْدِیَّہ) ہوتی ہے، جس کے ذریعہ بھوک لگتی ہے۔ اس خیال کی تائید آسان ہے، مگر سوال حل طلب ہے کہ آیا اس کا کوئی تعلق خلطِ سوداء سے ہے؟

(۲) عام طور پر یہ مشہور ہے کہ طحال سے بواسطۂ عنق الطحال (...)

ایک ترش رطوبت روانہ ہو کر معدہ تک پہونچتی ہے، جو بھوک لگاتی ہے ۔
یہ ترش رطوبت کس خلط سے اور کہاں بنتی ہے؟
اس کے متعلق دوسرے گروہ کے لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہ سوداء سے طحال میں بنتی ہے ۔
اس دوسرے خیال کی تائید دشوار ہے، اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بالقراس (عنق الطحال) سے ایک رطوبت معدہ تک ضرور پہونچتی ہے ۔

سوداء طبعی و غیر طبعی :
سوداء طبعی خون کا دُردِی (گاد - تلچھٹ) ہے ۔
سوداء غیر طبعی ہر ایک خلط کے جل جانے (احتراق و تغیر) سے، خواہ کوئی خلط بھی ہو، حتیٰ کہ خود سوداء کے متغیر ہو جانے سے بن جایا کرتا ہے ۔ (علامہ قرشی) ۔

سوداء غیر طبعی اور ہر خلط کا احتراق
"سوداء غیر طبعی ہر خلط کے احتراق سے پیدا ہوا کرتا ہے"!

احتراق سے مراد غیر طبعی تغیر ہے، یعنی وہ استحالہ جو بہ لحاظ کمیت مفرط ہو، یا بہ لحاظ کیفیت مجرائے طبعی کے خلاف ہو ۔
ہر خلط کے احتراق سے سوداء کے پیدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح خون (حمراء) کا متغیر ہو کر سیاہ ہو جانا ممکن ہے، اسی طرح صفراء اور بلغم میں بھی اس قسم کا استحالہ (تبدیلی) ہو سکتا ہے کہ ان کے مادّہ میں سیاہی لاحق ہو جائے ۔
سوداء طبعی کے احتراق سے مراد یہ ہے کہ اس کے طبعی مزاج میں کوئی تغیر لاحق ہو جائے، جس سے اس کی کیفیت اور حالت بدل جائے، لیکن اس صورت میں سیاہی بدستور باقی رہے گی ۔ یعنی طبعی سوداء جس طرح سیاہ ہوا کرتا ہے، اسی طرح غیر طبعی سوداء بھی، جو اس سے بنے گا، سیاہ ہی ہوگا ۔
اس طرح سودائے غیر طبعی کی چار قسمیں ہیں :

(۱) سوداء صفراوی	(۲) سوداء بلغمی
(۳) سوداء دموی	(۴) سوداء سوداوی

(۴) اعضأ

سات امور طبیعہ میں سے چوتھی جز "اعضاء" ہیں۔ (وسی)

اعضاء کے علم کا نام "تشریح" ہے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بدن کے سیال اجزاء، اگر اخلاط کہلاتے ہیں، اور بخاری اجزاء، ارواح، تو بدن کے جامد اجزاء اعضاء کہلاتے ہیں، جو اپنی شکل کی حفاظت خود آپ کرتے ہیں، اور جن میں نہ رطوبات کی طرح بہنے، اور نہ ارواح کی طرح منتشر ہونے کی بالفعل قابلیت ہوتی ہے۔

اعضاء مفردہ اور اعضاء مرکبہ:

اعضاء کی دو قسمیں ہیں: اعضاء مُفرَدَہ —— اعضاء مُرَکّبہ۔ (وشی)

اعضائے مفردہ وہ اعضاء ہیں، جن کے اجزاء بظاہر یکساں اور مشابہ نظر آتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو اعضاء مُتَشَابِهَةُ الاَجْزَاء (ایک جیسے اجزاء کے اعضاء) اور اعضاء بَسِيْطَه (سادہ اعضاء) بھی کہا جاتا ہے۔

بیشتر اعضائے مفردہ درحقیقت مختلف اجزاء سے مرکب ہی ہیں، مگر چونکہ وہ اجزاء نمایاں طور پر محسوس نہیں ہوتے، اس لئے انہیں مفردات ہی میں شمار کرتے ہیں، مثلاً وَتر، غشاء، ورید، شریان، وغیرہ۔

جالینوس کہتا ہے کہ اگر کسی ایسے عضو کو، جس میں تھوڑی سی بھی ترکیب ہو،

اعضاء مفردہ میں شمار کیا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے *

اعضائے مُرکّبہ وہ ہیں، جو ان ہی اعضاء مفردہ سے بنے ہیں، اور جن کی ترکیب میں یہ مختلف اجزاء نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں اعضائے مرکبہ کو **اعضاء آلیہ** بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اعضاء ترکیب کے بعد ہی بدنی افعال کے لئے آلہ بنا کرتے ہیں * (اسیح) *

اعضاءِ مُفرَدہ یہ ہیں:

(۱) ہڈّی (عَظم)؛	(۲) کُرّی (غُضرُوف)؛
(۳) رِباط (بند)؛	(۴) عَصَب (پٹھہ)؛
(۵) وَتر (نس)،	(۶) جھلّی (غِشاء)؛
(۷) گوشت (لحم)؛	(۸) شحم وسَمین (چربی و روغن)،
(۹) شرائین،	(۱۰) آورِدَہ، (ورید)*

ان اعضائے مفردہ میں بعض مصنّفین (صاحب کامل و ابوسہل) نے (۱۱) مُخ (گودہ، مغز) (۱۲) ناخن (ظُفر) اور (۱۳) بال (شَعر) کا بھی اضافہ کیا ہے، جو قطعاً مناسب اور بجا ہے *

ہڈّی (عَظم: عِظام: ہڈیاں)

ہڈی وہ سفید اور سخت عضو ہے، جس میں اس حد تک سختی ہوتی ہے کہ اُسے موڑا نہیں جا سکتا (نفیس)، یعنی ہڈی میں مڑنے کی صلاحیت تمام اعضاء سے کم ہے *

ہڈی کے منافع (۱) ہڈیاں بدن کے لئے بنیاد اور حرکات کے لئے سہارا ہیں، ان کے باہم اتصال سے ایک سخت ڈھانچہ تیار ہوتا ہے، جس میں اکثر مقامات پر حرکت کرنے والے جوڑ ہیں (مَفَاصِل سلسلہ) *

(۲) بعض ہڈیاں رئیس و شریف اعضاء کی حفاظت کرتی ہیں، مثلاً

کھوپڑی اور سینہ کی ہڈیاں ۔

(۳) بعض ہڈیاں دوسرے اعضاء کو (مثلاً عضلات و رباطات کو) سہارا پہنچتی ہیں، مثلاً عظم لامی ۔

(۴) بعض ہڈیاں جوڑوں کے درمیان کی خلاء کو اس طرح پُر کرتی ہیں کہ عضلات کے اوتار اور ہڈیوں کے درمیان جو رگڑ واقع ہوتی ہے، اس کی اصلاح ہو جائے، اور ان کی حرکت میں کوئی فرق واقع نہ ہو، مثلاً عظام سمسانیہ ۔ (تل جیسی ہڈیاں۔ سِمْسِم = تل) ۔

(۵) بعض ہڈیاں دوسرے اہم اعضاء کے افعال مخصوصہ میں امداد کرتی ہیں، مثلاً کان کے اندر کی چھوٹی چھوٹی سماعت کی ہڈیاں (عُظَيْمَاتُ السَّمْعِ)، جو فعل سمع میں امداد کرتی ہیں ۔

(۶) بعض ہڈیاں ایسے راستے بناتی ہیں، جو برابر کھلے رہیں، مثلاً ناک کی ہڈیاں ۔

کُرّی (غُضْرُوف : غَضَارِیف)

کُرّی گویا ایک نرم ہڈی ہے، جس میں نرمی اور لچک ہڈی سے زیادہ، مگر دوسرے اعضاء سے کم ہوتی ہے ۔

کُرّی کے منافع (۱) نرم اور سخت اعضاء کا حُسنِ اتصال، مثلاً پسلیوں کی کُرّیاں، اور غضروف خنجری۔ کُرّیاں چونکہ سخت ہونے کے باوجود مڑنے کی قابلیت رکھتی ہیں، اس لئے سخت و نرم اعضاء کے درمیان یہ بہترین واسطۂ اتصال بن جاتی ہیں۔ پھر خوبی یہ ہے کہ لچک کے باعث چوٹ اور دباؤ سے یہ ٹوٹتی پھوٹتی بھی نہیں ہیں ۔

(۲) متحرک جوڑوں میں مفصلی سطوح کا بنانا، تاکہ وہ آسانی کے ساتھ حرکت کر سکیں۔ ایسی سطحوں کو ایک لیسدار رطوبت سے چکنا بھی کر دیا گیا ہے، تاکہ حرکت میں مزید سہولت پیدا ہو جائے ۔

(۳) بعض نرم و نازک اعضاء کو ڈھانکنا، مثلاً پپوٹے، جو آنکھ کے

لئے ڈھکنے کے مانند ہیں، جو عضلات کی امداد سے حسب ضرورت کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں ؛

(۴) کھلے راستوں کا بنانا، مثلاً حنجرہ اور قصبۃ الریہ (ہوا کی نالی) کی ترکیب میں کرّیاں رکھی گئی ہیں، جن کی نالیاں تنفس کے لئے ہمہ دم کھلی رہتی ہیں۔ ان میں ہڈی کے بجائے کری یہ ہے کہ اگر یہاں ہڈیاں ہوتیں، تو وہ اپنی سختی کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ سکتی تھیں، مگر کرّیوں میں اس قسم کا اندیشہ نہیں ——— ناک اور کان کی کرّیاں بھی اسی حکم میں داخل ہیں ؛

رباط و عَقَب

رباط ایک سفید اور لچکدار عضو ہے، جو دیکھنے اور چھونے میں اعصاب سے مشابہ (عصبانی) ہوتے ہیں (سیح) ؛

رباط کو "رباط" اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا مقصد ربط (بندش) یعنی ایک ساخت کو دوسری ساخت سے باندھنا ہے۔ علامہ نفیس کہتے ہیں:

"رباط کا کام ایک چیز کو دوسری چیز سے باندھنا ہے"؛

رباط کے منافع (۱) رباط کی مشہور ترین اور ظاہر ترین منفعت ایک ہڈی کو دوسری ہڈی سے باندھنا ہے، جس سے مفصل کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو جس طرح رباط کہتے ہیں، اسی طرح اسے عَقَب بھی کہتے ہیں ؛

عَقَب۔ کمان کی تانت، جس سے کمان ٹوٹنے سے محفوظ رہتی ہے ؛

(۲) "رباط اور عصب دونوں شاخ در شاخ اور ریشہ ریشہ ہو کر باہم خانہ دار جال سا بناتے ہیں۔ پھر ان شاخوں اور ریشوں کے درمیان کی فضائیں اور خلائیں گوشت (لحم عضلی) سے پُر ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ایک عضلہ بن جاتا ہے" (نفیس) ؛

(۳) اوتار کی ساخت میں بھی بیشتر رباطی جوہر ہی ہوا کرتا ہے، یعنی اوتار کے بنانے میں بھی رباط شریک ہوتا ہے، جس میں عصبی ریشے بھی

شریک ہوتے ہیں ۔ (نفس) ۔

(۴) جھلّیوں کی ترکیب میں بھی رباطات شریک ہوتے ہیں، جن میں حسب موقعہ اعصاب کے ریشے کم و بیش پائے جاتے ہیں ۔ (نفس) ۔

(۵ - ۶) یہ معلوم ہے کہ شریانوں اور وریدوں کی ساخت میں بھی رباطی جوہر پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ علامہ نفیس نے تصریح کی ہے کہ "شریانیں اور وریدیں رباط و عصب سے مرکب ہوتی ہیں"۔

الغرض دنیائے بدن میں رباطی جوہر کا جال بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے، ایسا کہ اس جال سے کوئی عضو بچا ہوا نہیں ۔

عَصَب (اَعْصَاب)

اَعْصَاب (پٹھے) وہ سفید اور لچکدار اعضاء ہیں، جو مڑنے میں نرم مگر ٹوٹنے میں سخت ہوتے ہیں ۔ یہ دماغ سے اُگے ہیں، یا نخاع سے، جن کی وجہ سے اعضاء میں حس و حرکت کی قوت حاصل ہوتی ہے ۔ (سدید) ۔

اعصاب کے منافع اعصاب کی سب سے بڑی منفعت یہ ہے کہ "ان کی وجہ سے اعضاء میں حسّ اور حرکت کی قوت حاصل ہوتی ہے"۔ (سدید) ۔

یعنی حس و حرکت کا مبداء اگرچہ دماغ و نخاع ہے، لیکن دماغ و نخاع اور اعضاء کے درمیان اعصاب کی مخصوص ڈوریاں واقع ہیں، جن سے ان دونوں کے درمیان عصبی تعلق پیدا ہوجاتا ہے ۔

وَتَر (اَوْتَار)

بیشتر عضلات میں ایک حصہ لحمی اور سرخ نظر آتا ہے، جو حقیقی **عَضَلہ** ہے، اور دوسرا حصہ سفید، اسی سفید حصہ کو وَتَر (نس) کہا جاتا ہے، جو عموماً عضلہ کے کسی ایک یا دونوں سرے پر پایا جاتا ہے ۔ علیٰ ہذا ان سروں پر گاہے وَتَر ایک ہوتا ہے، اور گاہے دو، یا زیادہ ۔

وَتَر کی ترکیب میں رباط و عصب دونوں داخل ہیں ـــــ رباطی الیاف

زیادہ، اور عصبی الیاف کم، لیکن یہ دونوں سفید اجزاء ایسے ملے جلے ہوتے ہیں کہ آنکھوں سے بہ ظاہر ایک دوسرے سے ممتاز نظر نہیں آتے، اسی وجہ سے ان کو اعضائے مفردہ میں شمار کیا گیا ہے۔

جھلّی : غشاء (اَغْشِیَہ : جھلّیاں)

اَغْشِیَہ (جھلیاں) وہ رقیق اور چوڑے اجسام ہیں، جو باریک باریک عصبانی ریشوں سے بُن کر تیار ہوتے، اور دوسرے اجسام (اعضاء) کی سطحوں کو اندر یا باہر سے ڈھانکتے، اور اُن کے ساتھ چند منافع کے لئے چلتے ہیں۔

"عصبانی ریشوں" سے مراد وہ ریشے ہیں، جو چھوٹے اور دیکھنے میں اعصاب جیسے سفید اور لچک دار ہوتے ہیں۔

اقسام | بہ لحاظ نوعیت افعال جھلیوں کی ساخت میں کم و بیش اختلاف پایا جاتا ہے:

(۱) رباطی جھلّیاں: ان میں اعصاب بہت ہی کم یا قطعاً معدوم ہوتے ہیں، یعنی یہاں یہ جھلیاں گویا خالصاً رباطی جوہر پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایسے مقامات میں ان کا بڑا فعل، اعضاء کو سہارا بخشنا، اور ان کو متصلہ اجزاء سے باندھنا ہے، مثلاً عضلات کی جھلّیاں (لَفَائِف)، اور اَوْتَارِ عَرِیْضَہ (چوڑے وتر)۔

(۲) عُرُوقی جھلّیاں: ان میں حسب مصلحت تغذیہ، عروق کی بہت کثرت ہوتی ہے، مثلاً جنین کا پردۂ مَشِیْمِی، آنکھ کا طبقۂ مَشِیْمِیَّہ، دماغ کی اُمِّ رقیقہ۔

(۳) عَصَبی جھلّیاں: ان میں حسب مقتضائے مقام اعصاب کی کثرت ہوتی ہے، مثلاً آنکھ کا طبقۂ مُلْتَحِمَہ، اور طبقۂ شَبَکِیَّہ، اور کان کا پردہ (غِشاءِ صِماخی: طبلی)۔

جھلّی کے منافع | (۱) جس عضو پر جھلّی استر کرتی ہے، اس کی شکل کو اصلی

ہئیت پر قائم رکھتی ہے، مثلاً دماغ کی جھلیاں (نص) —— اور آنکھ کا طبقۂ صلبیہ ٭

(۲) جس عضو پر یہ استر کرتی ہے، اُسے دوسرے عضو کے ساتھ (باندھکر) لٹکا دیتی ہے، مثلاً گردے (پردہ یا ربطوں کے ذریعہ) ریڑھ سے لٹکے ہوئے ہیں ٭ (نص) ٭

اسی طرح جگر، طحال، معدہ، امعاء، قلب، پھیپھڑے وغیرہ کی جھلیاں بھی ان اعضاء کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھنے میں معاون ہوتی ہیں ٭

(۳) بعض اعضاء میں قوت حسّاسہ معدوم ہوتی ہے، (یا ان میں قدرتی مصالح سے قوت حس کمزور رکھی گئی ہے) ایسے اعضاء پر ذی حس جھلی استر کرکے ان میں ایک حساس سطح بنا دیتی ہے، مثلاً پھیپھڑے ٭ (نص) ٭

یہی حال جگر، طحال، گردے وغیرہ کا بھی ہے، ان اعضاء کی جھلیاں اصل اعضاء کے جوہر کے مقابلہ میں نہایت ذکی الحس (عصبی) ہیں ٭

(۴) بعض جھلیاں سخت اور نرم عضو کے بیچ میں حائل ہو جاتی ہیں، جس سے نرم عضو سخت عضو (کی سختی) سے کوئی ضرر نہیں پا سکتا، مثلاً دماغ کی دونوں (مائیں) —— اُمِّ رَقِیقَہ، اور اُمِّ غَلِیظَہ، یہ دونوں جھلیاں بھیجے اور کھوپڑی کی ہڈی کے درمیان حائل ہیں)، (اُم: ماں —— اُمَّین: دو ماں) (نص) ٭

(۵) جس عضو پر جھلی استر کرتی ہے، اس کو مضرتوں سے بچاتی ہے (یعنی فضلۂ غذائیہ وغیرہ کی آفات سے مصئون و محفوظ رکھتی ہے)، مثلاً مری، معدہ، (امعاء، قصبۂ ریہ وغیرہ) کی جھلیاں ٭ (نص) ٭

ان کی اندرونی سطح پر غشاء بلغمی یا مخاطی کا استر ہوتا ہے، اور ان کی بیرونی سطح پر غشاء مائی یا طلّی کا، بول و براز اور دیگر اجسام غریبہ کی ملاقات اندرونی سطح سے ہوا کرتی ہے، جہاں اگر یہ لیسدار جھلی نہ ہو تو نہ معلوم کیا مصیبت لاحق ہو ٭

غشاء بلغمی (غِشاءِ مُخَاطی) نسبتاً دبیز ہوتی ہے،

جس کی سطح ایک لیسدار بلغمی رطوبت سے لتھڑی رہتی ہے۔ (مُخَاط: ناک کا بلغم، رینٹھ)۔

غِشَاء هَائِیۡ (طَلّی)، بہت رقیق اور نیم شفاف ہوتی ہے، جو پانی جیسی رقیق رطوبت سے تر رہتی ہے۔ سینہ اور شکم کے جوف میں اعضاء کی بیرونی سطحوں پر اسی جھلّی کا استر ہوتا ہے (ھَاء: پانی۔ طَلّ: شبنم)۔

(۶) بعض جھلیوں میں رگیں جال بناتی ہیں، (**عروقی جھلیاں**) جو جنین کے تغذیہ کی خدمت انجام دیتی ہیں، مثلاً غشاء مشیمی (جو جنین پر لپٹی ہوئی ہوتی ہے، اور جس میں عروق کا گھنا جال ہوتا ہے)۔ (نفیس)۔

(۷) بعض جھلّیاں اعضاء کو جدا جدا اجزاء میں اور متعدد حصص میں تقسیم کر دیتی ہیں، جس سے فائدہ یہ پہونچتا ہے کہ اگر کوئی آفت ان اعضاء میں لاحق ہو، تو وہ سارے میں پھیلنے نہ پائے۔ مثلاً وہ جھلّی جس نے دماغ اور نخاع کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، (اس لئے اگر دائیں حصے میں کوئی آفت لاحق ہوگی تو بایاں حصہ بچا رہے گا، وعلیٰ ہذا القیاس برعکس)۔ (نفیس)۔

(۸) بعض جھلّیاں دیگر منافع کے علاوہ بدنی حرارت کی حفاظت کرتی ہیں، اور اسے تحلیل ہونے سے روکتی ہیں، مثلاً صفاق، یعنی شکم کا پردہ باریطون (نفیس) جس سے ثرب بنتا ہے، اور وہ جھلّی جو جلد کے نیچے پائی جاتی ہے، اور جس کے اندر کافی مقدار میں چربی ہوتی ہے۔

(۹) بعض جھلّیاں شریف اعضاء تک مکدّر (اور گندے) بخارات کو جانے سے روکتی ہیں، مثلاً حجاب حاجز۔ (نفیس)۔

حجاب حاجز گو تنفس کے لئے ایک ضروری عضلہ ہے، مگر یہ جھلّی کی صورت میں پھیل کر اعضائے صدر اور اعضائے شکم کے درمیان حائل ہے، جس سے ضمنی طور پر یہ فائدہ پہونچتا ہے کہ باورچی خانہ (معدہ وامعاء) کی گندگیوں سے قلب و شش جیسے شریف اعضاء دور رہیں۔

(۱۰) بعض جھلّیوں سے ایسی رطوبات کا ترشح ہوتا ہے، جو دوسری چیزوں کے ہضم و تغیّر میں امداد کرتی ہیں، مثلاً منہ، مری، معدہ اور امعاء کی

حصلیاں جس کے اندر قوت ہاضمہ پائی جاتی ہے، جیسا کہ ابوسہل، صاحب کامل اور شیخ وغیرہ نے بحث ہضم میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۱۱) طبقۂ عنبیّہ (قُزَحِیّہ) بھی ایک جھلی ہے، جو آنکھ کی پتلی (ثقبۂ عنبیّہ) کو حسب ضرورت تنگ اور فراخ کیا کرتی ہے۔

(۱۲) اسی طرح طبقۂ مشیمیّہ اگرا پنے عروق کے ذریعہ اجزاء چشم میں سامان غذا فراہم کرتا ہے، تو اپنی سیاہی کی وجہ سے نور کا انجذاب کرکے فعل بصر میں امداد کرتا ہے۔

لَحم (گوشت)

مبحث مزاج کے ذیل میں لکھا گیا ہے کہ اطبائے قدیم نے لَحم کے مفہوم کو کافی وسیع رکھا ہے۔

(۱) عضلات کے اندر لحم عضلی پایا جاتا ہے، جس کا بڑا کام متعلقہ اعضاء کی تحریک ہے۔

(۲) گلٹیوں کے جوہر میں لحم غُدّی (یا: لَحمِ غُدَدِی) پایا جاتا ہے، جس کا کام مخصوص رطوبات کی تولید ہے۔

(۳) مسوڑھوں کو اطباء لحم الاسنان (دانتوں کا گوشت) کہتے ہیں۔

(۴) پھیپھڑے کے مخصوص جوہر کو بھی اطباء لحم الرّیہ کے نام سے ذکر کیا کرتے ہیں۔

(۵) شیخ الرئیس کے نزدیک شحم وسمین (چربی و روغن) بھی لحم میں شامل ہے۔ آملی

لحم عضلی کے منافع (۱) لحم عضلی کا سب سے بڑا کام اعضاء کی تحریک ہے، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔

(۲) لحم براہ راست (بالذّات) بدن کو گرم کرتا ہے، بدنی حرارت کو جسم کے اندر بند کرکے اکٹھا کرتا ہے۔ (نفیس)

"بدن کے عضلات بالذّات مسخن ہیں" یعنی گوشت براہ راست خود گرم ہے، اور بہت بڑی مقدار میں اس کے اندر حرارت پیدا ہوتی ہے، خصوصاً جب عضلی ورزش زیادہ کی جاتی ہے۔

الغرض بدنی حرارت کی تولید اور اس کے قیام میں بدن کے گوشت کا خاص حصّہ ہے۔

(۳) گوشت اُن رخنوں کو پُر کرتا ہے، جو اعضاء (اعضاءِ بسیطہ) کے درمیان واقع ہیں، جس سے ان اعضاء کی وضع اس طرح محفوظ رہتی ہے کہ حرکت کی قدرت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا (نفیس)۔

(۴) گوشت بعض اعضاء کو بیرونی صدمات سے بچاتا ہے، نیز گوشت بعض اعضاء کو (نرم و نازک اعضاء کو) دوسرے سخت اعضاء کی ملاقات کی مضرت سے بچاتا ہے (نفیس)۔

(۵) بعض اعضاء کے لئے گوشت فرش اور گدیلے کا کام دیتا ہے، مثلاً ران کا گوشت، (سُرین کا گوشت)۔ (نفیس)۔

(۶) گوشت کی وجہ سے اعضاء کی شکل وصورت میں حُسن وخوبی (موزوں تناسب) حاصل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ دق کے مریضوں میں گوشت کی کمی (اور لاغری) کی وجہ سے ان کی شکل بگڑجاتی ہے۔ (نفیس)۔

(۷) بدن کا گوشت بیرونی حرارت وبرودت کو اندرون بدن میں نفوذ کرنے سے باز رکھتا ہے۔ (نفیس)۔

لحم کے پہلے دونوں فوائد (تحریک وتسخین) بہت اہم اور خصوصی ہیں۔

لحم غددی کے منافع لحم عضلی کے بعد لحم غددی (گلٹیوں کے گوشت) کے منافع علامہ محمود آملی نے مختصراً اس طرح قلمبند کئے ہیں:

(۱) "بعض گلٹیاں ایک ایسی رطوبت پیدا کرتی ہیں، جو بقائے نوع (اور حفظِ نسل) کے لئے ضروری ہیں، مثلاً اُنثیین کا گوشت، جو رطوبت منویہ پیدا کرتا ہے" (آملی)۔

اسی طرح وہ تمام گلٹیاں اس زمرہ میں شریک ہیں، جو بقائے نوع سے کسی طرح

تعلق رکھتی ہیں، مثلاً عورتوں میں حصۃ الرحم، چھاتیاں، اور مردوں میں غدۂ مذی اور غدۂ ودی وغیرہ ۔

(۳) بعض گلٹیاں کوئی ایسی رطوبت پیدا کرتی ہیں، جو کسی طرح بدن انسان کے تغذیہ سے، یا کسی دوسری منفعت سے تعلق رکھتی ہے، مثلاً تھوک کی گلٹیاں ۔

شَحم وسَمِین (چربی اور رواج)

شحم وسمین وہ سفید نرم اجسام ہیں، جن کے اندر روغنی مادّہ (ھادّہ دَسِمَہ، دُسُومَت) کا ذخیرہ ہوتا ہے ۔

"یہ زیادہ تر جھلیوں اور عصبی اعضاء (رباطی اعضاء) پر پائے جاتے ہیں"۔ (نفیس) سمین درحقیقت ایک قسم کی شحم (چربی) ہی ہے، جیسا کہ ابو سہل مسیحی کے قول سے ظاہر ہے ۔

شحم کے منافع چربی کے بیشتر منافع اُس روغنی مادہ سے وابستہ ہیں، جو اس کے خانوں میں ذخیرے کے طور پر جمع رہتا ہے ۔

(۱) بحث مزاج اعضاء میں بتایا گیا ہے کہ شحم وسمین دراصل گرم ہیں (شیخ) اور چربی بدن میں اس طرح حرارت پیدا کرتی ہے، جس طرح سوکھے تنکے اور گھاس پھونس آگ میں ڈالنے سے بھڑک اٹھتے ہیں ۔ (آملی)

اسی مدعا کی طرف علامہ نفیس کرمانی اس طرح اشارہ کرتے ہیں کہ :۔

"چربی اپنی دُہنیت (چکنائی) کے باعث دوسرے اجسام سے حرارت بہت زیادہ قبول کر لیا کرتی ہے، ـــــ یہی وجہ ہے کہ یہ آگ سے جل جایا کرتی ہے"۔

یعنی باہر اگر روغنی مادّہ آگ سے مشتعل ہو جایا کرتا ہے، تو بدن کے اندر بھی اس مادّہ کی نوعیت یہی ہے، یعنی گھاس پھونس کی طرح یہ بدن کے اندر مشتعل ہو جایا کرتی ہے، جس سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہوتی رہتی ہے ۔

(۲) چونکہ بدن کے اندر ہضم و تغیر میں بدنی حرارت معین ہوتی ہے،

اس وجہ سے چربی کو فاضل نفس نے "مُعین ہضم" لکھا ہے ٭

(۳) چربی کے بارے میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ "چونکہ اس میں ایک مخصوص قسم کی لزوجت (لیس) ہوتی ہے' اس لئے جو حرارت اس کے مادّے میں حاصل ہوتی ہے' وہ اس میں (دیر تک) محفوظ رہتی ہے" (نفس) ٭

تجربہ شاہد ہے کہ روغن اور گھی وغیرہ گرم ہونے کے بعد جلد ٹھنڈے نہیں ہوتے' کیونکہ یہ حرارت کو اپنے جسم کے اندر دیر تک روکے رکھتے ہیں ٭

(۴) جن اعضاء پر چربی پیدا ہوتی ہے' ان کو اپنی چکنائی کی وجہ سے نرم اور تر رکھتی ہے ٭ (نفس) ٭

(۵) چربی بھی حُسن و جمال پیدا کرنے میں لحم کی شریک ہے۔ (نفس) ٭

(۶) علیٰ ہٰذا لحم کی طرح یہ اعضاء کو بیرونی حرارت و برودت کے ضرر سے اور بیرونی صدمات سے بچاتی ہے۔ (نفس) ٭

(۷) اعضاء کو اپنی چکنائی (رطوبت دُہنیہ) سے نرم اور تر رکھتی ہے' جس سے ان میں جلد خشکی لاحق نہیں ہونے پاتی ٭

اَوْرِدَہ (ورید کی جمع)

وریدیں عصبانی جوہر کے اجسام ہیں' جو طول میں بڑھتے ہیں' مُجَوَّف (نالیدار) ہوتے ہیں' اور شریانوں کی طرح تڑپتے نہیں (ساکن رہتے ہیں) اسی وجہ سے ان کو عُرُوقِ سَاکِنَہ بھی کہا جاتا ہے۔ بیشتر وریدوں میں جو خون جاری رہتا ہے' وہ سیاہی مائل ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس قسم کے خون کو دمِ وَرِیدِی کہا جاتا ہے' جس میں شریانی خون سے مقابلۃً روح کی مقدار کم ہوتی ہے ٭

اَوْرِدَہ کی دیواریں اُن ہی مقامات کی شرائین کی دیواروں سے باریک ہوتی ہیں' یعنی شرائین مقابلۃً دبیز اور مستحکم ہوتی ہیں ٭

عَصَبَانِی جَوْہَر سے مراد یہ ہے کہ وریدوں کی ساخت میں جو رِبَاطِی اور عَصَبِی ریشے وغیرہ پائے جاتے ہیں' وہ بظاہر اعصاب

کی طرح سفید اور لچکدار معلوم ہوتے ہیں۔

شَرَائِین (شریان کی جمع)

شریانیں بھی درحقیقت وریدوں ہی کے مانند ہوتی ہیں (یعنی دونوں کی ساخت اور ترکیب جوہری ایک ہے)، فرق صرف اس قدر ہے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ کسی مقام کی ورید (ورید براق شریان) کے طبقات سے شرائین کے طبقات دبیز ہوتے ہیں؛ نیز شریانیں ہر وقت سکڑتی اور پھیلتی رہتی ہیں، یعنی ان میں انقباضی اور انبساطی حرکت ہوتی رہتی ہے؛ جس سے ان کو **عُرُوقِ ضَارِبَۃ** (مارنے والی رگیں) کہا جاتا ہے۔ شرائین کی حرکات کو اصطلاحاً **نَبْض** (تڑپنا) کہا جاتا ہے۔

عروق شَعْرِیَّہ وریدوں اور شریانوں کے درمیان بال جیسی باریک رگیں پائی جاتی ہیں، جن کو **عُرُوق شعْرِیَّہ** کہا جاتا ہے (شَعْر: بال)۔ ان عروق کی دیواریں اتنی باریک اور مسامدار ہیں کہ جب ان میں خون دوڑتا ہوا پہنچتا ہے تو ان کے ان مسامات سے سامان غذا وغیرہ رس کی صورت میں چھن کر اعضاء کی ساختوں میں چلا جاتا ہے اور اعضاء کی ساختوں میں جو فضلات موجود ہوتے ہیں، وہ بھی ان ہی مسامات کی راہ ساختوں سے چھن کر ان عروق کے اندر آجاتے ہیں۔

الغرض ان ہی عروق کے ذریعہ اعضاء کی ساختوں کو مناسب غذا اور روح ملا کرتی ہے، اور ان ہی عروق کی راہ اعضاء کے فضلات خارج ہوا کرتے ہیں۔

اعضاء کا مادّہ اور کیفیت تولّد

یہ سارے اعضائے مفردہ کس مادّہ سے تیار ہوتے ہیں؟

اس میں دو گروہ ہیں:

ایک گروہ کا خیال ہے کہ ان سارے اعضاء مفردہ کا ابتدائی تخم

اور خمیرہ وہ نطفہ ہے، جس کو منی کہتے ہیں، اور جس میں ماں اور باپ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مزید ترقی خون کے اجزاء (اخلاط خون) سے ہوتی ہے۔ بہ خیال ابو سہل جیسے حکماء کا ہے ❊

اِن حکماء کے نزدیک لحم و شحم بھی منی ہی سے بنتے ہیں، نہ کہ خون اور مائیت خون سے ❊

دوسرا گروہ قائل ہے کہ

سارے اعضائے مفردہ منی سے بنتے ہیں، صرف لحم، سمین اور شحم منی سے نہیں بنتے، بلکہ گوشت (اَلَّحم) متین دم (قوی خون: گاڑھے خون) سے بنتا ہے اور حرارت کی وجہ سے اس میں انعقاد (بستگی) حاصل ہوتی ہے، اور سمین وشحم خون کی مائیت (خون کی چکنائی) سے بنتی ہیں، اور برودت کی وجہ سے ان میں بستگی حاصل ہوتی ہے، اِسی وجہ سے حرارت انہیں حل کر دیا کرتی ہے (پگھلا دیا کرتی ہے) ❊ (علامہ قرشی) ❊

اعضاء کا منی سے بننا — علامہ نفیس فرماتے ہیں۔

"اس قول کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ یہ اعضاء پورے طور پر منی ہی سے بنتے ہیں، بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ابتداءً یہ منی سے بنتے ہیں، پھر یہ عورت کے فاصل خون سے تغذیہ حاصل کرکے مو پاتے ہیں، جو حیض میں خارج ہوا کرتا ہے۔"

"بلکہ یوں کہنا بہتر ہے کہ عورت کے اس خون سے پرورش پاتے ہیں، جو دیوار رحم سے بر آمد ہوتا ہے، اور جس کو دوسرے زمانہ میں حیض کا خون کہا جاتا ہے۔"

اعضائے اصلیہ اور دمویہ — پہلے گروہ کے نزدیک چونکہ تمام اعضائے مفردہ

ابتداً منی ہی سے بنتے ہیں، اس لئے اس کے نزدیک سارے اعضائے مفردہ
اعضائے اصلیہ کہلاتے ہیں ۔

لیکن دوسرے گروہ کے نزدیک لحم و شحم و سمین، **اعضائے دمویہ**
(خون کے اعضاء) کہلاتے ہیں، اور باقی سارے اعضائے مفردہ اعضائے
منویہ (منی کے اعضاء) ۔

انعقادِ لحم حرارت سے اور انعقادِ شحم برودت سے

مصنف نے لکھا ہے کہ: "لحم کا انعقاد (بستگی) حرارت سے حاصل ہوتا ہے
اور شحم و سمین کا برودت سے۔"

اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ لحم کے جوہر میں ایک مخصوص مادہ پایا
جاتا ہے، جس میں دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک ممتاز خصوصیت یہ پائی
جاتی ہے کہ حرارت کی تاثیر سے اس میں بستگی حاصل ہوجاتی ہے۔

چنانچہ اس جوہر کی نمایاں مثال انڈے کی سفیدی (بیاضِ بیض؛ ھاح)
ہے، جو حرارت سے جم جایا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے انڈے کی سفیدی **لحمی
جوہر** سے بہت مشابہ ہے ۔

اس کے برعکس شحمی جوہر میں بستگی برودت سے حاصل ہوتی ہے، جس کی
دلیل خود مصنف نے اس طرح بیان کی ہے کہ "اسی وجہ سے حرارت انہیں
پگھلا دیا کرتی ہے"۔

علیٰ ہذا جن لوگوں کے بدن میں چربی زیادہ ہو، جیسا کہ فربہ لوگوں میں
اکثر پایا جاتا ہے، وہ نسبتہً کم حار، یعنی نسبتہً بارد المزاج ہوتے ہیں۔ حار
المزاج لوگوں کے بدن میں کثرتِ حرارت کی وجہ سے بہت زیادہ چربی
جل جایا کرتی ہے، اکٹھی نہیں ہونے پاتی ۔

چنانچہ صفراوی مزاجوں کے پیٹ میں، اور جلد کے نیچے چربی بہت کم
پائی جاتی ہے، جس سے ان کے گال پچکے ہوئے سے ہوتے ہیں ۔

اَعضائے مُرکّبہ

اعضاء کی دوسری قسم اعضائے مُرکّبہ ہیں * (قرشی) *

"اعضائے مرکبہ کو اعضائے آلیہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہی اعضاء نفس کے تمام حرکات و افعال کے آلات و ذرائع ہیں" (اسخ) *

اعضائے مرکبہ کی فرضی تقسیم:
اعضائے مرکبہ گاہے پہلی ترکیب (ترکیب اوّلی) سے مرکب ہوتے ہیں، جیسے عضلات؛
گاہے دوسری ترکیب (ترکیب ثانوی) سے، جیسے آنکھ؛
گاہے تیسری ترکیب (ترکیب ثالثی) سے، جیسے چہرہ؛
گاہے چوتھی ترکیب (ترکیب رابعی) سے، جیسے سر ــــ مثلاً * (قرشی)

"پہلی ترکیب (ترکیب اوّلی) سے مرکب ہونے کے معنی یہ ہیں، کہ وہ محض اعضائے مفردہ سے مرکب ہوتے ہیں، (کوئی مرکب عضو اُن کی ترکیب میں شامل نہیں ہوتا ہے)، مثلاً عضلات کی ترکیب میں لحم، عصب، رباط، اور غشا، داخل ہوتے ہیں (اور یہ سب کے سب مفرد ہیں)" * (نفیس) *

اسی طرح دوسری ترکیب (ترکیب ثانوی) سے مرکب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اجزاء میں پہلی ترکیب کا کوئی مرکب بھی ہوتا ہے، اور دوسرے اجزاء بھی ہوتے ہیں، مثلاً آنکھ ــــــ آنکھ کا ایک جزء عضلہ بھی ہے، جو پہلی ترکیب کا مرکب ہے * (نفیس) *

دوسری تراکیب (ترکیب ثالثی اور رابعی) کو اسی پر قیاس کر لیا جائے *

ترکیب کی یہ قسمیں محض عقلی اور فرضی ہیں

مُصنّف نے آخر میں مثلاً کیوں کہا، اس سے انکی غرض کیا ہے؟ اُس سے اشارۃً یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ ترتیب جو بتائی گئی ہے، محض ایک فرضی اور اعتباری چیز ہے (جسے عقلی طور پر مان لیا گیا ہے)، کوئی تحقیقی امر نہیں ہے (جس کا کوئی خارجی وجود ہو)" * (نفیس)

اعضائے رئیسہ

بقراط کے نزدیک "تمام اعضاء میں اشرف و اعلیٰ اور سردار دماغ ہے، جو نفسِ ناطقہ کا محل ہے"۔ — بقراط کے نزدیک سب سے پہلے جو عضو پیدا ہوتا ہے، وہ دماغ ہے ۔ (فردوس الحکمۃ)۔

ارسطو کی رائے ہے کہ "تمام اعضاء میں رئیس مطلق قلب ہے، جہاں سے ساری قوتیں تمام اعضاء میں بٹتی ہیں۔ ارسطو کا خیال ہے کہ نفس ناطقہ کا محل قلب ہی ہے، جو حیات جنینی میں سب سے پہلے بنتا ہے۔

جالینوس کا خیال یہ ہے کہ ضروری قوتیں بدن میں جتنی ہیں، اُتنے ہی اعضاءِ رئیسہ ہیں۔ چنانچہ ضروری قوتیں بقاءِ شخص (بقاءِ فرد: حیاتِ شخصی) کے لحاظ سے تین ہیں، اور بقاءِ نوع (بقاءِ نسل، حیاتِ نوعی) کے لحاظ سے چار؛ اس لئے بقاءِ شخص کے لحاظ سے اعضاءِ رئیسہ تین ہیں، اور بقاءِ نوع کے لحاظ سے چار۔

قوٰی ضروریہ بلحاظ بقائے شخص

چنانچہ ضروری قوتیں شخصی زندگی کی بقاء کے لحاظ سے تین ہیں:

(۱) قوّتِ حیوانیّہ (قوتِ حیات): یہ وہ قوت ہے، جس کی وجہ سے ہر عضو میں حیات قائم ہے، یعنی جس وقت تک یہ قوت اعضاء کے اندر قائم رہتی ہے، اس وقت تک وہ تعفن اور فساد سے محفوظ رہتے ہیں (حیوان: حیات، زندگی)۔ اس قوت کا مبداء اور سرچشمہ قلب ہے۔ (جالینوس)۔

(۲) قوّت نفسانیّہ (حس و حرکت کی قوت): یہ وہ قوت ہے، جس کی وجہ سے انسان کو مضر اور مفید چیزوں کا شعور و ادراک، اور اس کے اعضاء میں حرکت کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے، تاکہ وہ مفید چیزوں کو حاصل کر سکے، اور مضر چیزوں سے بچ سکے۔

الغرض قوتِ نفسانیہ دو قوتوں کے مجموعہ کا نام ہے:

(الف) قوتِ احساس، اور (ب) قوتِ تحریک ۔
اس قوت کا مبدأ اور سرچشمہ دِماغ ہے ۔
(۳) قوتِ طبعیّہ (قوت تغذیہ) : یہ وہ قوت ہے، جو غذاء میں تغیّر و تبدّل (اِستحالہ) پیدا کرکے جزء بدن بنا دیا کرتی ہے : خواہ اس قدر فراوانی سے کہ اعضاء بڑھنے لگیں، جیسا کہ بچپن کے زمانہ میں ہوتا ہے، ـــــ یا کمی کے ساتھ، کہ روزمرہ جس قدر تحلیل ہوا کرتی ہے، اُس مقدار میں عوض حاصل نہ ہو، جیسا کہ بڑھاپے اور لاغری کے زمانہ میں ہوتا ہے، ـــــ یا مساوات کے ساتھ، کہ روزمرہ اعضاء جس قدر تحلیل ہوں، اُسی کے مساوی غذاء سے بدل و عوض بہنچ جایا کرے، جیسا کہ سنِ شباب میں دیکھا جاتا ہے، جب اعضاء نہ بڑھتے نظر آتے ہیں، اور نہ گھٹتے ۔
اس قوت کا مبداء اور سرچشمہ جالینوس کے نزدیک جگر ہے ۔

قوائے ضروریہ بہ لحاظ بقائے نوع وہ قوتیں جو بقائے نوع کے لحاظ سے ضروری ہیں، وہ بھی تین مذکورہ بالا قوتیں ہیں، اور ان کے ساتھ مزید ایک چوتھی قوت (قوّتِ تناسُلیّہ) ہے ۔

پہلی تین قوتیں، جن کے بغیر شخصی زندگی محال ہے، بقائے نوع کے لئے اس لئے ضروری ہیں کہ وجودِ شخص اور بقائے فرد کے بغیر، نوع کی بقاء اور نسل کا قیام محال ہے۔ نوع کا وجود دراصل افراد ہی کی شکل میں متصوّر ہو سکتا ہے ؛ اس کے سواء کوئی دوسری صورت نہیں ۔
رہی قوتِ تناسلیہ، اس کی ضرورت اس مقصد سے ہے کہ جو افراد و اشخاص فنا ہوتے رہیں، یہ قوت اُن افراد کا بدل و عوض (خلیفہ۔ جانشین) بناتی رہے، تاکہ نوع کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے ۔
قوتِ تناسلیّہ کا سرچشمہ خُصیَتَین ہیں ۔
الغرض بقائے شخص کے لحاظ سے، حسب رائے جالینوس، اعضائے

رئیسہ تین ہیں: قلب، دماغ، اور جگر،
اور بقائے نوع کے لحاظ سے چار. تین تو یہی مذکورۂ بالا اعضاء،
اور چوتھا خُصیتین *

جالینوس کے اسی مذہب کی ترجمانی مصنّف (علامہ قرشی) نے اس طرح کی ہے *

اعضائے مرکبہ میں چند اعضاءِ رئیسہ بھی ہیں،
جو ضروری قوتوں کے مبداء اور اصل ہوا کرتے ہیں؛ شخصی زندگی کی بقاء کے لحاظ سے، یا نوعی زندگی کی بقاء کے لحاظ سے:

بلحاظ بقائے شخص چنانچہ جو اعضاء انسانی افراد کی زندگی (حیاتِ شخصی) کے لئے ضروری قوتوں کے مبداء اور اصل ہیں، وہ تین ہیں:

(۱) **قلب**، جس کی خدمت شریانیں کرتی ہیں؛
(۲) **دماغ**، جس کی خدمت اعصاب کرتے ہیں؛
(۳) **جگر**، جس کی خدمت وریدیں کرتی ہیں *

بلحاظ بقائے نوع اور جو اعضاء حیاتِ نوعی کی بقاء کے لئے (نسل کے قیام کے لئے) ضروری قوتوں کے مبداء اور اصل ہیں، وہ (چار ہیں) تین تو یہی مذکورہ بالا اعضاء، اور چوتھا خُصیتین (دونوں خُصیئے) ہیں، جن کی خدمت مجرائے منی انجام دیتی ہے، جس کی راہ منی اپنے مستقر (رحم) تک پہنچ جاتی ہے * (قرشی) *

وجہ تسمیہ "اِن اعضاء (قلب و دماغ وغیرہ) کا نام رَئیسہ (سردار) ان کی شرافت کی وجہ سے رکھا گیا ہے، جن سے شخصی اور نوعی مصالح (فوائد)
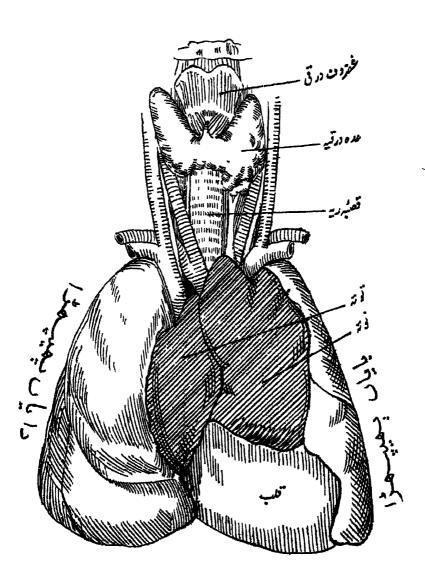
سینے کے اعضا (بچوں میں)

قائم ہیں" (نفیس)۔

چار گروہ کے چار اعضاءِ رئیسہ

الغرض جونکہ بدن کے قوٰے چار ہیں، اس لئے بدن کے سارے اعضاء چار گروہوں میں منقسم ہیں، اور ہر گروہ میں ایک عضو کو سردار (رئیس) کہا گیا ہے؛ چنانچہ:-

(۱) اعضاءِ حیوانیہ، یعنی وہ اعضاء جو اپنے مفوّضہ فرائض اگر انجام نہ دیں، تو اعضاء کی حیات باطل ہوجائے مثلاً وہ اعضاء جو تنفس و تولیدِ حرارت سے تعلق رکھتے ہیں، اور جو ہواءِ مُروِّح اور رُوح پہونچانے، اور اس کے فضلات کے خارج کرنے کی خدمت انجام دیتے ہیں؛ مثلاً ناک، حنجرہ، قصبۂ ریہ، شُش وغیرہ۔ اس گروہ کا سردار قلب کو بنایا گیا ہے*

(۲) اعضاءِ نفسانیہ، یعنی وہ اعضاء جو حِسّ و حرکت سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، ناک، جلد، اعصاب؛ اس گروہ کا سردار دِماغ کو بنایا گیا ہے*

(۳) اعضاءِ طبعیّہ، یعنی وہ اعضاء جو غذا میں تصرّفات کرتے ہیں، مثلاً منہ، معدہ، امعاء وغیرہ* اس گروہ میں سب سے بڑا اور اہم عضو جگر کو قرار دیا گیا ہے، جہاں غذائی استحالات کا بہت بڑا کام انجام پاتا ہے*

(۴) اعضاءِ تناسلیہ، یعنی وہ اعضاء جو بقائے نسل کے سلسلہ میں کوئی خدمت انجام دیتے ہیں، مثلاً ثَدیَین، رحم، تقضیب وغیرہ* اس گروہ میں سب سے اہم دونوں خُصیئے ہیں، جو نطفہ جیسی اہم چیز بناتے ہیں، یہی نطفہ اپنے مدارجِ نمو و ارتقاء طے کرکے ماں باپ کا جانشین بن جاتا ہے*

اعضائے رئیسہ اور خدمت کی قسمیں

خِدمت کی دو قسمیں ہیں:
(ا) وہ خدمت جو کسی رئیس کے فعل سے مقدم ہو، اُسے خدمتِ مُہَیِّئَہ کہا جاتا ہے*

(ب) وہ خدمت جو کسی رئیس کے فعل کے بعد واقع ہو، اُسے

خدمت مُؤَدِّیَہ کہا جاتا ہے۔

مُهَيِّئَه : آمادہ کرنے والی، تیار کرنے والی۔

مُؤَدِّیَہ : پہونچانے والی۔

شرائین اور خدمتِ قلب قلب کے بائیں بطن میں جو خون موجود ہوتا ہے، اور جس میں پھیپھڑوں سے آئی ہوئی روح، اور جگر سے آئی ہوئی غذا بھی مخلوط ہوتی ہے، اس کو شریانیں تمام اعضاء میں تقسیم کر دیتی ہیں، جن سے سارے اعضاء سیراب ہوتے ہیں (خدمتِ مؤدیہ)۔

لیکن اگر شرائین سے وہ تمام رگیں مراد لی جائیں، جو قلب سے تعلق رکھتی ہیں، جیسا کہ اطباء کے محاورہ میں بولا جاتا ہے، تو ان رگوں کی خدمت کے معنی یہ ہوں گے، کہ کچھ رگیں قلب تک سامانِ روح اور سامانِ غذا لاتی ہیں، ـــــ اور کچھ رگیں قلب کے خون کو قلب سے پھیپھڑوں تک اور عام بدن تک پہونچانے کی خدمت انجام دیتی ہیں۔

چنانچہ پہلی خدمت خدمتِ مُهَيِّئَه ہے، اور دوسری خدمت خدمتِ مُؤَدِّیَہ۔

اعصاب اور خدمتِ دماغ دماغی ساخت کی پیچیدگی اور نزاکت نے اس کے افعال کو عقدۂ لاینحل بنا دیا ہے، غور و فکر اور فہم و حفظ (افعالِ سیاست) کے علاوہ دوسرے اعضاء سے دماغ کا تعلق دو طور پر ہے:

(۱) بیرونی دُنیا، یعنی تمام اعضاء کی خبریں دماغ تک پہونچا کرتی ہیں۔

(۲) دماغ اِن اعضاء کو خبروں کے مطابق عضلات کے ذریعہ حرکت دیا کرتا ہے۔

ان دونوں قسموں کے تعلقات کا ذریعہ اعصاب ہیں، اعصاب ہی کے ذریعہ ہر قسم کے احساسات دماغ تک پہونچا کرتے ہیں، اور اعصاب ہی کے ذریعہ دماغ کسی عضلہ تک حرکت کا فرمان روانہ کرتا ہے۔ چنانچہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ جن اعصاب کے ذریعہ دماغ تک خبریں پہونچا کرتی ہیں، انھیں اَعْصَابِ حِسّ، اور جن اعصاب کے ذریعہ عضلات

قلب مع عروق (اگلا منظر)
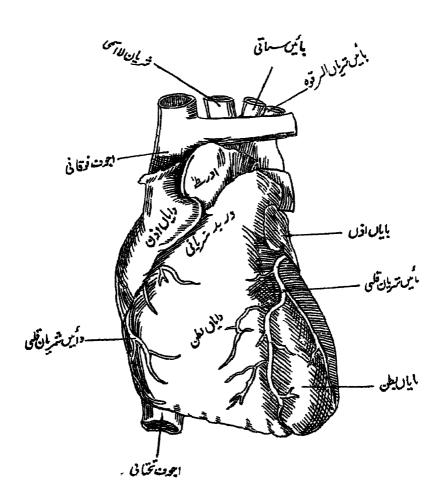
متحرک ہوتے ہیں، آہیں اَعْصَابِ حَرَکَتْ کہا جاتا ہے *

الغرض حکومتِ دماغ میں اعصاب ہرکارہ اور پیادہ کی خدمت انجام دیتے ہیں *

اعصاب کا تعلق دماغ سے اس طرح ہے، جس طرح شاخوں کا تعلق درخت سے ہوا کرتا ہے اعصاب کی ڈوریاں بہ ظاہر ٹھوس معلوم ہوتی ہیں، مگر قدرت نے ان میں ایسا باریک انتظام رکھا ہے کہ جو عصبی ریشہ متأثر ہوتا ہے، یہ اثر اسی ریشہ کی راہ گزرتا چلا جاتا ہے *

الغرض بعض اعصاب دماغ تک خبریں لے جاتے ہیں، یعنی ان کا عمل دماغ کے فعل سے پہلے ہوتا ہے، تاکہ دماغ اس کے بعد کوئی مناسب تدبیر کر سکے۔ اس قسم کے اعصاب (اَعْصَابِ حِسِّیَّہ) دماغ کے خَادِمِ مُهَیِّئ کہلائیں گے *

اسی طرح بعض اعصاب دماغ سے عضلات وغیرہ تک حرکت کے پیامات پہونچانے کی خدمت انجام دیتے ہیں، یعنی ان کا عمل دماغ کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اس قسم کے اعصاب (اعصاب حرکت) دماغ کے خادِمِ مُؤَدِّی ہوں گے *

آلاتِ حواس آنکھ، کان، ناک، زبان اور جلد، یہ پانچوں آلات حواس (حواسِ خَمْسَہ ظاہرہ) بھی درحقیقت دماغ کے خادمِ مُهَیِّئ ہیں۔ یعنی یہ سارے اعضاء اپنے محسوسات کو اعصاب متعلقہ کے توسط سے دماغ تک پہونچاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو حَوَاسِّیْس کہا جاتا ہے۔ ان اعضاء اور دماغ کے درمیان اعصاب کی حیثیت مَسَالِکْ کی ہے، جن کی راہ عصبی اثرات محیط سے مرکز تک منتقل ہوا کرتے ہیں *

یہی حال اُن اعصاب حرکت کا ہے، جو کسی عضوِ متحرک اور دماغ کے درمیان واقع ہیں، جن کی راہ عصبی تأثرات مرکز سے محیط کی طرف منتقل ہوتے ہیں *

جگر اور اس کی خدمت جسم انسان میں کچھ اعضاء اگر ہوا میں کام کرتے ہیں (**اعضائے حیوانیہ**) تو کچھ اعضاء غذاء میں تصرفات کرتے ہیں (**اعضائے طبعیّہ**) ایسے اعضاء میں جگر کی خدمت اور اس کی حیثیت سردار (رئیس) کی سی ہے۔ یعنی وہ استحالات جن کے نتیجہ میں خون کے اخلاط بنا کرتے ہیں، اور جو کم و بیش تمام اعضاء میں ہر وقت جاری رہتے ہیں، وہ جگر میں مقابلۃً بہت زیادہ ہوتے ہیں، اسی طرف شیخ اشارہ کرتے ہیں:-

"جگر وہ عضو ہے، جو خون کی پیدائش کی تکمیل کرتا ہے"

یعنی خون کے بنانے میں دوسرے اعضاء کی طرح جگر بھی کام کرتا ہے، اور اتنا کام کرتا ہے کہ اگر یہ اپنا کام نہ کرے تو خون کی تکمیل نہ ہو۔ بہ الفاظ دیگر ـــــ جگر بدنِ انسان میں ایک بہت بڑا کارخانہ ہے، جہاں بکثرت اخلاطِ خون بنتے رہا کرتے ہیں۔

وریدیں اور خدمتِ جگر وریدوں سے جگر کی دونوں قسم کی خدمتیں (**خِدْمَتِ مُهَيِّئَه** اور **خِدْمَتِ مُؤَدِّيَه**) متعلق ہیں:

خِدْمَتِ مُهَيِّئَه اُن وریدوں سے وابستہ ہے، جو ایک طرف معدہ، امعاء، طحال وغیرہ سے، اور دوسری طرف (بہ توسط باب الکبد) جگر سے تعلق رکھتی ہیں، ان وریدوں کی راہ اعضاءِ ہاضمہ سے غذائی اجزاء منجذب ہو کر جگر تک پہنچتے ہیں، جہاں جگر کو ہضم و طبخ (احالہ و تغییر) کا پورا موقع ملتا ہے۔ (یہ رگیں ماساریقا کہلاتی ہیں)۔

خِدْمَتِ مُؤَدِّيَه: پھر یہ منہضم اور متغیر اجزاء اُن وریدوں کی راہ، جو اصول اجوف (**اَوْرِدَهٗ کَبِدِيَه**) کہلاتی ہیں، سب سے بڑی ورید (اجوف) میں داخل ہو جاتے ہیں، جو اجوف سے قلب میں پہنچ جاتے، اور پھر قلب سے سارے اعضاء میں منقسم ہو جاتے ہیں۔

جگر کی زیرین سطح

(جگر پلٹ کر دکھایا گیا ہے)
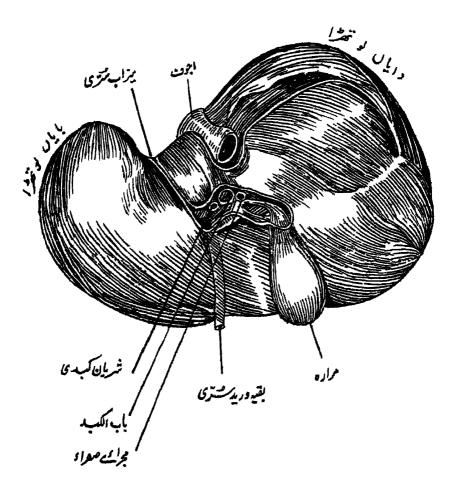
(۵) اَرْوَاح

سات امور طبیعیہ میں سے پانچویں چیز اَرْوَاح ہیں۔ (قرشی)

روح کے مختلف معانی

(۱) روح رِیْح کا مترادف ہے، جس کے معنی ہوا کے ہیں۔

(۲) نَفْس (جان)، جیسا کہ مذہبی کتب میں سمجھا جاتا ہے۔

(۳) گاہے روح کو قُوّت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

طبی اصطلاح

لیکن طبی اصطلاح میں روح کا لفظ کس معنے میں بولا جاتا ہے، اس کا اظہار مصنّف (قرشی) اس طرح کرتا ہے:

> اَرْوَاح سے ہماری مراد نَفْس (جان) نہیں ہے، جیسا کہ مذہبی کتابوں میں سمجھا جاتا ہے، بلکہ روح سے ہماری مراد وہ لطیف اور بخاری (بخارات کے مانند) جسم ہے، جو لطیف اخلاط سے پیدا ہوتا ہے؛ جس طرح کثیف اخلاط سے اعضاء پیدا ہوتے ہیں۔
>
> چونکہ اَرْوَاح تمام قوتوں کی حامل (یعنی سواری) ہیں، اس لئے ارواح کے اقسام بعینہٖ قُویٰ کے اقسام کے مانند ہیں۔ (قرشی)۔

ماہیتِ روح

اجزاء بدن میں سے ہوائی شکل کے اجزاء اصطلاحاً اَرْوَاح کہلاتے ہیں، جیسا کہ بحثِ اخلاط و اعضاء میں اس کی صراحت آچکی ہے۔

روح کے منافع (۱) روح سے اعضاء میں حرارت پیدا ہوتی ہے بدن کی اصلی حرارت (حَرَارَتِ غریزیّہ) روح ہی کی وجہ سے قائم رہتی ہے۔

(۲) روح سے اعضاء میں زندگی اور حیات قائم رہتی ہے۔

(۳) روح سے تمام اعضاء میں قوتیں قائم رہتی ہیں، اگر روح کا سلسلہ اعضاء سے منقطع ہو جائے، تو وہ ٹھنڈے، بے حس و حرکت، اور آخر میں مُردہ ہو جائیں۔

سُؤال: "روح ایک لطیف بخاری جسم ہے" — اس سے کیا مراد ہے؟ کیا بدنِ انسان کے اندر اس قسم کے لطیف اجسام ثابت کئے جا سکتے ہیں؟

جواب: لطیف جسم سے مراد، جیسا کہ لفظ سے ظاہر ہے، ایسا جسم ہے، جو اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہ آسکے۔ اسی وجہ سے اُس کو بُخَارْ[1] بھی کہا گیا ہے، جو اعضاء اور اخلاط کے مقابلہ میں یقیناً اَلْطَف ہے۔

اطباء قدیم قائل ہیں کہ بدن کے ہر زندہ جزء میں اعضاء اور رطوبات کے اندر ایسے لطیف اور بخاری اجزاء پائے جاتے ہیں، جو زندگی سے متعلق چند ضروری خدمات انجام دیتے ہیں، ایسی خدمات کہ اگر وہ نہ ہوں، تو سارے ضروری افعال باطل ہو جائیں، اور وہ عضو مُردہ ہو جائے۔

روح اگرچہ ایک بخاری اور ہوائی جسم ہے، مگر یہ خون اور رطوباتِ بدن میں اس طرح گھلی ملی ہوتی ہے، جس طرح بیرونی عام پانی میں ہوا

---

[1] بُخَار (بھاپ): یہاں بھاپ سے ایسی بھاپ مراد نہیں ہے، جو کثیف ہو، اور آنکھوں سے دیکھی جا سکے، ہر بھاپ کا آنکھوں سے نظر آنا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پانی بخار (بھاپ) کی شکل میں ہمارے آس پاس کی ہوا (ہواءِ محیط) میں بہ کثرت موجود ہے، مگر وہ نظر نہیں آتا، اسی طرح روح ایک لطیف بخار ہے۔

مخلوط ہوتی ہے، جو آنکھوں سے گو دکھائی نہیں دیتی، مگر دیگر ذرائع سے اس کا وجود محقق ہو جاتا ہے +

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے بدن میں طبعاً جو حرارت پائی جاتی ہے، (حرارت عزیزیہ۔ حرارت حیوانیہ) یہ ہمارے اعضاء میں روح سے، اور خون کے مخصوص اجزاء کے باہمی امتزاج و تفاعل سے پیدا ہوتی ہے، جس کو احتراق (جلنا) کہا جاتا ہے۔ رُوح تو تنفس کی ہواء سے حاصل ہوتی ہے، اور خون کے یہ مخصوص اجزاء غذا سے ہے ـــــ الغرض بدنی حرارت کے پیدا کرنے میں جس طرح ہواء کی ضرورت ہے، اُسی طرح غذاء کی بھی ہے ـــــ جلتے ہوئے چراغ کا شُعلہ ہماری بدنی روح کی بہترین بیرونی مثال ہے +

یہ شعلہ ایک جسم لطیف ہے، ہماری روح بھی ایک جسم لطیف ہے +
اس شعلہ کی ترکیب میں دو چیزیں شریک ہیں: (۱) ہوا یا نسیم۔ (۲) تیل بصورت بخارات +

ہماری روح کی ترکیب میں بھی دو چیزیں حصہ دار ہیں:
(۱) ہوا یا نسیم۔ (۲) لطیف اخلاط، جو نسیم کے ساتھ مل کر جل اُٹھتے ہیں، اور حرارت و قوت وغیرہ پیدا کرتے ہیں +

جس طرح یہ شعلہ ہواء (نسیم) کے بغیر گُل ہو جاتا ہے، اسی طرح ہماری زندگی کا چراغ بھی سانس بند ہونے کی صورت میں گُل ہو جاتا ہے +
علیٰ ہٰذا جس طرح تیل کے ختم ہونے کے بعد چراغ بجھ جاتا ہے، اسی طرح ہماری زندگی بھی غذاء کے بغیر ختم ہو جاتی ہے +

اخلاط لطیفہ و کثیفہ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر غذاء کے تمام اجزاء یکساں طور پر اس کام میں صرف نہیں ہوتے، بلکہ کچھ اجزاء ایسے بھی ہیں، جو اعضاء کی ساخت میں داخل ہوتے رہتے ہیں، تاکہ یومیہ تحلیل سے جو اجزاء ہر وقت فنا ہوتے رہتے ہیں، اُن کا بدل و عوض برابر حاصل ہوتا رہے۔ چنانچہ اُن غذائی اجزاء کو، جو بخارات میں تبدیل ہونے،

اور اجزاءِ نسیم کے ساتھ مل کر جل اٹھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لطافتِ اخلاط، اَخْلَاطِ لَطِیْفَه اور مَادَّهٔ مُشْتَعِلَه (شعلہ بنانے والا مادّہ) کہا جاتا ہے، اور غذاء کے وہ اجزاء جو ساختوں کے بنانے میں شریک ہوتے ہیں، کَثَافَۃِ اَخْلَاط (اَخْلَاطِ کَثِیْفَه اور اجزاءِ مُکَوِّنَه) کہلاتے ہیں [مُکَوِّنَه: بنانے والے اعضاء بنانے والے]

مصنّف کا یہ قول ــــ "روح لطیف اخلاط سے پیدا ہوتی ہے" اس سے یہی مراد ہے، جو اوپر بیان کیا گیا۔

تولیدِ حرارت اور روح

چولھے میں کوئلہ اور لکڑی کے جلنے سے، اور چراغ میں تیل کے جلنے سے جس طرح حرارت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح بدن انسان میں بھی کوئلہ اور لکڑی کی طرح، یا تیل کی طرح کچھ سامان (وَقُود) موجود ہیں، جو نسیم بدن سے ملاقی ہو کر جل جایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی ملاقات کو تنسیم، احتراق، طبخ، اور ھضم وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے۔

پھر جس طرح چولھے اور چراغ میں ایندھن اور تیل کے جلنے سے دھواں پیدا ہوتا ہے، اسی طرح بدنِ انسان میں بھی تنسیم واحتراق کے بعد کچھ بخاری قسم کے فضلات حاصل ہوتے ہیں، جو دُخان اور بُخَارات دُخانیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ (دُخان: دُھواں)۔ اس قسم کے اجزاء روح کے فضلات کہلاتے ہیں، جو اخراج تنفّس کے ذریعہ بدن سے برابر خارج ہوتے رہتے ہیں۔

ارواح کی قسمیں

چونکہ بہ لحاظ افعال قویٰ کی تین جنسیں ہیں ــــ نفسانیہ، حیوانیہ اور طَبْعِیَّہ ــــ اور ان ہی قویٰ کے لحاظ سے اعضاء کی بھی تین جنسیں ہیں، اور یہ معلوم ہے کہ کوئی عضو اپنا فعل جاری نہیں رکھ سکتا، اگر اس سے روح کی کمک بند کر دی جائے، اس لحاظ سے ارواح کی قسمیں بھی (اعضاء اور قویٰ

کی طرح) تین ہی ہیں : نفسانیہ، حیوانیہ، اور طبعِیّہ ÷
اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو ارواح جوہرِ دماغ اور جوہرِ اعصاب میں پائے جاتے ہیں، اگرچہ وہ ابتداءً شرائین ہی سے حاصل ہوئے ہیں، لیکن اب اُن کا نام اَرْوَاحِ نفسانیہ ہوجائے گا ÷
اسی طرح جوہرِ کبد اور دوسرے اعضائے طبعیہ کے جوہر میں جہاں جہاں غذائی تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں، اِن میں جو روحی اجزاء پائے جاتے ہیں، وہ اَرْوَاحِ طَبْعِیّہ کہلاتے ہیں، اور ان کی بنیاد بھی وہی ارواح (اَرواحِ حیوانیہ) ہیں، جو قلب و شرائین سے حاصل ہوتے ہیں ÷

روح کی مقدار یوں تو روح اعضاء کے ہر حصہ میں کم و بیش موجود ہے، مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ روح کی مقدار ہر جگہ مساوی نہیں :

(۱) وریدوں میں، یا وریدی خون میں (شرائین اور اس کے خون کے مقابلہ میں) روح کی مقدار کم ہوتی ہے، اور بخاراتِ دُخانیہ (دُخان) کی مقدار زیادہ ÷

(۲) وعلیٰ ہذا اس کے برعکس شرائین میں روح کی مقدار مقابلۃً زیادہ ہوتی ہے، اور دُخان کی مقدار کم ÷

(۳) قلب کے دائیں بطن میں، اور متصلہ رگ (ورید شریانی) میں جو پھیپھڑے تک جاتی ہے، اسی طرح روح کم، اور دُخان زیادہ ÷

(۴) علیٰ ہذا قلب کے بائیں بطن اور شرائین وریدیہ میں (جو پھیپھڑے سے قلب کے بائیں بطن تک واقع ہے) روح کی مقدار زیادہ، اور دُخان کی مقدار کم ہوتی ہے ÷

(۵) یہ بھی مسلمات سے ہے، کہ جن اعضاء میں خون کے اجزاء زیادہ خرچ ہوتے ہیں، وہاں روح بھی زیادہ صرف ہوا کرتی ہے، اس لئے حرارت بھی وہاں زیادہ پیدا ہوتی ہے ÷

(۶) قوےٰ

امور طبعیہ میں سے چھٹی چیز قُویٰ ہیں۔ (قوتیں)

" قُویٰ" قُوّۃ کی جمع ہے ___ فعل کے مبدار کو قُوّت کہا جاتا ہے؛ یعنی افعال کا ذریعہ قویٰ ہوا کرتے ہیں۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ قُویٰ کے وجود کے لئے افعال گواہ ہوا کرتے ہیں، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ کوئی فعل قوت کی موجودگی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ ___ یہی وجہ ہے کہ قویٰ کا علم افعال سے' اور افعال کا علم قُویٰ سے حاصل ہو جایا کرتا ہے، کیونکہ ہر قوت کسی نہ کسی فعل کا مبدا، ہوتی ہے؛ اور ہر فعل کسی نہ کسی قوت ہی سے صادر ہوا کرتا ہے۔

قُویٰ کی تقسیم

قویٰ کی تین جنسیں ہیں:
(۱) قوتِ طبعیہ (۲) قوتِ نفسانیہ
(۳) قوت حیوانیہ۔

ذیل میں ہر قوت کا الگ الگ بیان لکھا جاتا ہے۔

(۱) قوتِ طَبْعِیَّہ

قوتِ طبعیّہ کی دو قسمیں ہیں:
(۱) ایک قسم وہ ہے، جو انسانی افراد و اشخاص

کی بقاء کے لئے (یا اس کے کمال کے لئے) غذا میں تصرف کرتی ہے (قوائے شخصیہ)۔
(۲) دوسری قسم وہ ہے، جو انسانی نوع (انسانی نسل) کے تحفظ کے لئے غذاء میں کام کرتی ہے۔ (قوائے تناسلیہ)۔

قوت غاذیہ | پھر پہلی قوت (قسم اول قوتِ شخصیہ) کا تصرف یا اُس شخص کے تغذیہ (غذا پہنچا نے) کے لئے ہوتا ہے، جسے غاذِیہ (غذا دینے والی) کہتے ہیں۔

قوت نامیہ | یا اُسے تینوں اقطار (لمبائی، چوڑائی اور موٹائی) میں اُس تناسب سے بڑھانے کے لئے ہوتا ہے، جو اُس کے نوع کا تقاضا ہے، جسے نامیہ (بڑھانے والی) کہتے ہیں۔ (قرشی)۔

انتباہ: قوائے طبعیہ، نفسانیہ، اور حیوانیہ کی تعریف بحث اعضاء میں گزر چکی ہے، وہیں یہ بتایا جا چکا ہے کہ غذائی مواد میں ہر قسم کے تصرفات و تغیرات قوت طبعیہ سے متعلق ہیں ــــــ الغرض ــ "قوتِ طبعیہ وہ قوت ہے، جو سارے بدن کو غذا مہیا کرتی اور ان کے فضلات خارج کرتی ہے" (مسیحی)۔

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ قوت طبعیہ سے موادِ بدن میں جو تغیرات واقع ہوتے ہیں، اُن کے دو ہی نتیجے ہیں: ــــ (۱) بدن کے لئے غذاء کا مُہیا ہونا ــــ (۲) بدن کے فضلات کا خارج ہونا

قوتِ غاذیہ اور تغذیہ بدن | قوتِ غاذِیہ وہ قوت ہے جو غذا کو بدل کر (اس میں استحالہ و تغیر پیدا کر کے) عضوِ مغتذی کے مانند بنا دیتی ہے، تا کہ بدن کا جو حصہ تحلیل

ہوگیا ہے، اُس کے عوض میں اس عمل سے اس کو خلیفہ اور قائم مقام بنادے (ما یتحلل کا بدل اور عوض بنادے)"۔ (قانون)

قوت نامیہ اور اعضاء کا نمو شیخ الرئیس فرماتے ہیں:-

قوت نامیہ وہ قوت ہے، جو جسم کے قطروں (لمبائی، چوڑائی اور موٹائی) کو طبعی تناسب کے مطابق، غذا کو اس کے اندر داخل کرکے بڑھاتی ہے، تاکہ وہ جسم اپنے نشو و نما کی حد تک پہونچ جائے، (اور جتنا اُسے قدرۃً بڑھنا چاہیئے اتنا وہ بڑھ جائے)۔ (قانون)

اس سے ثابت ہوگیا کہ اگر کوئی عضو اس طور پر بڑھے کہ اس سے اعضاء کا طبعی تناسب بگڑ جائے، تو اطبائے قدیم کی اصطلاح کے مطابق اُسے **نمو** میں شامل نہیں کیا جاسکتا، مثلاً **سِمَن مفرط** (غیر معمولی فربہی)، پیٹ کا بے ڈھب طور پر بڑھ جانا (توند بڑھنا)، اور مثلاً مرض **داءُ الفِیل** کی وجہ سے ٹانگوں، ہاتھوں، یا فوطوں کا بڑا ہوجانا۔

قوائے تناسلیہ

مُوَلِّدہ — مُصَوِّرہ

(۲) قوائے تناسلیہ قوت طبعیہ کی دوسری قسم وہ ہے، جو حیات نوعی کی بقاء کے لئے غذاء میں تصرف کرتی ہے، یہ دو قوتیں ہیں:

(۱) مولدہ ایک وہ قوت ہے، جو بدن کے اَمْشَاج — مرکبات — سے منی کے جوہر کو جدا کرکے خصیوں میں لاتی ہے، اور اس کے ہر جزء کو کوئی مخصوص عضو بننے کے لئے تیار کردیتی ہے

جس کا نام مُوَلِّدَہ ہے (تولید : پیدا کرنا) +

(ب) مصورہ دوسری قوت وہ ہے، جو منی کے ہر ایک جزء کو وہ شکل وصورت پہنا دیتی ہے، جس کا مقتضی وہ نوع ہوتا ہے، جس سے یہ منی جدا ہو کر آتی ہے، یا اسی کے قریب کوئی دوسری شکل ــــ شکل پہنانے سے مراد یہ ہے کہ اعضاء میں خطوط پیدا کرتی ہے، جوف اور گڑھے بناتی ہے، اور دوسرے کام کرتی ہے۔ اس قوت کا نام مُصَوِّرَہ ہے (تَصْوِیر : صورت بنانا) + (قرشی)

قُوائے تناسلیہ کی ضرورت

" چونکہ شخصی زندگی کا دائمی قیام تو ناممکن ہے، اور موت کا آنا بہرحال ضروری ہے، اس لئے قدرت نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ کم از کم اس کی نوع قائم رہے اور اس کی نسل فنا نہ ہونے پائے (یعنی کچھ اشخاص اگر ہلاک ہوتے رہیں، تو دوسرے افراد پیدا ہو کر اُن کی جگہ لیتے رہیں)، اور یہ ظاہر ہے کہ نوع کی بقاء اور نسل کے قیام کے لئے دو قسم کے قُویٰ اور اعضاء کی ضرورت ہے :

(۱) اُن قویٰ کی ضرورت ہے، جن کے بغیر شخصی زندگی محال ہے +

(۲) مذکورہ قویٰ کے علاوہ ایک ایسی قوت بھی ضروری ہے، جو افراد و اشخاص کے جانشین بنا سکے (یعنی فوت شدہ فرد کا بدل وعوض پیدا کر سکے)۔ چنانچہ اسی قسم کی قوت کا نام مُوَلِّدَہ اور مُصَوِّرَہ ہے (یہ قوتیں نطفہ بناتی اور جنین تیار کرتی ہیں) + نفیس +

اَمْشَاج بدن سے منی کا بننا

منی (نطفہ) وہ مخصوص سفید گاڑھی رطوبت ہے، جو مردوں اور عورتوں کے خصیوں میں تیار ہوتی ہے۔ پھر جب اس کے ساتھ مناسب شرطیں جمع ہو جاتی ہیں، اور تمام ماحول درست ہوتا ہے، تو اس وقت وہ مخصوص مادّہ تغیر وترقی پا کر ایک مستقل جاندار (حیوان) میں تبدیل ہو جاتا ہے، جو شکل وشمائل میں اُسی حیوان کے مانند ہوتا ہے، جس سے یہ مادہ جدا ہوا ہے ـــــ یعنی جس حیوان کے بدن کی منی ہوتی ہے، اُسی حیوان کی

شکل وصورت اور عادات وخصائل لے کر بچہ پیدا ہوتا ہے۔

"اَمْشَاجِ بَدَن" سے مراد وہی جواہر اور رطوبات ہیں جو اعضا کے جواہر سے کھنچ کر خون میں شامل ہو جاتے، اور پھر خون سے یہ مخصوص اجزاء خُصْیَتَیْن کی قوتِ جاذبہ سے منجذب ہو کر ان میں جمع ہوتے، اور ان کے غدودی جوہر کی قوتِ مغیّرہ (یا ہاضمہ) سے منی کی مخصوص صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ نطفہ گویا ایک چھوٹا سا موٹا آدمی ہے، جس میں ماں باپ کے سارے اعضا موجود ہیں، گو وہ ہماری ان کوتاہ نظروں سے دکھائی نہیں دیتے۔

قریب تر دوسری شکل اس قسم کی مشابہت تو اس وقت پائی جانی چاہیئے، جب ماں اور باپ دونوں ایک نوع سے ہوں۔ لیکن اگر دو نسلوں کی آمیزش سے کوئی جانور پیدا ہو، تو اُس وقت کیا ہوگا، اور معمورہ کون سی شکل پہنائے گی؟ ــــ اسی سُوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ والدین کی دونوں شکلیں پورے طور پر تو کسی طرح ایک بچہ میں حاصل ہی نہیں ہو سکتیں، اس لئے ان دونوں نسلوں کی شکلوں کے درمیان جو شکل ممکن ہے، وہ بچہ میں حاصل ہوگی۔ یعنی بچّہ کی شکل ماں باپ، دونوں کی شکلوں سے قریب تر ہوگی، مثلاً گھوڑے اور گدھے کے میل سے خچر پیدا ہوتا ہے، جس میں گھوڑے اور گدھے کی خصوصیتیں ملی جلی ہوتی ہیں۔

منی کا بننا منی خصیوں میں کس طرح تیار ہوتی ہے؟ فاضل نفیس لکھتے ہیں:

"اَمْشَاج بدن سے منی خصیوں میں اس طرح تیار ہوتی ہے، جس طرح دودھ، خون کے مخصوص اجزا سے، چھاتیوں میں تیار ہوتا ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ منی کو بہت سی باتوں میں دودھ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس طرح ابو سہل نے دودھ کو خون سے تشبیہ دی ہے اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ منی خون سے مُشابہ ہے، بلکہ ربّن طبری نے تو کہا ہے کہ:

"منی پختہ خون (دَمِ نَضِیج) ہے"

جس میں صداقت کے بہت سے پہلو موجود ہیں۔
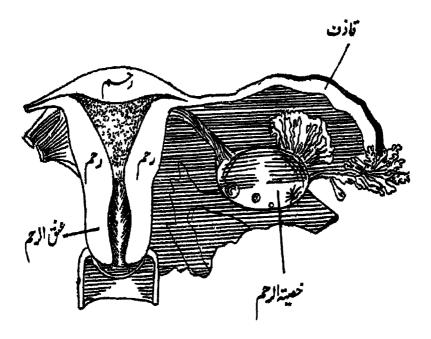
زنانہ اعضائے تناسلیہ

رحم، خصیۃ الرحم، اور متعلقات

قوائے طبعیہ خادمہ

جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ، دافعہ، وغیرہ

غاذیہ کی خدمت قوتِ غاذیہ کی خدمت چار قوتیں انجام دیتی ہیں:

(۱) **قوت جاذبہ**، جو مفید چیز (شئی نافع) یعنی غذاء کو جذب کرتی ہے؛

(۲) **قوّتِ ماسکہ**، جو غذاء کو اُس وقت تک روکے رکھتی ہے، جب تک قوت ہاضمہ اُسے ہضم کرتی رہے؛

(۳) **قوّت ہاضمہ**، جو غذاء کو ہضم کرتی ہے؛

(۴) **قوّتِ دافعہ**، جو فضلات کو دفع کرتی ہے * (قرشی) *

غاذیہ کی خدمت کا مفہوم مذکورہ قول کی شرح میں فاضل نفیس لکھتے ہیں:

"چونکہ قوتِ غاذیہ کا عمل اُس وقت تک ہو ہی نہیں سکا، جب تک کہ غذاء (شئی نافع) مہیا نہ کی جائے، اسے ہضم نہ کیا جائے اور اس کے فضلات خارج نہ کئے جائیں؛ اس لئے قوتِ غاذیہ کو چار قوتوں کی خدمت کی ضرورت ہے *

یہ چاروں قوائے کیا غاذیہ کے خوادم ہیں؟ **سوال:** یہ چاروں قوتیں (جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ اور دافعہ) آیا قوتِ غاذیہ کے خادم ہیں ـــــ یا قوتِ

غاذیہ کے اجزاء؟

جواب: اطباء کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض نے انہیں **خَوَادِم** کے نام سے ذکر کیا ہے، اور بعض نے انہیں **غاذیہ** کے اقسام (**اجزاء**) میں داخل کیا ہے، چنانچہ **ابوسہل مسیحی** لکھتے ہیں:

"قوائے طبیعیہ تین ہیں: **غاذیہ — مُربّیہ** (نامیہ) **— مُوَلِّدَہ**"

پھر "قوت **غاذیہ** چار ہیں":

"(۱) **جَاذِبَہ**: یہ وہ قوت ہے، جو غذاء کو نفسِ عضو کی طرف کھینچتی ہے، (جس میں یہ قوت موجود ہوتی ہے)"۔

"(۲) **مَاسِکَہ**: یہ وہ قوت ہے، جو غذاء کو ہضم ہونے سے پہلے (ہضم ہونے تک) اُس عضو میں روکے رکھتی ہے، تاکہ وہ بہنے نہ پائے — اور ہضم ہونے کے بعد (تشبیہ کے بعد) بھی اُسے وہاں روکے رکھتی ہے، تاکہ عضو سے جدا نہ ہونے پائے۔

"(۳) **ھاضِمَہ**: یہ وہ قوت ہے، جو غذاء میں تغیر و انقلاب پیدا کرکے اُسے عضو مغتذی کے مشابہ بنا دیتی ہے (تشبیہ)"۔

"(۴) **دَافِعَہ**: یہ وہ قوت ہے، جو اِن فضلات کو دفع کرتی اور بدن سے نکال دیتی ہے، جو اس غذاء سے (ہضم و تغیر کے بعد) بچ رہتے ہیں؛ اور جو ہضم نہیں ہو سکتے (یعنی جن میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی، کہ وہ ہضم و تغیر کو قبول کرکے جزءِ بدن کے مشابہ ہو جائیں)۔ علیٰ ہذا یہ قوت اُن فضلات کو بھی دُور کرتی ہے، جو دوسری جگہ سے اُس عضو کی طرف آجاتے ہیں"۔

ہاضمہ کے خوادم اِن چاروں قوائے میں باہمی کیا رشتہ ہے؟ اس پر **صاحبِ کامل** نے روشنی ڈالی ہے، جو بہت حد تک درست ہے کہ

"ان میں قوتِ ہاضمہ کی حیثیت مالک اور آقا کی ہے، اور باقی
بسوں قوٰی (جاذبہ، ماسکہ، اور دافعہ) خادم کا مرتبہ رکھتے ہیں"۔

یہ ظاہر ہے کہ قوتِ غاذیہ کا اصلی کام غذا میں تغیرات پیدا کر کے
اُسے جوہرِ عضو میں جوڑ دینا ہے؛ — اور یہ کام قوّتِ مُغَیِّرہ سے
حاصل ہوتا ہے، جس کا دوسرا نام ہاضمہ ہے۔

اس کے بعد یہ بھی بدیہی ہے کہ تغیر کا یہ کام مفید اور کارآمد مادّہ
ہی میں ہو سکتا ہے، جس کو قوتِ جاذبہ اگر حاصل کرتی ہے، تو قوتِ ماسکہ
تا اختتامِ عملِ ہضم، اُسے روکے رکھتی ہے۔ پھر جب قوتِ ہاضمہ کا کام اختتام
کو پہونچ جاتا ہے، تو جاروب کشی اور صفائی کا کام قوتِ دافعہ کر کے
اُس مقام کو پاک کر دیتی ہے، تاکہ نئے مادّہ میں نئے سرے سے پھر
اُسی قسم کا ضروری سامان تیار ہو، جس کی ضرورت کم و بیش ہر وقت
جاری رہتی ہے۔

آلہ طبیعت

سُوال یہ ہے کہ سارے طبعی قوٰی (جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ، اور دافعہ)
کے افعال آیا کسی وسیلہ کے محتاج ہیں، یا یہ بلا کسی شرط کے جاری
رہتے ہیں؟

ابُوسہل اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"طبیعت (مدبّرِ بدن) ہمارے بدن میں جو افعال و اعمال انجام دیتی
ہے (خواہ وہ افعال طبعیہ ہوں، یا حیوانیہ، یا نفسانیہ، بلا تخصیص) ان
سارے اعمال میں وہ ایک 'آلہ' (وسیلہ) کی محتاج ہوا کرتی ہے؛ —
اور جو کچھ کرتی ہے، وہ کسی غرض سے کرتی ہے"۔

آلۂ طبیعت　"چنانچہ "آلۂ طبیعت" تو عضو کا مزاج ہے — یا اُس
کی ساخت — یا دونوں۔

اور صحیح یہ ہے کہ آلۂ طبیعت مزاج و ترکیب دونوں ہی ہیں، یعنی

حقیقت یہی ہے کہ کسی عضو سے کوئی فعل اُسی وقت باقاعدہ سرزد ہوگا، جب کہ اُس کا مزاج اور اُس کی ترکیب، دونوں درست ہوں۔

غرضِ طبیعت | اور "طبیعت کی غرض" وہ چیز ہے، جو اُس (کے) فعل سے حاصل ہوتی ہے، مثلاً وہ خلاصۂ غذا (عصارہ) جو معدہ کی قوتِ (ہاضمہ) سے تیار ہوتا ہے، ــــ اور مثلاً وہ خون (اور اُس کے اجزاء و اخلاط)، جس کو جگر کی قوت (ہاضمہ) تیار کرتی ہے۔"

اعتدالِ مزاج اور سارے قویٰ | اسی مقالہ میں مصنف موصوف آگے لکھتے ہیں:

"مزاج کا اعتدال" سارے قویٰ کے لئے موافق و مناسب ہے (یہ ایسی بھلی چیز ہے، جو سب کو یکساں راس آتی ہے) اور اس میں سارے قویٰ کے اعمال ٹھیک ٹھیک صادر ہوتے ہیں۔

"رہے چاروں غیر طبعی مزاجات (حرارت، برودت، رطوبت و یبوست کی زیادتی) تو ان میں سے کوئی بھی کسی قوت کو کسی فعل پر زیادہ قادر نہیں بنا سکتی، اس لئے کہ ساری غیر طبعی چیزیں تمام قویٰ کے لئے باعثِ مضرت ہوا کرتی ہیں، اُن کے افعال کو گھٹا دیتی ہیں، یا مٹا دیتی ہیں، یا اُسے بگاڑ کر بدراہ کر دیتی ہیں۔"

ان سب قویٰ کے لئے کوئی مشترک مفید چیز اگر ہے، تو وہ حَرارَۃ غَرِیْزِیَّہ (طبعی اور معتدل حرارت) ہے، جو سب کے لئے یکساں نافع ہے، اور کسی کے لئے مُضر نہیں، خواہ قوایٰ نفسانیہ ہوں، یا حیوانیہ، یا طبعیہ۔ چنانچہ مسیحی لکھتے ہیں:

"ان تینوں قویٰ (نفسانیہ، حیوانیہ اور طبعیہ) کے لئے ایک مشترک آلہ ہے (جو سب کے لئے یکساں کارآمد ذریعہ بنتا ہے) ــــ کیونکہ حرارت غریزیہ کا توسط قوت نفسانیہ کو اِرادی تحریکات پر قادر بنا دیتا ہے، اور قوتِ ہوائیہ کو سارے بدن میں نفوذ کرنے پر قادر کر دیتا ہے، اور قوت طبعیہ کو ہضمِ غذا اور تغذیۂ بدن پر قادر بنا دیتا ہے۔"

لیکن اطباء کا ایک گروہ قائل ہے، جیسا کہ مصنف (قرشی) لکھتے ہیں، کہ

قوائے اربع اور کیفیات اربع	اِن چاروں قوتوں (جاذبہ، ماسکہ، ہاضمہ اور دافعہ) کی چار کیفیتیں خدمت کرتی ہیں

یعنی حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست ؛ (قرشی) ؛

اس اختلاف میں ابو سہلؒ کی رائے صاف اور واضح ہے، جس کی کسی طرح تردید نہیں ہوسکتی ؛

غاذیہ، نامیہ، اور مولّدہ کی باہمی نسبت	قوّتِ غاذِیہ، قوت نامیہ (مُرَبِّیَہ) کی خدمت کرتی ہے،

اور قوّتِ غاذِیہ اور نامیہ، دونوں قوتِ مولّدہ کی خدمت کرتی ہیں ؛ (قرشی) ؛

قوتِ غاذیہ اور نامیہ کے افعال، ممتاز طور پر الگ الگ بتانا بہت مشکل ہے، اس لئے ایک کو **خادم** اور دوسری کو **مخدوم** کہنا دشوار ہے، یہی حال قوتِ غاذیہ و نامیہ کی خدمت کا ہے، جس کے مقابلہ میں قوت مولّدہ کو مخدوم بنایا گیا ہے ؛

(۲) قوائے نفسانیہ

قوتِ نفسانیہ وہ قوت ہے، جس سے تمام اعضاء میں حس و حرکت پیدا ہوتی ہے۔ جن اعضاء میں یہ قوت رکھی گئی ہے، وہ "**اعضائے نفسانیہ**" کہلاتے ہیں، مثلاً دماغ، نخاع، اعصاب، آلاتِ حواس، اور عضلات وغیرہ۔ ان تمام اعضاء میں **دماغ** کو سردار (رئیس) کہا جاتا ہے۔

> قوت نفسانیہ کی دو قسمیں ہیں:
> (۱) **مُحَرِّکہ** (حرکت دلانے والی قوت)؛
> (۲) **مُدْرِکہ** (ادراک کرنے والی قوت)۔ (قرشی)۔

"**قوتِ مُحَرِّکہ** سے مراد یہ ہے کہ اُسے حرکت میں کچھ دخل ہے، خواہ یہ قوت براہِ راست تحریک پیدا کرے (جسے **فاعلۂ حرکت** کہتے ہیں) یا اعضاء کی تحریک میں محض اعانت کرے (اور محض حرکت کی باعث بنے، جیسے **قوتِ باعثہ** خود عضلات میں حرکت نہیں پیدا کرتی، مگر حرکت کی باعث ضرور بنتی ہے، جس کا ذکر ابھی آنے والا ہے)"۔
"**قوتِ مُدْرِکہ** سے مراد یہ ہے کہ اس سے ادراک و شعور کی تکمیل ہوتی ہے، خواہ وہ خود مُدرِک ہو، یا ادراک میں مددگار ہو"۔ (نفیس)۔
الغرض قوتِ محرکہ میں وہ تمام قوتیں شامل ہیں، جن کے بغیر عمل تحریک کی تکمیل نہیں ہوتی، جس طرح قوتِ مُدرِکہ میں وہ ساری قوتیں داخل ہیں، جن کے بغیر عمل ادراک کی تکمیل نہیں ہوتی۔ جب ساری قوتیں مل کر کام کرتی ہیں، تو اس اشتراکِ عمل سے اندرونی ادراک کا کام پورا ہوتا ہے۔

(۱) قوّتِ مُحرّکہ

قوّتِ مُحرِّکہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شوقیّہ (باعثۂ حرکت) | (۱) وہ قوت ہے، جو حرکت کا باعث بنتی ہے، جسے شَوقیّہ کہا جاتا ہے:

قوّتِ شوقیّہ کی خادم دو قوّتیں ہیں:

شَہوانیّہ اور غَضَبیّہ

(۲) قوت فاعلہ | (۲) وہ قوت ہے، جو حرکت کراتی ہے ـــ فاعِلۂ حرکت ہے ـــ جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ قوت عضلہ کو سکیڑتی ہے (اس میں انقباض پیدا کرتی ہے)، جس سے (متصلہ) وَتر کھنچ جاتا ہے، پھر یہ وَتر جس عضو کے ساتھ متصل ہوتا ہے، وہ عضو سکڑ جاتا ہے؛

یا یہ کہ قوتِ مذکورہ عضلہ کو مبداء کے مخالف جانب ڈھیلا کر دیتی ہے، جس سے عضلہ کا وتر بھی مخالف جانب بڑھ جاتا ہے (دراز ہو جاتا ہے)، اور متعلق عضو پھیل جاتا ہے:

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ[1] ٭ (رشی)

قوّتِ شوقیّہ | کسی حرکت، یا کسی کام سے پہلے دماغ میں کسی قسم کا جو خیال یا تصور پیدا ہوتا ہے، اور وہ عزم و ارادہ کا باعث بنتا ہے، وہ اسی قوت شوقیہ کا فعل ہے ـــ قوتِ شوقیہ کو قوّتِ نُزُوعیّہ بھی کہا جاتا ہے ٭

(نُزُوع ۔ آرزو کرنا، مشتاق ہونا)

[1] یہ ایک قرآنی آیت ہے، جس کا ترجمہ ہے: "مبارک ہے اللہ، جو بہترین خالق ہے"

قوتِ شہوانیہ و غضبیہ جو خیال یا تصور باعثِ حرکت ہوتا ہے، اسکی دو قسمیں ہیں:

(ا) اگر وہ کوئی مفید اور لذیذ شئے ہے، خواہ فی الحقیقت وہ مفید ہو، یا محض اس کا گمان ہو، تو اس وقت جو قوت اس کی طلب اور چاہت میں باعثِ حرکت بنتی ہے، اُسے **قُوّتِ شَہْوَانِیّہ** کہا جاتا ہے۔

(شَہْوَان۔ چاہت، خواہش)

(ب) اور اگر کوئی مضر اور مخالف شئے ہے، خواہ فی الحقیقت وہ مضر ہو، یا محض گمان ہو، تو جو قوت اُس سے بچنے کے لئے، بھگانے کی حرکت دلاتی ہے، یا اُس سے مقابلہ کراتی ہے، اُسے **قوّتِ غَضَبِیّہ** کہا جاتا ہے۔

(غَضَب غصّہ)

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ شہوانیہ اور غضبیہ درحقیقت قوت شوقیہ کی قسمیں ہیں، نہ کہ خادم۔ جیسا کہ شیخ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

حرکتِ ارادیہ علامہ **نفیس** لکھتے ہیں:

"الغرض **ارادی حرکت** چار قوتوں سے تکمیل پاتی ہے:

(ا) **قوتِ خَیَالِیَہ**، یا **وَھْمِیَّہ** (جس میں سب سے پہلے کوئی تصوّر قائم ہوتا ہے)؛

(۲) **قوّتِ شوقیہ** (جس میں اُس تصور کے مطابق شوق پیدا ہوتا ہے)؛

(۳) **قوّتِ عَازِمَہ** (جس کے متعلق شوق کے بعد قصد و ارادہ ہے)؛

(۴) **قوّتِ فاعلہ** (جو متعلقہ عضلات کو متحرک کرتی ہے، یعنی نظام و ترتیب کے ساتھ انقباض و انبساط پیدا کر کے موجب حرکت بنتی ہے)۔

چنانچہ انسان جب کسی مفید یا مضر چیز کا تصوّر کرتا ہے، تو اُس کے بعد سب سے پہلے قوت شوقیہ کمربستہ ہو کر شوق پیدا کرتی ہے۔ پھر شوق کے بعد قوتِ عازمہ قصد و ارادہ پیدا کرتی ہے۔ پھر قصد و ارادہ کے بعد قوتِ محرکہ عضلات کو حرکت میں لاتی ہے"۔

عضلات اور حرکات

حرکات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حَرَکاتِ اِرَادِیّہ (اختیاریّہ)، مثلاً اُن عضلات کی حرکت، جن کی مدد سے ہم چلتے پھرتے ہیں۔

(۲) حَرَکاتِ طَبعِیَّہ، جن میں ہمارے ارادہ کو کچھ دخل نہیں، مثلاً قلب کی حرکت، معدہ و امعاء کی حرکت، وغیرہ۔

اسی طرح عضلات کی بھی دو قسمیں ہیں، جو حرکات کی طرح اِرَادِیَّہ اور طَبعیَّہ کہلاتے ہیں۔

لیکن بعض لوگ اصطلاحاً عضلات مختص طور پر قسم اوّل ہی کو کہتے ہیں، جو ارادہ سے کام کرتے ہیں، یعنی جن پر ارادہ کا اقتدار مؤثر ہوتا ہے۔ یہ لوگ معدہ، امعاء، رحم، مثانہ، اور مرارہ وغیرہ کے عضلی طبقہ کو، جو بلا ارادہ کام کرتا ہے، طبقۂ لِیفِیَّہ کہا کرتے ہیں — اسے عضلہ یا عضلی نہیں کہتے۔

الیافِ عضلیہ کی وضع اور ان کے افعال عضلات جب حرکت کرتے ہیں، تو یہ سکڑتے ہیں، اور جب یہ سکڑتے ہیں، تو اُن کا طول کم ہو جاتا ہے، اس لئے متصلہ اجزاء و اعضاء کھنچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، اور اسی کے مطابق بدن کے اندر انواع و اقسام کی حرکتیں واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی عضلہ کسی عضو کی لمبائی میں واقع ہے، تو اس کے سکڑنے سے اُس عضو کی درازی گھٹ جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی عضلہ کسی عضو میں آڑے طور پر اس طرح واقع ہے، کہ اس نے ایک حلقہ سا بنا لیا ہے، تو اس کے سکڑنے سے وہ نالی چھوٹی ہو جائے گی، یا قطعاً بند ہو جائے گی۔

---

(۲) قوتِ مُدرِکہ

قوت مُدرکہ کی دو قسمیں ہیں :
(۱) قوتِ مُدرِکہ بیرونی (جو دماغ سے باہر واقع ہیں) ؛
(۲) قوتِ مُدرِکہ اندرونی (جو دماغ کے اندر واقع ہیں) ✦

بیرونی قوت مُدرِکہ

بیرونی قوت مدرکہ کی تعداد پانچ ہے (حواسِ خمسہ)، جو اندرونی قوتِ مدرکہ کے لئے مخبر اور جاسوس کے مانند ہیں ✦ (قرشی) ✦

بیرونی حواس جاسوس ہیں

یعنی بیرونی پانچوں حواس (حواس خمسہ) حکومت کے جاسوسوں کی طرح بیرونی دنیا کی ساری خبریں دماغ کے اندرونی قویٰ تک، جو کھوپڑی کی سنگین دیواروں کے اندر، قلعہ بند ہیں، پہنچایا کرتے ہیں. مثلاً آنکھ کی قوتِ باصرہ تمام دنیا کی شکلیں صورتیں، رنگتیں، اور کان کی قوتِ سامعہ ہر قسم کی بیرونی آوازیں ــــ اسی طرح قوت ذائقہ چیزوں کے مزے، قوت شامہ چیزوں کی بوئیں، اور قوت لامسہ ہر چیز کی وہ کیفیات جو چھونے سے محسوس ہوا کرتی ہیں، مرکزِ حکومت تک پہونچا دیا کرتی ہے ؛ تاکہ دماغ کی اندرونی قوتیں، جن کے متعلق سارے بدن کی تدبیر اور تمام اعضا کی

سیاست وابستہ ہے، اس علم کے بعد کوئی مناسب رائے قائم کریں، اور اگر ضرورت ہو، تو اپنے ہرکاروں (عضلات) کو حکم دے کر حسب ضرورت دوڑ دھوپ کے لئے مجبور کردیں +

مثال: بُزدل انسان کی نظر جب سانپ پر پڑتی ہے، تو اس کے دماغی قویٰ ٹانگوں کے عضلات کو بھاگنے کا حکم دیتے ہیں — اور بہادر کی آنکھوں کے اندر جب سانپ کی تصویر چھپتی، اور دماغ کے اندرونی قویٰ کو اس کی خبر ملتی ہے، تو وہ یہ رائے قائم کرتے ہیں، کہ اس موذی کو مار ڈالنا چاہیئے، جس کے مطابق اُس کے ہاتھ پاؤں کے عضلات کے قوائے محرکہ کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں +

اِسی وجہ سے **نفیس** نے صحیح لکھا ہے کہ:

"بیرونی قویٰ کے افعال دماغ کے اندرونی قویٰ کے افعال سے مقدم ہوتے ہیں"

کیونکہ باہر سے جب تک کوئی خبر اندر نہ پہونچے، اندرونی قویٰ آخر کس چیز میں کوئی رائے قائم کریں گے باہر سے جو محسوسات اندر پہونچا کرتی ہیں، وہی درحقیقت اندرونی قویٰ کو کام کرنے کا مواد فراہم کرتی ہیں +

(۱) قوتِ باصرہ اور فعل ابصار

قوّتِ باصرہ (بینائی کی قوت)

اس قوت کی جگہ وہ مقام ہے، جہاں آنکھ کی طرف آنے والے دونوں اعصاب باہم صلیب کی طرح مِل جاتے ہیں، جس کو تقاطعِ صلیبی کہتے ہیں +

قوتِ باصرہ کا کام رنگوں، روشنیوں اور شکلوں کا ادراک کرنا ہے + (قرشی)

عَیْن (آنکھ) رَبَّن طبری نے آنکھ کو بدن کے "چراغ" سے تشبیہ دی ہے، اور عام اطبا، قوتِ بینائی کو "نُورِ بَصَر" کہا کرتے ہیں ــــ کیونکہ تمام حواس میں آنکھ کو جو تعلق نُور (روشنی) سے ہے، وہ کسی دوسرے کو نہیں۔ بینائی کا عمل نور کے وجود پر موقوف ہے، اور تاریکی میں ہرگز کوئی چیز دکھائی نہیں دے سکتی۔ نیز اگر آنکھ نہیں، تو ساری دنیا تاریکی ہی تاریکی ہے ؛

ترکیب عَیْن (آنکھ کی ساخت) آنکھ کو کُرَۃُ العَیْن (کرہ چشم: آنکھ کی گولی) کہا جاتا ہے کیونکہ آنکھ کا ڈھیلا گیند یا گولی (کُرہ) کی شکل پر تقریباً گول بنایا گیا ہے جو عضلات کی امداد سے خانۂ چشم (مِحْجَر) کے اندر ہر طرف گھومتا رہتا ہے ؛

آنکھ کی گولی چند جھلّیوں سے بنی ہے، جن میں بعض عصبی ہیں بعض عروقی، اور بعض رباطی۔ یہ جھلیاں پیاز کی طرح کئی پرت بناتی ہیں، جن کو طبقاتِ چشم کہا جاتا ہے۔ ان طبقات کے وسط میں (جن کی تعداد کسی مقام پر تین سے زائد نہیں) ایک خلاء (کوٹھری) حاصل ہو جاتی ہے، جن کو تین رطوبتیں (رطوباتِ چشم) پُر کرتی ہیں:

طبقات	صُلبیہ مع قرنیہ	مَشیمیّہ مع عِنَبیہ	شَبَکیّہ ملتحمہ و عنکبوتیہ (یا اختلاف)
رطوبات	زُجاجیّہ	جَلیدیّہ	بَیْضیّہ

طبقاتِ چشم

طبقہ صُلبیہ (صُلْبَہ: سخت) یہ سب طبقات میں سے

کرۂ چشم (کُرَۃُ العَین)

مع طبقات ورطوبات

کرۂ چشم کو بیچ سے تراش کر دکھایا گیا ہے

بیرونی طبقہ ہے، جو بہت ہی سخت اور مستحکم بنایا گیا ہے۔ آنکھ کی مخصوص شکل اسی سے قائم ہے۔ یہ بلحاظِ جوہر دباطی ہے۔ آنکھ کی گولی کا بڑا دائرہ اسی سے حاصل ہوتا ہے، جو اِکلیل[1] پر ختم ہوتا ہے، جہاں سے قرنیہ شروع ہوجاتا ہے۔

قَرنِیہ طبقۂ صُلبہ کے اگلے حصّے سے طَبَقَہ قَرنِیہ بنتا ہے، جو سینگھ کے باریک طبقات اور صیقل کئے ہوئے پرتوں کی طرح شفاف ہوتا ہے۔ (قَرن سینگھ)۔

طبقہ مَشِیمِیَہ طبقۂ صلبہ سے اندر کی طرف طبقہ مشیمیہ ہے، جو جنین کی غشا مشیمی اور آنول کی طرح بہت ہی عروقی ہے، جس سے بیشتر اجزاء چشم کا تغذیہ ہوتا ہے، اور یہ اس کا اہم فعل ہے۔
[یہ مَشِیمَۃُ الجَنِین (بچہ کی آنول) کی طرف منسوب ہے]
صلبیہ کی طرح یہ بھی بہت بڑا ہے، اور قرنیہ کی طرح عنبیہ بہت چھوٹا سا ہے۔

عِنَبِیَّہ اسی طبقۂ مذکورہ کے اگلے حصّے سے، مقام اکلیل کے پاس طبقہ عِنَبِیَّہ بنتا ہے، جس کے وسط میں انگور (عِنَب) کی طرح ایک سوراخ ہوتا ہے، جو انگور سے تنکہ الگ کرنے پر نظر آتا ہے۔ اس سوراخ کو ثُقبۂ عِنَبِیَّہ اور اِنسانُ العَین (پتلی، مردمک چشم) کہا جاتا ہے۔

طبقہ شَبکِیَّہ طبقہ مشیمیہ سے اندر کی طرف طَبَقَۂ شَبکِیَّہ ہے، جو رطوبت زجاجیہ کو اس طرح گھیرے ہوتے ہے، جس طرح جال شکار کو گھیر لیتا ہے (شَبَکَہ: جال)۔

طبقۂ شبکیہ ہی میں عصبۂ باصرہ کے ریشے ختم ہوتے ہیں، گویا بینائی ہی کا عصب پھیل کر شبکیہ بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو بجا

---

[1] اِکلِیل: وہ مقام یا دائرہ، جہاں آنکھ کی سیاہی اور سفیدی باہم ملتی ہیں۔ (اِکلیل: تاج)۔

طور پر عصبی کہا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی اگلی حد مقام اکلیل پر ختم ہوتی ہے۔

اِکلِیل "اِکلِیل، یا اِکلِیلُ العَین وہ دائرہ ہے، جس پر تمام طبقات کے کنارے ختم ہوتے ہیں" (علی گیلانی)

یہ وہی دائرہ ہے، جو باہر سے آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کے درمیان پایا جاتا ہے، اگر آنکھ کو اس مقام سے تراشا جائے، تو جلیدیہ کا کنارا اسی مقام پر ملے گا۔ یہ ایک مشترک مقام اتصال ہے، جس پر تمام طبقات ختم ہوتے ہیں، مثلاً اس کے سامنے قرنیہ ہے، تو پیچھے صلبیہ ــــ اسی طرح اسی خط پر طبقۂ مشیمیہ ختم ہوتا اور عنبیہ شروع ہوتا ہے۔

طَبَقَۂ مُلتَحِمَہ آنکھ کے ڈھیلے میں سامنے کی طرف (سب سے باہر) ایک جھلی ہوتی ہے، جو آنکھ کے ڈھیلے کو پپوٹوں سے اور آنکھ کے دیگر عضلات سے ملاتی ہے۔ اس کو طَبَقَۂ مُلتَحِمَہ کہا جاتا ہے۔

[ملتحمہ: التحام ملنا، جڑجانا]

عَنکَبُوتِیَہ رطوبت جلیدیہ پر مکڑی کے جالے کی طرح ایک باریک اور حجابی جھلی ہوتی ہے، جس کو عَنکَبُوتیہ کہا جاتا ہے۔ اس میں کچھ ریشے طبقۂ شبکیہ سے، اور کچھ ریشے طبقۂ مشیمیہ سے آتے ہیں۔

(عنکبوت: مکڑی) +

عصبہ باصرہ اور تقاطع صلیبی دونوں طرف کے عصبہ باصرہ، جس کا دوسرا نام عصبہ مجوفہ ہے، دماغ سے نکل کر سامنے کی طرف اس طرح بڑھتے ہیں کہ دائیں عصب کو ترچھے طور پر بائیں طرف چلنا پڑتا ہے، اور بائیں عصب کو دائیں طرف، حتیٰ کہ دونوں باہم ملاقی ہو جاتے ہیں: اس مقام اتصال کو، جو صلیب کی شکل پیدا کر دیتا ہے، تقاطع صلیبی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ دونوں اعصاب الگ الگ ہو کر دونوں آنکھوں میں چلے جاتے، اور پھیل کر طبقہ شبکیہ بناتے ہیں، جو رطوبت زجاجیہ پر محیط ہو جاتا ہے۔

رطوبات چشم

آنکھ کی خلاء میں، جو مذکورہ طبقات سے بنتی ہے، تین رطوبتیں بہ ترتیب ذیل پائی جاتی ہیں:

رطوبۃ زجاجیہ کرۂ چشم کی پچھلی خلاء میں رطوبت زجاجیہ ہے، جو پگھلی ہوئی کانچ کی طرح نیم سیال اور گاڑھی ہوتی ہے۔ (زجاج: کانچ)۔

رطوبۃ جلیدیہ / رطوبۃ عدسیہ رطوبت زجاجیہ سے آگے رطوبت جلیدیہ (عدسیہ) ہے جو اولہ کی طرح گول سی شفاف اور نسبتاً سخت ہے، اور جو مسور کی شکل پر آگے پیچھے سے محدب (محدّب الطرفین) ہے۔ (جلید: اولہ: عدس: مسور)۔

رطوبت بیضیہ رطوبت جلیدیہ کے آگے رطوبت بیضیہ ہے، جو انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف ہے، اسی وجہ سے اس کا نام بیضیہ رکھا گیا ہے۔ (بیض: انڈہ)۔

کیفیت ابصار مصنّف نے کہا ہے کہ

"قوت باصرہ کا کام رنگوں، روشنیوں اور شکلوں کا ادراک کرنا ہے"

اس ادراک کی کیفیت کیا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے:

(۱) بعض علماء آنکھ سے شعاع نکلنے کے قائل ہیں، یعنی آنکھ سے مخروطی شکل کا ایک شعاعی جسم خارج ہوتا ہے، جس کا قاعدہ بیرونی جسم مرئی[۱] (مبصَر) کے پاس ہوتا ہے، اور راس (زاویہ) آنکھ کے پاس۔

(۲) بعض علماء استحالہ شعاعیہ[۲] کے قائل ہیں، یعنی آنکھ سے کسی قسم کی شعاع نہیں نکلتی، بلکہ آنکھ اور بیرونی جسم مرئی کے درمیان فضاء میں جو ہوا ہوتی ہے، وہ آنکھ کی شعاعی کیفیت حاصل

---

[۱] جسم مرئی (مُبصَر) وہ بیرونی جسم، جو نظر آتا ہے۔

[۲] استحالہ شعاعیہ: شعاع میں تبدیل ہوجانا، شعاع کی صورت قبول کرلینا۔

کر کے بینائی کا ذریعہ بن جاتی ہے "۔

(۳) بعض علماء انطباع (تصویر چھپنے) کے قائل ہیں ـــــ یعنی بیرونی جسم مرئی کی تصویر (شَبَح) شفاف ہوا کی وساطت سے رطوبت جلیدیہ میں چھپ جاتی ہے، (پھر یہ رطوبت، جو عدسہ کی شکل پر ہوتی ہے، کچھ تغیرات پیدا کر کے آگے روانہ کر دیتی ہے)" (نفیس)

قوت بینائی آنکھ میں نہیں ہے

یہ عجیب بات ہے کہ درحقیقت قوتِ بینائی آنکھ میں نہیں ہے ـــــ آنکھ تو تصویر چھاپنے کا محض ایک آلہ اور ذریعہ ہے ـــــ قوتِ باصرہ کا حقیقی مقام مُقدّم دماغ میں ہے، جس کو امام ابن ھیثم نے حسّاس اخیر کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۲) قوت سامعہ اور فعلِ سمع

قوّت سامعہ (سننے کی قوت):
اس قوت کا مقام وہ عَصَبَہ (پٹھا) ہے، جو کان کے سوراخ میں بچھا ہوا ہے۔
قوتِ سامعہ کا کام آوازوں کا ادراک کرنا ہے۔ (قرشی)

کان (اُذُن) حواس خمسۂ ظاہرہ میں کان وہ عضو ہے، جس سے آواز کی لہروں (تَمَوُّجاتِ صَوتِیَّہ) کا احساس ہوتا ہے۔

کان متعدد اجزاء سے مرکب ہے، اور اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) بیرونی حصہ ـــــ کان (غُضرُوفُ الاُذُن)۔
کان کا بیرونی سوراخ (صِمَاخِ ظاہر)۔

کان، کان کا سوراخ اور جوبہ

عظامِ جوبہ
(کان کی ہڈیاں)

عطافات، لولب، دہلیز
(بیرونی منظر)

مقابل صفحہ ۱۰۴
کان، کان کا سوراخ اور جوبہ
سندانی
مطرقی
رکابی
صماخ ظاہر
غشاء طبلی
مطرقی
سندانی
رکابی
عدسی
عظام جوبہ
(کان کی ہڈیاں)
عطافات
بالائی مجری
اتصال
لولب
دہلیز
عطافات، لولب، دہلیز
(بیرونی منظر)

(۲) درمیانی حصہ (جَوْبَہ ؛ طَبْلَہ ؛ غُظَیْمَاتُ السَّمْع .

(۳) اندرونی پیچیدہ حصہ (لَوْلَب ؛ عِطَافات) ؛ کان کا اندرونی سوراخ (صِمَاخِ باطن) .

غُضْرُوفُ الاُذُن	جَوْبَہ (طَبْلَہ)	لَوْلَب
صِمَاخ ظاہر	غُظَیْمَاتُ السَّمْع	عِطَافات

(۱) بیرونی حصہ (غُضْرُوفُ الاُذُن) یہ حصہ غضروفی ہے، جس کے اندر کان کا بیرونی سوراخ (صِمَاخ ظاہر) واقع ہے ؛ یہی حصہ عُرفاً **کان** (اُذُن) کہلاتا ہے.
اس کُرّی میں بہت سے نشیب و فراز ہوتے ہیں +
اس کری کا فائدہ ہوائی موجوں کو قبول کرکے متاثر ہونا، اور ان کو سماعت کے اصلی آلہ تک پہونچا دیناہے +

کان کا بیرونی سوراخ (صِمَاخ ظاہر) آواز کی لہروں کے پہونچانے میں وہی خدمت انجام دیتاہے، جو ثقبۂ عنبیہ بیرونی مرئیات کی شعاعوں کے پہونچانے میں کام کرتاہے +

(۲) درمیانی حصہ (جَوْبَہ) کان کے اندر جس فضاء کا نام جَوْبَہ رکھا گیاہے، یہ کان کے بیرونی اور اندرونی حصوں کے درمیان واقع ہے —— اس خلاء کا نام بعض لوگوں نے طَبْلَہ (ڈھول) اس مناسبت سے رکھاہے کہ ؛

(۱) ڈھول کی طرح اس کی خلاء میں بھی ہوا، بھری رہتی ہے +

(۲) ڈھول کی طرح اس میں کھال منڈھی ہوتی ہے، اور اُس کی تنی ہوئی کھال کی طرح اس میں بھی صَوْتی قرعات سے لرزش واقع ہوتی ہے +

[صَوْتی قَرْعات : آواز کی ٹھوکریں]

اس فضا میں چار ننھی ننھی مخصوص شکل کی ہڈیاں پائی جاتی ہیں +

(۱) مِطْرَقِی : اس کی شکل چھوٹی سی ہتھوڑی سے متشابہ ہے ؛
(مِطْرَقَۃ : ہتھوڑی) ۔ یہ کان کے پردہ سے لگی رہتی ہے ؛
(۲) سَنْدَانِی ۔ اس کی شکل لوہار کے سَنْدان (اہرن) سے کسی قدر متشابہ ہے، جس پر وہ لوہا رکھ کر پیٹتا ہے ؛
(۳) عَدَسِی : یہ چھوٹی سی ہڈی ہے، جس کی شکل کسی حد تک مسور (عَدَس) سے مشابہ ہے ؛
(۴) رِکَابِی : یہ زین کے رِکَاب سے مشابہت رکھتی ہے جس کا اتصال کان کے اصلی آلات سے ہے، جس میں عصبہ سامعہ کے ریشے پھیلتے ہیں ؛

(۳) اندرونی حصّہ (لَوْلَبْ، عِطَافات)

اصلی کان، جہاں اعصاب سامعہ کے ریشے پھیلتے ہیں؛ وہ یہی ہے، جو عظم حجری کے اندر پُرپیچ نالیوں اور سرنگوں کی شکل میں واقع ہے۔ اس کا ایک حصہ خاص طور پر پیچکس یا گھونگھے سے مشابہ ہے ؛ اسی کو لَوْلَب، قَوْقَعَہ اور حَلَزُوْن[۱] کہا جاتا ہے ؛

اور اس کا دوسرا حصّہ متعدد خمیدہ نالیوں پر مشتمل ہے، (عِطَافات اور تعَارِیْج کَثِیْرَہ) یہ وہی تین نالیاں ہیں، جن کو مَجَارِی ہِلالیہ کہا جاتا ہے، جن کے دہانے دہلیز نامی فضا میں کھلتے ہیں ؛

{ عِطَافات، یا عِطْفات موڑ، بل
{ تعَارِیْج ۔ خمیدگیاں ؛

ان پُرپیچ نالیوں اور سرنگوں کے اندر ایک جھلّی استر کرتی ہے، جس میں اعصابِ سامعہ کے ریشے پھیلتے ہیں۔ اسی جھلّی کو صاحبِ کامل نے سماعت کا اٰلۃ اُولیٰ (راست آلہ) قرار دیا ہے، اور کان کے دوسرے دونوں حصوں کو اس جھلی کا خادم بتایا ہے ؛

عصب سامع عصب سامع، عصب الوجہ کے ساتھ عظم حجری کے اُس سوراخ میں داخل ہوتا ہے، جو اس کی پچھلی سطح میں واقع ہے (صماخ باطن)

---

[۱] حَلَزُوْن اور قَوْقَعَہ ؛ گھونگھا ؛

پھر یہ دونوں اپنا اپنا الگ راستہ لیتے ہیں : عصب الوجہ تو بل کھا کر عظم حجری کے ایک سوراخ کی راہ باہر آکر چہرہ میں پھیل جاتا ہے. مگر عصب السمع شاخ در شاخ ہونے کے بعد مذکورہ جھلی میں پھیل کر اندر ہی رہ جاتا ہے۔

(۳) قوتِ شامّہ اور فعل شمّ

قوتِ شامّہ (سونگھنے کی قوت)

یہ قوت اُن دو اعصاب میں ہوتی ہے، جو سرِ پستان (حَلَمَہ) کے مانند بڑھے ہوئے ہوتے ہیں (زائدۂ حَلَمِیّہ)۔

اس قوت کا کام بُو کا دریافت کرنا ہے، جو اُس ہوا کے ساتھ ناک میں چڑھتی ہے، جو سانس کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے (هَوَاءِ مُسْتَنْشَق)۔ (قرشی)۔

ناک (انف) "جن جانوروں میں پھیپھڑے پیدا کئے گئے ہیں، اُن میں لازماً ناک پیدا کی گئی ہے — یعنی جو حیوانات ہوا سے سانس لیتے ہیں، ان میں ناک تنفّس کا ایک آلہ ہے" (گیلانی)

یہ ناک دو کاموں کے لئے بنائی گئی ہے :

ایک، سونگھنے کے لئے ؛

دوسرے، آواز صاف کرنے کے لئے۔ (گیلانی)

تجویف انف ناک کا غار (تجویف انف) بذریعہ ایک کھڑی دیوار کے دو حصوں میں منقسم ہے. ان دونوں حصوں کے بنانے میں نیچے اور سامنے کی طرف کریاں داخل ہیں، تو اوپر اور پیچھے کے حصوں میں ہڈیاں۔

ناک کے دونوں بیرونی سوراخ مِنْخَرَیْن (نتھنے) کہلاتے ہیں۔

اور پچھلے دونوں سوراخ حلق میں جاکر کھلتے ہیں (مِنْخَر خیشومی)۔
ناک کے غار کے بنانے میں جو ہڈیاں داخل ہیں، وہ بہت ہی نازک پرتوں سے مرکب ہیں، جن میں آڑے، ترچھے، چھوٹے بڑے چھید اور خلائیں پائی جاتی ہیں، اِن ٹیڑھے میڑھے منافذ کو تَقَوُّبِ اِسْفَنْجِیَّہ اور مَنَافِذِ اسفنجیہ کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔

غشاءِ مخاطی اِن سب خلاؤں میں ایک جھلی کا استر ہوتا ہے، جو بلغمی رطوبت (مُخاط) سے کم و بیش ہر وقت تر رہا کرتی ہے۔
ناک کے غار کی جھلی میں، علی الخصوص اس کے بالائی حصوں میں عصبہ شامّہ کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔

عصبہ شامّہ ناک کی چھت میں عظم مصفات واقع ہے، جس میں چھلنی کے سے باریک باریک پندرہ بیس چھید ہوتے ہیں۔ اسی کی بالائی سطح پر دونوں عصبۂ شامّہ کے اگلے پھیلے ہوئے سرے واقع ہیں، جو سرپستان (حَلَمَہ) سے مشابہ ہوتے ہیں، اور جن سے بہت سے ریشے نکل کر اور مصفات کے سوراخوں کو عبور کرکے ناک کے غار میں پہونچتے، اور وہاں کی غشاءِ مخاطی میں پھیل جاتے ہیں۔

"عصبۂ شامّہ کا درجہ اس عصبہ کے برابر ہے، جس سے بینائی وابستہ ہے"

ادراکِ شمّ ناک کے غار میں آڑے ترچھے راستے اسی لئے بنائے گئے ہیں کہ سانس کے ذریعہ جو ہوا اندر داخل ہو، جن میں بودار اشیاء کے ذرات (بشکل بخارات) ہوا کرتے ہیں، وہ اِن سطوح کے ساتھ اچھی طرح ٹکرائیں، تاکہ بُو کا احساس بہتر ہو۔ اسی تحرک کو بڑھانے کے لئے کسی چیز کے سونگھتے وقت ہم بار بار زور سے اور جھٹکے کے ساتھ، سانس کھینچا کرتے ہیں، جس سے بُو کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

ادبکر

(۴) قوتِ ذائقہ اور فعلِ ذوق

قوّت ذائقہ (چکھنے کی قوت)

یہ قوت اُس عصب میں پائی جاتی ہے، جو جرمِ زبان میں پھیلا ہوا ہے ⁂
اس قوت کا کام مزوں کا ادراک کرنا ہے ⁂
(ترتیبی)

زبان (لِسان) "زبان" اگرچہ مزوں کے چکھنے کا مخصوص آلہ ہے، مگر اس سے قدرت نے دوسرے اعمال بھی وابستہ کر دیئے ہیں:

غذاؤں کو حرکت دینا، اور حروف و الفاظ کا ادا کرنا۔

زبان کے جوہر میں جزو اعظم عضلات ہیں، جو ڈھیلے طور پر ملے ہوئے ہیں، جس سے زبان میں نرمی اور اسفنجیت حاصل ہوگئی ہے، نیز زبان کی ساخت میں عروق دمویہ (شرائین و اَوردہ) کی کثرت ہے، جس سے زبان سرخ نظر آتی ہے ⁂

زبان کی جھلی زبان کی مخصوص ناہموار جھلی میں حِسّ ذوق کے علاوہ حِسِّ لمس بھی پائی جاتی ہے " یہ اُس سارے لِباس سے اتصال رکھتی ہے، جو منھ کے جوف میں استر کرتا، اور مَرِی و قصبۂ ریہ میں اوتر جاتا ہے۔" (مِئتہ) ⁂

زبان کی بالائی سطح میں چھوٹی بڑی بلندیاں ہوتی ہیں، جن میں اعصاب کے آخری سرے ختم ہوا کرتے ہیں ⁂

یہ جھلی لعاب دہن سے ہر وقت تر رہا کرتی ہے، جو مزوں کے ادراک میں واسطہ بنا کرتی ہے، جس طرح بوؤں کے ادراک میں بیرونی ہوا واسطہ ہے، جس میں بودار چیزوں کے بخارات مخلوط ہو کر ناک کے

اعصاب تک پہونچا کرتے ہیں۔ یعنی بودار اجزار کی طرح مزہ دار جسم کے اجزار بھی اس رطوبت میں گھل مل کر زبان کے اندر اعصاب تک پہونچتے ہیں، جن سے اعصاب ذائقہ کے ریشے متاثر ہوتے ہیں، اور مزہ کا ادراک ہوتا ہے۔

(۵) قوتِ لامسہ اور فعلِ لمس

قوّت لامسہ (چھُونے کی قوت)

یہ قوت تمام بدن کی جِلد، اور اکثر گوشتوں میں پائی جاتی ہے۔

اس قوت کا کام اَجسامِ مَلمُوسہ (چھوئے ہوئے اجسام) کی حرارت، برودت، یبوست، رطوبت، خشونت (کھردراہٹ)، مَلاست (چکناہٹ)، صلابت (سختی)، لیُونت (نرمی)، خفت (ہلکاپن) اور ثقل (بوجھ) کا ادراک کرنا ہے۔ (قرشی)

جِلد (کھال، پوست) ہمارے بدن کی جِلد ایک عام اور وسیع وِقَایَہ (حفاظت) اور حِصَار (گھیرا) ہے، جس کو ڈھال، زِرَہ، یا چہار دیواری سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ یہ بیرونی صدمات و آفات سے، بدن کے اندرونی اعضاء کو، اپنی بساط و مقدرت کی حد تک، بچاتی ہے۔ یعنی بہترین قدرتی محافظ و نگہبان ہے۔

صاحب کامل کہتے ہیں:

"جس طرح طبیعت نے تمام اعضاء کو کسی نہ کسی جھلی سے ملفوف کیا ہے جو خارجی و عارضی آفات سے اُن کی حفاظت کی خدمت انجام دیتی ہے، اسی طرح بیرونِ بدن سے بھی سارے اعضاء کے لئے ایک عام پوشش (غطاء عام) کا انتظام کیا ہے، جو انھیں ڈھانک کے

بیرونی آفات سے اس کی نگہبانی کرتی ہے"۔

دوسرے اعضاء اور لمس

جلد میں قوت لامسہ بہت ہی بلند اور مکمل صورت میں پائی جاتی ہے لیکن اس کے علاوہ بدن کے گوشت (عضلات) میں بھی حسّ لمس موجود ہے، جس کو حسّ عضلی کہا جاتا ہے۔ اسی حسّ پر عضلات کے افعال کی باقاعدگی کا مدار ہے۔ نیز جب عضلات سے بہت زیادہ کام لیا جاتا ہے، تو ان میں درد پیدا ہو جاتا ہے، جو حسِ لمس ہی کا تاثر ہے۔ (لَمس: چھونا)۔

علاوہ ازیں بدن کی جھلیوں میں، اور دوسرے مقامات میں بھی یہ حس پھیلی ہوئی ہے۔ یعنی اس کو ایک وسیع عمومیت حاصل ہے کہ جس کی وجہ سے جِسم کا شاید ہی کوئی حصّہ اس سے خالی ہو۔

اندرونی قوائے مُدرِکہ

دماغی قویٰ، ذِہن، فِکر

دماغی قویٰ سب سے زیادہ نازک اور شریف ہیں۔ اسی شرافت نے دماغ کو تمام اعضاء پر فوقیت بخشی، اور اس کو سب کا سردار (سَیِّدُ الاعضاء) بنا دیا۔ (بقراط) ـــــ مگر تمام اعضاء میں انسان کو سب سے کم معلومات جس عضو کے بارے میں ہیں، وہ دماغ اور اس کے افعال ہیں۔

دماغی قوٰے، ان کی تعداد، اور مقامات

دماغی قویٰ کی تعداد اور ان کے محل وقوع میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ (اطبائے قدیم) کے نزدیک ان کی تعداد تین ہے:

تخیُّل، تفکُّر، تذکُّر،

لیکن دوسرے گروہ (فلاسفۂ یونان) کے نزدیک پانچ:

(۱) حِسّ مشترک (۲) خیال، (۳) واھمہ

(۴) مُتَصَرِّفَہ (۵) حَافِظہ

چنانچہ صاحب کامل اور صاحب مِئَۃ نے قدیم اطباء کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے اندرونی قویٰ کو تین کی تعداد میں ذکر کیا ہے، اور عَلاّمہ عَلاءُ الدّین قرشی، مصنف کتاب نے فلاسفۂ یونان کے مسلک پر انھیں پانچ کہا ہے؛ جیسا کہ ذیل کے بیان سے ظاہر ہوگا؛

حِسّ مشترک اور خیال

اندرونی قوائے مُدرِکہ میں سے ایک قوت کا نام حِسّ مشترک ہے، جو اُن جُزئی صُوَرْ (صورتوں) کو ادراک کرتی ہے، جنھیں بیرونی حواس نے ادراک کیا ہے۔

حِسّ مشترک کا مقام دماغ کے بطنِ مقدم (جزءِ مقدم) کا اگلا حصّہ ہے؛

اور اس کا خزانہ خیال ہے، جس کا مقام دماغ کے بطنِ مقدم کا پچھلا حصّہ ہے۔ (قرشی)۔

حِسّ مشترک

صُوَر اور مَعَانی (صُوَر: صورت کی جمع) "صُوَر سے یہاں ایسی چیزیں مراد ہیں، جو بیرونی حواس سے دریافت کی جاسکتی ہیں (مثلاً اجسام کی شکل، بو، مزہ، آواز، اور کیفیاتِ ملموسہ، یعنی حرارت، برودت، خشونت و ملاست وغیرہ)"۔

"اور مَعَانی ــــ سے ایسی چیزیں مراد ہیں، جن کا ادراک بیرونی حواس سے نہیں ہوسکتا (مگر دماغ اُن باتوں کو سمجھتا ہے، مثلاً محبّت، عداوت، بُغض، حَسَد، رَشک، قہت، ضعف، رشتے، الفاظ کے معانی و مطالب، مضرت، منفعت، وغیرہ)" (نفیس)۔

مقدم دماغ، مؤخر دماغ، اوسط دماغ

(پہلوی منظر)

مقدم دماغ

ساق المخ

مخیخ کی بالائی ساق (عقدہ رابطہ)

اوسط دماغ (جسمی)

مبدأ النخاع

مؤخر دماغ

(مخیخ)

بطونِ دماغ

(دماغ کے خانے یا خلائیں)

(بالائی سطح)
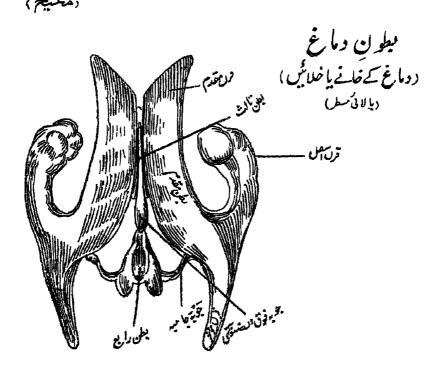
وجہ تسمیہ "اس قوت کا نام حِسّ مشترک اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس کا عمل یا پنجوں حواس ظاہرہ کے لئے مشترک ہے: یا پنچوں بیرونی حواس میں سے ہر قوتِ حاسّہ جو کچھ ادراک کرتی ہے، اُسے حِسّ مشترک تک بھیج دیتی ہے، اس لئے بیرونی حواس کی ساری محسوسات اس کے پاس اکٹھی ہو جاتی ہیں، اور یہ سب کو یک جائی طور پر ادراک کرتی ہے۔" (نفس) ٭

فائدہ "حِسّ مشترک کا فائدہ یہ ہے کہ جو اعراض و علامات (صورتیں) بیرونی حواس سے (الگ الگ) محسوس ہوتی ہیں، وہ سب کی سب ایک قوت کے پاس جمع ہو جائیں، اور وہ یہ معلوم کر سکے کہ یہ اعراض و کیفیات ایک چیز میں پائی جاتی ہیں، یا بہت سی چیزوں میں۔" (نفس) ٭

یعنی پانچوں حواس الگ الگ اپنے محسوسات کا ادراک کرتے ہیں، اور حِسّ مشترک سب کو یک جائی طور پر ادراک کرتی ہے۔ الغرض حِسّ مشترک ایک حاکم کی طرح ہے، جس کے سامنے مدعی اور مدعا علیہ دونوں حاضر ہوتے ہیں۔ برخلاف ازیں حواسِ خمسہ محض اپنے محسوسات متعلقہ کا ادراک کر سکتے ہیں، ان کے روبرو سب جمع نہیں ہو سکتے ٭

قوتِ خیال

حِسّ مشترک کا خزانہ "یہ خزانہ اُن صورتوں کی حفاظت کرتا ہے، جو حِسّ مشترک میں پہنچتی ہیں، جبکہ یہ بیرونی حواس سے غائب ہو جاتی ہیں۔" (چنانچہ بیرونی حواس سے محسوس کی ہوئی چیزیں اسی خزانہ میں جمع رہتی ہیں، جو ان کے غائب ہونے کے بعد عندالضرورت یاد کی جاتی ہیں، اور از سرِ نو ان کا تصوّر ممکن ہوتا ہے) ٭

"یہ قوتِ حِسّ مشترک کی خدمت اس طرح کرتی ہے کہ یہ اس کی محسوس کی ہوئی چیزوں کو یاد رکھتی ہے۔"

"اگر یہ قوت نہ ہوتی، تو ہمارے لئے مثلاً اُس شخص کا پہچاننا

ناممکن ہوتا، جسے ہم نے کبھی پہلے دیکھا ہے، اور غائب ہونے کے بعد ہمارے سامنے بارِ دِگر آیا ہے۔ مثلاً ہمارا دنیا و دین (معاش و معاد) کے سارے کام بگڑ جاتے کیونکہ ان سارے کاموں میں ہمیں یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ پہلی مرتبہ ہماں جو کچھ محسوس ہوا ہے، دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ اور اس کے بعد بھی وہ بجنسٖہ اسی طرح محسوس ہو رہی ہے۔ اس قوت کی غیر موجودگی میں ہمیں مُضر اور مفید میں، اور دوست اور دشمن میں کوئی تمیز نہ ہوتی"۔ (نفیس)*

کیونکہ پہلے جو کچھ ہمیں معلوم ہوتا، بعد کو اسے ہم بھول جاتے، اس لئے نہ یہ بتا سکتے کہ وہی مصر چیز ہے، جس کا ہمیں پہلے تجربہ ہو چکا ہے، نہ اس کا پتہ چلتا کہ وہی دوست ہے، جس نے کل ہمارے ساتھ بھلائی کے کام کئے تھے*

بہت سی چیزیں ہمارے دماغ میں محفوظ ہیں، اور قوت حافظہ یا خیال میں رکھی ہوئی ہیں، مگر ہر وقت تمام چیزیں یاد نہیں رہتی ہیں، اور نہ ایسا ممکن ہے، یعنی تمام چیزیں نفس کے سامنے ہر وقت حاضر نہیں رہتی ہیں، بلکہ مختلف اوقات میں نفس کے زور دینے اور توجہ کرنے سے وہ یاد آیا کرتی ہیں؛ یہی بھول اور فراموشی کے بعد ادراک کی رد میں آجاتی ہیں*

بُطونِ دماغ

دماغ کے اندر تین فضائیں، یعنی تین وسعتیں پائی جاتی ہیں: اگلی فضاء کو، جو مقدمِ دماغ میں واقع ہے، **بَطْنِ مُقَدَّم** کہتے ہیں۔ یہ تعداد میں دو ہیں، اور درمیان میں ایک جھلی (**فاصل لامع**) حائل ہے*

دوسری فضاء کو، جو بطنِ مقدّم سے پیچھے ہے، اور جو سریر بصری (دودۂ دماغ) کے اندر ہوتی ہے، **بَطْنِ اَوْسَط** کہتے ہیں*

تیسری فضاء کو، جو بطن اوسط سے پیچھے اور نیچے واقع ہے، **بَطْنِ مُؤَخَّر** کہتے ہیں۔ یہ مؤخرِ دماغ کے سامنے اور مبدأ النخاع کے اوپر اور پیچھے واقع ہے*

گاہے دماغ کی فضاؤں کے علاوہ، دماغ کے حصوں کو بھی بُطُون کہتے ہیں۔ مقدم دماغ کو بَطنِ مقدم، درمیانی حصّے کو بَطنِ اوسط و مؤخر دماغ کو بَطنِ مؤخّر۔

دماغی قوائے کے محل و قوع جیسا کہ ابتداء (تمہید) میں اشارہ کیا جا چکا ہے، کہ دماغی قوی کے معلومات بہت زیادہ مبہم اور تاریک ہیں، اسی زمرہ میں ان کے محل و قوع کی تعیین بھی ہے۔ یعنی اس سلسلے میں مختلف آراء ہیں، جن میں سے کوئی بھی اعتماد کے قابل نہیں۔ بہر صورت قیاس و تخمین سے یا کسی اور بناء پر قدماء نے دماغی قوائے کے مقامات اس طرح معین کئے ہیں کہ:

متقدمین کی رائے (۱-۲) حِسِّ مشترک "مقدم دماغ" کے اگلے حصّے میں اور خیال "مقدمِ دماغ" کے پچھلے حصّے میں ہے۔

(۳) قوّتِ وھم سارے دماغ میں، مگر سلطنت "اوسط دماغ" میں۔

(۴) قوّتِ حافِظہ (حافظِ معانی) "مؤخر دماغ" میں۔

(۵) قوّتِ مُتصرّفہ (مفکّرہ، متخیلہ) دودۂ دماغ میں، مگر عمل و دخل سارے دماغ میں۔

قوت واہمہ اور حافظہ

اندرونی قوائے مُدرکہ میں سے "قوّتِ وَھم" ہے، جو اُن جزئی[1] معانی کو ادراک کرتی ہے۔ جو اِن ہی متعیّن، اور خاص صورتوں کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔ ۔ تزیین۔

[1] جُزئی: یہ ایک منطقی اصطلاح ہے، جس سے ایک معین فرد مراد ہے، اور اس کو ادا کرنے کے لئے اردو میں "خاص اور گاہے محصوص، اور متعیّن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، اس کے مقابلہ میں کُلّی ہے، جس کا ترجمہ اردو میں عام کے لفظ سے کیا جاتا ہے۔

قوتِ وہم کا مقام دماغ کا بطن اوسط (اوسطِ دماغ) ہے؛
اور اس کا خزانہ حافظہ ہے، جس کا مقام
دماغ کا بطنِ مؤخر (مؤخرِ دماغ) ہے * (قرشی) *

قوتِ واہمہ

معانی جزئیہ کا ادراک "یہ قوت اُن جزئی (متعین) معانی کو ادراک کرتی ہے جو ان ہی جزئی صورتوں کے ساتھ قائم ہوتے ہیں" ــــ جنھیں حسِّ مشترک ادراک کرتی ہے، مثلاً اُس متعین (جزئی) محبت کا ادراک، جو زید کو اپنے بچّے کے ساتھ ہے، اور اس مخصوص (جزئی) عداوت کا ادراک، جو کسی مخصوص (جزئی) بھیڑیئے کو کسی متعین بکری کے ساتھ ہے" (نفیس)

چنانچہ جنگل میں جب بکری کی نظر کسی بھیڑیئے پر پڑجاتی ہے، یعنے بھیڑیئے کی صورت اُس کے دماغ تک پہونچ جاتی ہے، تو بکری کی قوتِ واہمہ بتا دیتی ہے کہ یہ دشمن ہے، اور بس چلتا ہے تو وہاں سے بھاگنے کی اور چرواہے کی طرف آنے کی کوشش کرتی ہے؛ ورنہ خوف کے طاری ہونے کی وجہ سے اُس کے حواس قابو میں نہیں رہتے، اور عضلات بے اختیار ہوجاتے ہیں۔ الغرض انسان کی طرح حیوانات کے دماغ میں بھی **قوتِ واہمہ** موجود ہے، جس سے وہ اپنے دوست، دشمن، اور فائدہ اور نقصان کو سمجھتے ہیں؛ مضر چیزوں سے بچنے اور مفید چیزوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں *

معانی دوستی، دشمنی، وغیرہ ایسے اُمور ہیں، جو آنکھ، کان، ناک، زبان، اور جلد سے معلوم نہیں کیے جاسکتے، بلکہ دماغ کی کسی دوسری قوت سے دریافت کیے جاتے ہیں؛ اس قسم کی چیزوں کا نام **معانی** ہے، اور ان کی مُدرِک کا نام **قوتِ واہمہ**۔ مثلاً جب ہماری نظر کسی آدمی پر پڑتی ہے، تو پہلے ہم اُس کی تصویر سے پہچان لیتے ہیں، کہ یہ فلاں شخص ہے،

اس کے بعد ہمارا دماغ بتا دیتا ہے کہ یہ دشمن ہے، یا دوست۔ الغرض یہاں دو باتوں کا احساس ہوتا ہے: پہلے اس کی ظاہری شکل و صورت معلوم ہوتی ہے، اور اس کے بعد اُس کی دوستی یا دُشمنی کا ادراک ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلا کام بیرونی حواس اور حِسّ مشترک کا ہے، اور دوسرا کام قوت واہمہ کا ٭

انسان اور حیوان میں فرق "مَعَانِیِ جزئیہ کا مدرک وہم ہے"۔

یہ مسئلہ قدماء کے اس خیال پر مبنی ہے کہ انسان میں عقل ہے، اور جانور عقل سے خالی ہوتے ہیں، یعنی انسان کلیات اور جزئیات دونوں کا مُدرک ہے، اور حیوانات محض جزئیات کا ادراک کرتے ہیں، کلیات کا ادراک نہیں کر سکتے ٭

چنانچہ انسان میں قوت واہمہ بھی ہے، اور قوتِ عاقلہ بھی، مگر حیوانات میں محض واہمہ ہوتی ہے، قوتِ عاقلہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ انسان کی **قوتِ عاقلہ** نفس ناطقہ سے متعلق ہے، جو مدرکِ کلیات ہے، الغرض فلاسفۂ قدیم کے مسلمات سے ہے کہ دماغی قوتیں محض جزئی اور خاص خاص معانی کا ادراک کرتی ہیں، جو مثلاً زید، عمر، بکر، سے متعلق ہیں، اور کلی مفہوم کا ادراک ایک بالاتر قوت سے حاصل ہوتا ہے، جسے **قوتِ ناطقہ** اور **عاقلہ** کہتے ہیں ٭

مَعَانِیِ جُزئیہ کی مثال وہ عداوت ہے، جو زید کو بکر کے ساتھ ہے، اور **مَعَانی کلیہ** (عام معانی) کی مثال عام مفہوم عداوت ہے، جس کا ترجمہ دشمنی ہے، خواہ کسی شخص کو کسی شخص کے ساتھ ہو ٭

قوتِ حافظہ

یہ قوت اُن جزئی مَعانی[1] کی حفاظت کرتی ہے، (خزانہ ہے) جو

---

[1] یعنی صُوَرِ جُزئیہ کا خزانہ جس طرح خیال ہے، جو بیرونی حواس سے پہونچتی ہیں، اُسی طرح مَعَانِیِ جُزئیہ کا خزانہ "حافظہ" ہے، جو قوت واہمہ سے پہونچتے ہیں۔ رہے مَعَانِیِ کلیہ اور صُوَرِ کلیہ، ان کا خزانہ، فلسفۂ قدیم کے خیال کے مطابق "عقلِ فعّال" (عقلِ عاشر) ہے، جس سے قوت ناطقہ ان کو لیتا اور سپرد کرتا رہتا ہے ٭

قوتِ واہمہ سے ادراک کئے جاتے ہیں"

"یعنی قوتِ حافظہ کو واہمہ سے وہی لگاؤ ہے، جو خیال کو حس مشترک کے ساتھ ہے" (عس) ٭

خلاصہ یہ کہ جس طرح حسِ مشترک صورتوں کو ادراک کرکے اپنے خزانہ خیال میں سپرد کر دیتی ہے۔ اسی طرح قوتِ واہمہ اِن صورتوں کے معانی کو (مثلاً زید کی محبت، اور عمرو کی عداوت کو) ادراک کرکے اپنے خزانہ حافظہ میں رکھ دیتی ہے، اور پھر ضرورت کے وقت یہ سپرد کی ہوئی باتیں یاد آجایا کرتی ہیں۔ (حافظہ۔ حفاظت سے رکھنے والی قوت) ٭

مُتَصَرِّفہ :۔۔۔ مُفَکِّرہ، مُتَخَیِّلہ

اِن ہی اندرونی قوائے مُدرِکہ میں سے مُتَصَرِّفہ ہے۔ پھر اِس لحاظ سے کہ اِس قوت سے نفسِ ناطقہ ۔۔۔ کلی معانی میں ۔۔۔ خدمت لیتا ہے، اس کا نام مُفَکِّرہ رکھا جاتا ہے ۔۔۔ اور اس لحاظ سے کہ اس قوت سے قوتِ واہمہ جزئی صُوَر اور معانی میں خدمت لیتی ہے، اس کا نام مُتَخَیِّلَہ رکھا جاتا ہے ٭

قوتِ متصرفہ کا مقام سارا دماغ ہے ٭ (قرشی) ٭

مُتَصَرِّفَہ ۔۔۔ کے معنی ہیں: تصرف کرنے والی

مُتَصَرِّفہ "قوّتِ مُتَصَرِّفہ محسوس کی ہوئی صورتوں میں، اور اُن معانی میں تصرف کرتی ہے، جو اُن ہی صُوَرِ محسوسہ سے اخذ کئے جاتے ہیں، جس کی دو صورتیں ہیں: ۔۔۔ گاہے یہ ترکیب دیتی ہے (جوڑتی ہے)، اور گاہے تفصیل کرتی ہے (توڑتی ہے، اور ملانے کی بجائے الگ کر دیتی ہے)"٭

ترکیب کی صورتیں "چنانچہ ترکیب کی بہت سی صورتیں ہیں"

"(۱) بعض صورتوں کے ساتھ بعض صورتوں کو جوڑ دیتی ہے" مثلاً ایک ایسا

انسان دماغ میں بنا کر ذہن کے سامنے پیش کر دیتی ہے جس کے دو مار و ہوں (جیسا کہ پریوں کی خیالی تصویریں بنائی جاتی ہیں؛ یہاں مکمل انسان کے ساتھ بازو جوڑ دئے گئے ہیں)"۔

"(۲) بعض معانی کے ساتھ بعض معانی کو جوڑ دیتی ہے، مثلاً کسی مخصوص دوستی کے ساتھ کسی خاص دشمنی کا خیال کرنا (جیسے زید کی دوستی کے ساتھ عمر کی عداوت کو ملا کر تصور کرنا)"۔

"(۳) بعض معانی کو بعض صورتوں کے ساتھ جوڑ دیتی ہے، مثلاً زید کی صورت کے ساتھ کسی خاص محبت کو جوڑ کر خیال کرنا (جیسا کہ انسان اکثر اپنے تصور میں فرض کر لیا کرتا ہے، خواہ وہ شخص قطعاً محبت سے خالی ہو)"۔

تفصیل کی صورتیں "اسی طرح نَفصِیل (توڑنے) کی بھی متعدد صورتیں ہیں"۔

"(۱) بعض صورتوں کو بعض صورتوں سے جدا کر لیتی ہے، مثلاً ایسے انسان کا تخیل، جو سر نہ رکھتا ہو (یہاں سر کو انسان کی پوری تصویر سے جدا کر لیا گیا ہے)"۔

"(۲) بعض معانی کو بعض معانی سے جدا کر لیتی ہے، مثلاً کسی خاص دشمنی کا خیال کرنا، جس سے کسی مخصوص دوستی کو ذہن میں جدا کر لیا جائے"۔

"(۳) بعض معانی کو بعض صورتوں سے جدا کر لیتی ہے، مثلاً زید کا اس طرح خیال کرنا کہ اس کی مخصوص دوستی دور ہو چکی ہے، (اور اس کو دوستی سے خالی فرض کرنا، درانحالیکہ پہلے وہ دوست تھا)"۔

"اس قسم کے دماغی تخیلات اور تصورات اور جوڑ توڑ گاہے بیرونی واقعات کے مطابق ہوتے ہیں، اور گاہے یہ واقعات کے مخالف"۔ (نفیس) ۔

اس قسم کے تخیلات و تصورات کو فَرضِی تَصَوُّرات کہا جاتا ہے، جیسا کہ دن رات کے معاملات میں دوستوں اور دشمنوں کے متعلق اظہار رائے کے وقت کہا جاتا ہے کہ "بالفرض" اگر وہ ایسا نہ کرے، ——

"بالفرض" اگر وہ اندرونی طور پر دشمن ہو، اور بظاہر دوست ۔

چنانچہ اس قسم کے فرضی تصورات گاہے واقعات کے عین مطابق نکل آتے ہیں، اور گاہے واقعات اصلی کے مخالف ۔

متصرفہ کے دو کام اور دو نام

(۱) مُفکِّرہ :۔ اس لحاظ سے کہ اس قوت (متصرفہ) سے نفسِ ناطقہ ـــــ کلی معانی میں ـــــ خدمت لیتا ہے اس کا نام مُفکِّرہ رکھا جاتا ہے"۔

"اس کا نام "مُفکِّرہ" اس وجہ سے رکھا جاتا ہے کہ یہ قوت، فکر کے سامان (مَوَادِ فِکرِیَّہ[1]) میں تصرف اور ایرپھیر کرتی ہے"۔ (نفیس)۔

(۲) مُتَخَیِّلَہ :۔ اور اس لحاظ سے کہ اس قوت سے قوتِ واہمہ جزئی صُوَر اور مَعانی میں خدمت لیتی ہے، اس کا نام مُتَخَیِّلَہ رکھا جاتا ہے"۔

"اس کا نام "مُتَخَیِّلَہ" اس مناسبت سے رکھا جاتا ہے کہ یہ قوت خیالی صورتوں اور اُن کے معانی میں تصرف اور ایرپھیر کرتی ہے"۔ (نفیس)۔

قوتِ متصرفہ کی نوعیتِ عمل

قوتِ متصرفہ کو ہم ایک "پیشکار" سے تشبیہ دے سکتے ہیں، جو خود کسی امر کا فیصلہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ کو "حاکم" کے سامنے رکھ دیا کرتا ہے۔

چنانچہ چھوٹے چھوٹے معاملات (امورِ جزئیہ) کو یہ قوت چھوٹے حاکم ـــــ واہمہ ـــــ کے سامنے پیش کیا کرتی ہے، اور بڑے بڑے معاملات (امورِ کلیہ) کو سب سے بڑے حاکم ـــــ قوتِ عاقلہ ـــــ کے سامنے رکھا کرتی ہے، جو اِن معاملات کو سمجھ کر فیصلہ کیا کرتے ہیں۔

فرق صرف اس قدر ہے کہ عدالت کا پیشکار تمام کاغذات بجنسہ، بلا تغیر و تبدل، حاکم کے سامنے رکھ دیا کرتا ہے، اور اسے تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا، مگر یہ دماغی پیشکار مقدمہ کی روداد کو مختلف صورتوں سے تصرف کرنے اور کاٹ چھانٹ کے بعد پیش کیا کرتا ہے، تاکہ دماغی حاکم کو نتیجہ نکالنے میں آسانی ہو: ـــــ اگر ایسا ہوا تو یہ ہوگا ـــــ اگر ویسا ہوا تو وہ ہوگا۔

---

[1] مَوَادِ فِکرِیَّہ: غور و فکر کا سامان، وہ اُمور جن میں انسان سوچ بچار کرتا ہے۔ فکر کے مواد معانی کلیہ ہیں۔ انسان جب کسی بات کو سوچتا ہے، اور سوچ کر کوئی نتیجہ نکالنا چاہتا ہے، تو مختلف مقدمات کو ترتیب دیتا ہے، جن میں مقدماتِ کُلیّہ بھی ہوتے ہیں۔

متصرفہ کا محل ۔ "قوتِ متصرفہ کا مقام سارا دماغ ہے"۔
"کیونکہ اس کا تصرف بھی عام ہے اور اس کو ہر جگہ سے صُور اور معانی لینے پڑتے ہیں) لیکن اس کی سلطنت دماغ کے درمیانی حصّے میں ہے" تاکہ یہ (بیچ میں ہونے کی وجہ سے) صورتوں سے بھی قریب رہے اور معانی سے بھی؛ اور ان میں سے جو لینا چاہے، وہ آسانی کے ساتھ لے لیا کرے"۔ (لنتیس)۔

اِدراکِ کُلّیات:

نفس کے قوائے مُدرکہ میں سے ایک قوت باقی رہ گئی ہے، جس کو **قوّتِ عَاقِلہ انسانیہ اور عَقل و تمیز** کہا جاتا ہے؛ اور جو کلی اُمور اور عام مفہوم کی مدرک ہے، لیکن فلاسفۂ قدیم کا خیال ہے کہ یہ کام خود نفس کا ہے، جو دماغ کے کسی حصّے سے متعلق نہیں[1]۔ باقی چیزوں (صُوَرِ جزئیہ اور مَعانِی جُزئیہ) کا ادراک بھی اگرچہ نفس ہی کرتا ہے، مگر دماغی قویٰ کی وساطت سے؛ یعنی یہ قویٰ اس بارہ میں نفس کے آلات بنتے ہیں۔ یہ قوت محض انسان میں پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے انسان میں غور و فکر کرنے اور نتائج نکالنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے، اور وہ بڑے بڑے کام اور ایجادات کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔

---

[1] یہ فلاسفۂ یونان کی رائے ہے کہ نفس ایک جوہر مجرد ہے، وہ کسی مادّہ اور جسم کے ساتھ مقید نہیں ــــ لیکن اطبائے یونان کا خیال اس کے خلاف ہے: وہ قائل ہیں کہ "نفس ناطقہ کا محل دماغ ہے"۔

(۳) قوتِ حیوانیہ

قوتِ حیات

> قویٰ کی تیسری جنس قوّتِ حیوانیّہ ہے
> قوتِ حیوانیہ وہ قوت ہے، جو تمام اعضا کو قوائے نفسانیہ کے قبول کرنے کے لئے آمادہ کردیتی ہے ÷ (قرشی) ۱ ش

قوت حیوانیہ روح حیوانی کے ذریعہ تمام اعضاء کی حیات کو قائم رکھتی ہے جس کا ذریعہ یہ ہے کہ قلب کی قوتِ حیوانیہ شرایئں کی راہ خون روحانی روانہ کرتی ہے، جو اپنی، اس کے ذریعہ تمام اعضاء کی ساختوں کو زندہ رکھتا ہے، جب یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، تو اعضاء سے حیات منقطع ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں اعصاب کے ذریعہ حس وحرکت کی قوت (قوتِ نفسانیہ) جو وہاں پہونچا کرتی ہے، وہ بیکار اور رائگاں جاتی ہے، یہی حال قوتِ طبعیہ کا ہے، جس سے تغذیہ کے افعال وابستہ ہیں ÷

حاصل یہ ہے کہ اعضاء کی یہ قوتیں اسی وقت اپنا عمل ظاہر کرتی ہیں، جبکہ اعضاء میں حیات ہو؛ اور اعضاء میں حیات اسی وقت تک قائم رہتی ہے، جب تک خونِ شریانی کے ذریعہ روح حیوانی برابر پہونچتی رہے ÷

لیکن اس کے برعکس ایسی صورتیں پائی جاتی ہیں کہ اعضاء میں حس اور ارادی حرکت نہیں ہے، یا کھو گئی ہے، مگر وہ زندہ ہیں، چنانچہ خدر وفالج اور بے حس وحرکت اعضاء اس کی مثالیں ہیں ÷

قوت حیوانیہ کے افعال کی توضیح

پچھلے بیانات میں آچکا ہے کہ:

(۱) جو اعضاء ہوا و روح میں تصرفات کرتے ہیں، وہ

اعضاء حیوانیہ کہلاتے ہیں، یعنی ایسے اعضاء میں جو قوتیں پائی ہیں، وہ قوای حیوانیہ کہلاتی ہیں۔

(۲) یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ اس گروہ میں سب سے بڑی اہمیت قلب کو حاصل ہے (رئیس یعنی سرگروہ ہے) جو تازیست سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔

(۳) یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ عروق کے ذریعہ اگر اعضاء میں کچھ مواد ان کے تغذیہ کے لیے پہنچتا ہے، تو کچھ مواد تولید حرارت کے لئے، جس سے حرارت غریزیہ حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ تغذیہ کا مواد جو قوت فراہم کرتی ہے، وہ طبعیہ کہلاتی ہے، اور تولیدِ حرارت کا مواد جو قوت مہیا کرتی ہے، وہ حیوانیہ کہلاتی ہے۔

الغرض قوتِ حیوانیہ وہ قوت ہے، جو قلب میں انقباض وانبساط پیدا کرتی ہے — جس سے تنفس کا عمل جاری ہے — اور جس سے شریانوں میں تڑپ (نبضان) قائم ہے۔

یا بہ الفاظ دیگر — قوتِ حیوانیہ وہ قوت ہے، جو اعضاء کو روح مہیا کرتی ہے — جو اعضاء کی حیات کو مسلسل قائم رکھتی، اور ان کو سڑنے گلنے سے بچاتی ہے، — اور جو اعضاء میں حرارتِ غریزیہ پیدا کرتی ہے۔

(۷) افعال

امور طبعیہ میں سے ساتویں چیز
افعال ہیں۔ (قرشی)

(۱) قویٰ اور افعال کے درمیان لازم و ملزوم کا تعلق ہے، قویٰ اگر اسباب ہیں، تو افعال اُن کے مسبّب ــــ یہی وجہ ہے کہ قویٰ کا وجود افعال ہی کے مشاہدہ کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے قویٰ کے بیان و شرح کے بعد افعال کے لئے کوئی بڑی وسیع جگہ باقی نہیں بچی، اور نہ اس کی حاجت قائم رہتی ہے: جو بیان قویٰ کا، وہی بیان افعال کا، ــــ اور جتنی قسمیں قویٰ کی، اتنی ہی قسمیں افعال کی ÷

(۲) طبّی نقطۂ نظر سے قویٰ کی اہمیت افعال ہی کی وجہ سے ہے، کیونکہ قویٰ محسوسات میں سے نہیں ہیں، اس لئے وہ نظر نہیں آتے۔ مشاہدہ میں آنے والی جو چیز ہے، وہ افعال ہیں۔ طبیب صحت و مرض سے بحث کرتا ہے، اور ان دونوں امور میں طبیب کی نگاہ بدن کے افعال ہی پر ہوتی ہے کہ آیا افعال صحیح، پورے، باقاعدہ اور منظم ہیں، یا ناقص، ردی، بے قاعدہ اور بے نظم و بے ترتیب ÷

افعالِ مفردہ و مرکّبہ

افعال کی دو قسمیں ہیں:
(۱) مفرد ــــ (۲) مرکب ÷
افعالِ مفردہ وہ افعال کہلاتے ہیں، جو محض ایک قوت سے پورے ہوجاتے ہیں، مثلاً جذب،

دفع، امساک، اور ہضم۔

اَفعَال مُرَکَّبَہ وہ افعال کہلاتے ہیں، جو دو یا زیادہ قوتوں سے مکمل ہوتے ہیں، مثلاً اِزدِرَاد (نگلنا) ۔ (ترقی)۔

فعل مرکب (ازدراد)

اِزدِرَاد (لقمہ نگلنا) : علامہ نفیس فرماتے ہیں کہ "یہ دو قوتوں سے پورا ہوتا ہے: ایک (مری، اور) معدہ کی طبعی قوتِ جاذبہ (جو طبعاً یعنی بلا ارادہ کام کرتی ہے) اور دوسری حلق کے عضلات ازدرادیہ کی ارادی قوتِ دافعہ (جس پر انسان کو ارادہ کا قابو حاصل ہوتا ہے)"۔

"ان دونوں صورتوں میں سے جب ایک قوت بھی باطل ہوجاتی ہے، بلکہ اگر ایک بھی (باطل ہونے کی بجائے) اپنے کام کے لئے آمادہ نہیں ہوتی ہے، تو نوالہ کا نگلنا دشوار ہوجاتا ہے"۔ (نفیس)۔

چنانچہ جب کسی بدمزہ چیز کو انسان اپنی قوتِ ارادی کے زور سے اور عضلاتِ حلق کی امداد سے نگلنا چاہتا ہے، تو بڑی دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ اندرونی قوتِ جاذبہ اسے قبول نہیں کرتی ہے، جیساکہ نفیس لکھتے ہیں:

"عمل ازدراد کے مرکب ہونے (اور دو قوتوں سے انجام پانے) کی دلیل یہ ہے کہ بدمزہ دواؤں کا نگلنا اس وجہ سے دشوار ہوا کرتا ہے کہ قوتِ جاذبہ طبعیہ کراہت و نفرت کی وجہ سے جذب نہیں کرتی ہے (بلکہ اس کے برعکس بعض اوقات قوتِ دافعہ اس کو واپس کردیتی ہے، اور وہ چیز الٹی حلق سے نکل آتی ہے)، حالانکہ قوتِ ارادیہ ایسی مکروہ چیز کو کسی (متوقع) نفع کی وجہ سے، جو بعد کو حاصل ہونے والا ہے، بزور نگلنا چاہتی ہے"۔

فعل تغذیہ

"رہی ایسے فعل مرکب کی مثال، جس کی تکمیل میں دو سے

زیادہ قوتیں کام کریں، وہ تغذیہ ہے، جو تین قوتوں سے پایۂ تکمیل کو پہونچتا ہے:
(۱) مُحَصِّلَہ (جوہر بدل یعنی غذا کو حاصل کرنے والی)۔
(۲) مُلصِقَہ (غذاء کو جوہر عضو سے چپکانے والی)۔
(۳) مُشَبِّهَہ (غذاء کو عضو کے مشابہ بنانے والی)۔ (نفیس)۔

خاتمۂ اُمورِ طبیعیہ

یہاں ساتوں امور طبیعیہ (اَرکان ــــ اَمزاج ــــ اَخلاط ــــ اَعضاء ــــ اَرواح ــــ قویٰ ــــ اَفعال) کا بیان ختم ہوگیا، جو بدن کے اجزاء مُقَوِّمہ ہیں ــــ یعنی یہ ایسے اجزاء ہیں کہ بدن کا وجود اِن ہی سے قائم ہے۔

"یہ سارے اُمور جب اپنے طبعی اوضاع پر ہوتے ہیں، تو انسان تندرست (صحیح) رہتا ہے اور جب یہ اپنے طبعی اوضاع سے ہٹ جاتے ہیں، تو مرض یا حالۃ ثالثہ (جیسا کہ اطباء کا ایک گروہ قائل ہے) پیدا کر دیتے ہیں" (مختارات ابن ہُبل)۔

صاحبِ کامل کہتے ہیں:

"واضح ہو کہ سارے امور طبیعیہ جب اپنے حالات پر قائم رہتے ہیں تو یہ بدنِ انسان کے قَوَام (وثبات) کا ذریعہ بنتے ہیں، اور جب تک یہ اپنے اعتدال پر ہوتے ہیں، اُس وقت تک بدن میں صِحّت حاصل رہتی ہے، اور جب یہ اپنے اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں، تو یا مرض پیدا ہو جاتا ہے، یا تیسری حالت" ــــ (جیسا کہ اطباء تین حالات کے قائل ہیں)۔

جزو دوم

حالاتِ بدنِ انسان

(عِلمُ الامراض)

جزء علمی کے چاروں اجزاء میں سے دوسرے جزء کے اندر بدن انسان کے حالات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (قرشی)

بدن انسان کے حالات، طبی نقطۂ نظر سے، دو ہیں، یا تین؟ اس میں اختلاف ہے:

شیخ کی تحقیقی رائے ہے کہ بدن انسان کے حالات محض دو ہیں:

صحت ـــــ مرض۔

لیکن جالینوس کا خیال ہے کہ:

بدنِ انسان کے حالات تین ہیں:

صحت ــــ مرض ــــ حالتِ ثالثہ

(تیسری حالت یا درمیانی حالت)۔ (قرشی)

اس اختلاف میں حق و صداقت کا پہلو اگرچہ شیخ کے ساتھ ہے، لیکن طبیب کی عملی زندگی کے لحاظ سے جالینوس کی تقسیم بھی ایسی نہیں ہے کہ اُسے قطعاً بے معنی کہا جائے: بڈھے اور مرض سے اُٹھے ہوئے ناتوان (نقیہ) کو نہ آسانی سے بیمار کہا جا سکتا ہے، اور نہ تندرست۔

ذیل میں جالینوس کی رائے کے مطابق صحت، مرض، اور حالتِ

ثالثہ کی تعریفیں کی گئی ہیں :

(۱) **صحت** ــــ اُس بدنی حالت (ہیئت) کا نام ہے، جس کی وساطت سے بِالذّات بدن کے سارے کام باقاعدہ اور درست ہوتے ہیں ۔

(۲) **مرض** ــــ وہ بدنی ہیئت ہے، جو صحت کے مخالف اور مضاد ہوتی ہے ۔

(۳) **حالتِ ثالثہ** ــــ یہ حالت نہ صحت ہے، اور نہ مرض ۔ (قرشی) ۔

حالتِ ثالثہ (تیسری حالت) کو **حالت مُتوسّطہ** بھی کہا جاتا ہے ــــ یعنی صحت اور مرض کے بیچ میں درمیانی حالت ۔

الغرض حالت ثالثہ ایک ایسی درمیانی حالت ہے، جسے نہ پورے طور پر "تندرستی" کہا جا سکتا ہے، اور نہ پورے طور پر "بیماری" ۔

حالتِ ثالثہ کی صورتیں

حالتِ ثالثہ کے پیدا ہونے کی صورتیں متعدد ہیں :

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ بدن میں نہ غایت درجہ کی صحت اور نہ غایت درجہ کا مرض ہو، جیسا کہ بوڑھوں بچوں، اور مرض سے اُٹھے ہوئے ناتوانوں کا حال ہوتا ہے ۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ صحت اور مرض دونوں بیک وقت جمع ہو جائیں ــــ جس کی پھر دو صورتیں ہیں :

(ا) صحت اور مرض دونوں دو الگ الگ اعضاً

میں ہوں، مثلاً اندھوں کی حالت (صحت سارے بدن میں ہوتی ہے، اور مرض آنکھ میں)۔

(ب) صحت اور مرض دونوں ایک ہی عضو میں جمع ہو جائیں: دور کی دو جنسوں میں ـــــ یا قریب کی دو جنسوں میں۔ دور کی دو جنسوں میں جمع ہونے کی مثال ـــــ اُس شخص میں پائی جاتی ہے، جو مزاج کے لحاظ سے تندرست ہو، اور ترکیب (ساختِ اعضاء) کے لحاظ سے مریض۔

اور قریب کی دو جنسوں میں جمع ہونے کی مثال ـــــ اُس شخص میں پائی جاتی ہے، جو خِلقتِ اعضاء کے لحاظ سے تندرست ہو، اور مقدارِ اعضاء کے لحاظ سے بیمار۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ صحت و مرض، دونوں دو علیحدہ اوقات میں (آگے پیچھے) آئیں، مثلاً وہ شخص جو موسم سرما میں ـــــ یا بڑھاپے میں بیمار ہو جائے، اور موسم گرما میں ـــــ یا جوانی کے عالم میں تندرست رہے (قرشی)۔

دور کی جنسیں (اَجْنَاس مُتَبَاعِدَہ) اُن جنسوں کو کہتے ہیں جو کسی تیسری جنس کے ماتحت نہ آسکیں، اور **قریب کی جنسیں** (اَجْنَاسِ مُتَقَارِبَہ) اُن کو کہتے ہیں، جن کے اوپر کوئی تیسری جنس ہو، مثلاً مزاج اور ترکیب کے اوپر کوئی اور جنس نہیں ہے، مگر مقدار اور شکل کے اوپر ایک جنس "ترکیب" (ساخت) موجود ہے؛ کیونکہ ترکیب کے اندر چار امور داخل ہیں:ـــــ

(۱) خلقت، جس کے اندر شکل، سطح، جوف، مجریٰ وغیرہ داخل ہے؛ (۲) مقدار؛ (۳) وضع؛ (۴) عدد ـــــ غرض ترکیب کے تحت میں شکل اور مقدار داخل ہیں۔

جس صورت میں کہ صحت و مرض ایک ہی وقت میں اور ایک ہی عضو میں

جمع ہوں تو تم خیال کر سکتے ہو کہ بہر حال یہ دونوں متخالف باتیں ایک لحاظ سے اور ایک جنس میں جمع نہیں ہو سکتیں، بلکہ ان کی یکجائی یقیناً دو لحاظ سے یعنی دو جنسوں میں ہوگی، مثلاً یہ کہ ایک عضو کا مزاج تندرست ہے، مگر اس کی ترکیب و ساخت میں فرق آگیا ہے، جیسا کہ جوڑ اُکھڑ جانے کے وقت ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مزاج میں اگر صحت ہے تو ترکیب میں مرض۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی عضو کا مزاج ایک ہی وقت میں تندرست بھی ہو، اور نا تندرست بھی۔ غرض یہ کہ مزاج اور ترکیب دو علیٰحدہ جنسیں ہیں —— اسی طرح ایک عضو کی مقدار اگر صحیح ہو، اور اس کی شکل درست نہ ہو، تو اس صورت میں مقدار، اور شکل دو علیٰحدہ جنسیں ہوں گی، مگر مزاج اور ترکیب کو "دور کی جنسیں" کہتے ہیں، اور مقدار اور شکل کو "قریب کی جنسیں"۔

تیسری صورت کا وجود بعض لوگ اپنے مزاج خاص کی کمزوری کی وجہ سے عادۃً ایک موسم میں تندرست رہا کرتے، اور دوسرے موسم میں بیمار ہو جایا کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں عام ملتی ہیں۔

اس بیان میں حیرت انگیز چیز جوانی میں تندرست رہنا، اور بڑھاپے میں بیمار ہونا ہے۔ لیکن دور اندیش اور دیرینہ تجربہ رکھنے والی نگاہیں جوانوں کی بعض بد عادتوں اور کمزوریوں کو دیکھ کر تاڑ جاتی ہیں کہ جوانی کے ختم ہوتے ہی فلاں قسم کی بیماریاں آ دبوچیں گی۔ ایسے لوگ گو بظاہر تندرست نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت ان کی صحت میں اندرونی طور پر گھن لگا ہوا ہوتا ہے۔

تقسیم مرض : مُفرَد و مرکب

مرض کی دو قسمیں ہیں : مفرد —— مرکب۔ (قرشی)

مرض مُفرَد اُس مرض کو کہتے ہیں، جو اکیلا ہو اور دوسرے

امراض سے مل کر ایک مرض نہ بن گیا ہو، اور مرض مُرکّب اُسے کہتے ہیں جو چند امراض سے مل کر ایک مرض بن گیا ہو ___ سب کی مثالیں آگے آتی ہیں۔

اَمْرَاض مُفْرَدَہ

مرض مفرد کی تین قسمیں ہیں: امراض سوءِ مزاج ___ امراض ترکیب ___ امراض تفرّقِ اتصال۔

(۱) **سوءِ مزاج کے اَمْرَاض**: وہ ہیں جو اَوّلاً (راست) اعضاءِ مفردہ میں لاحق ہوتے ہیں۔

(۲) **اَمْرَاض ترکیب**: وہ ہیں، جو اَوّلاً (راست) اعضاءِ مرکبہ میں لاحق ہوتے ہیں۔

(۳) **اَمْرَاض تَفَرُّقِ اتصال**: وہ ہیں، جو اَوّلاً دونوں قسم کے اعضاء میں لاحق ہوں (قرشی)

لیکن بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ تفرّق اتصال مرض ترکیب میں داخل ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک امراض مفردہ کی دو قسمیں ہیں، نہ کہ تین۔ سوءِ مزاج ___ سوءِ ترکیب۔ یعنی عضو کے مزاج کا بگڑ جانا یا اُس کی بناوٹ کا خراب ہوجانا۔

سوءِ مزاج کی قسمیں

سوءِ مزاج کے امراض وہی مزاج غیر معتدل کی آٹھ قسمیں ہیں۔ (قرشی)

سوءِ مزاج کے معنیٰ ہیں مزاج کا بگڑ جانا۔ یعنی مزاج کے غیر معتدل ہونے

کو سوٗء مزاج کہتے ہیں، جس کی قسمیں آٹھ ہیں، جن کا ذکر مبحثِ مزاج میں تفصیل سے آچکا ہے: حارؔ، باردؔ، رطبؔ، یابسؔ ـــــ حار رطب، حار یابس، بارد رطب، بارد یابس۔

پھر سوٗء مزاج کی دو قسمیں ہیں: سادہ ـــــ مادّی۔ (قرشی)

سوٗء مزاج سادہ اُسے کہتے ہیں، جس میں کسی عضو کا مزاج کسی خلط کی وجہ سے نہ بدل گیا ہو، بلکہ اُس عضو میں فقط گرمی، یا سردی، یا تری، یا خشکی کسی وجہ سے پیدا ہوگئی ہو، جیسا کہ دھوپ میں چلنے سے گرمی ـــــ اور سرد پانی پینے سے سردی پیدا ہوجاتی ہے، اور سوٗء مزاج مادی میں مزاج کی خرابی کسی مادہ یا خلط کی وجہ سے ہوتی ہے۔

سوٗء مزاج مادّی اور نفوذِ مادّہ

سوٗء مزاج مادی میں گاہے اس کا مادہ عضو کے اندر سرایت کئے ہوئے نہیں ہوتا، بلکہ اُوس کی سطح سے لگا ہوا اور چپکا ہوتا ہے، اور گاہے اُس عضو کے اندر سرایت اور نفوذ کئے ہوئے ہوتا ہے۔

پھر جب یہ مادہ عضو کے اندر نفوذ کئے ہوئے ہوتا ہے، تو گاہے یہ ورم پیدا کردیتا ہے، اور گاہے ورم نہیں پیدا کرتا۔ (قرشی)

سوٗء مزاج مادّی سے جو **وَرَم** پیدا ہوتا ہے، اس کی دو مشہور قسمیں ہیں: **ورمِ حار ـــــ ورمِ بارد**۔

ورم حار میں سوزش، جلن، سرخی وغیرہ نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔

سوءِ مزاج مستوی و مختلف

اسی طرح سوئے مزاج کی ایک قسم کا نام سوءِ مزاج مُستوِی ہے، اور دوسری کا نام سوءِ مزاج مُختلِف ۔

سوءِ مزاج مُستوِی مزاج کی ایسی خرابی کو کہتے ہیں جو اصلی مزاج کی طرح اعضاء میں پیوست ہو جاتی، اور اُس سے کوئی اذیت محسوس نہیں ہوتی ہے مثلاً برص (جسم کے سفید داغ) میں عضو کا مزاج اگرچہ خراب ہو جاتا ہے، مگر اس سے درد و تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ برخلاف ازیں سوءِ مزاج مختلف مزاج کی اُس خرابی کو کہتے ہیں جو مزاج اصلی کی طرح نہ ہو گئی ہو، بلکہ اس سے اذیت اور تکلیف محسوس ہوتی ہو، جیسا کہ مرچوں کے استعمال سے معدہ میں گرمی اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے، یا جیسا کہ صفراء کی زیادتی سے معدہ میں سوءِ مزاج گرم لاحق ہو جاتا اور قے آتی ہے ـــــ سوءِ مزاج مستوی کا زائل کرنا زیادہ دشوار ہے کیونکہ طبیعت ایسے مزاج سے مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ اہتمام نہیں کرتی ۔

امراض ترکیب کی قسمیں

امراض ترکیب کی چار قسمیں ہیں : امراض خلقت[1]، امراض مقدار[2]، امراض عدد[3]، امراض وضع[4] ۔ (قرشی) ۔

امراض خلقت میں عضو کی خلقت بدل جاتی ہے یعنی اُس کی شکل بدل جاتی ہے، یا اُس کی سطح خراب ہو جاتی ہے یا اُس کے مجاری (راستے) یا اُس کے تجاویف (گڑھے) خراب ہو جاتے ہیں، چنانچہ ذیل کے چار اقسام سے اس کی تفصیل ظاہر ہے ۔

(۱) امراض خلقت امراض خلقت کی چار قسمیں ہیں :

امراض شکل ـــــ امراض مجاری ـــــ امراض تجاویف ـــــ امراض سطوح ۔ (قرشی) ۔

یعنی اصطلاحاً خِلقت کے مفہوم میں چار چیزیں شریک ہیں: عضو کی شکل وصورت ـــــ اس کی نالیاں ـــــ اس کے جوف ـــــ اس کی سطحیں ۔

(۱) امراض شکل (جس میں عضو کی شکل خراب ہو جاتی ہے) مثلاً راس مُسَفّط (چپٹا سر) اور ریاح اَفرسہ (پیٹھ کا کبڑا ہو جانا) ۔ (قرشی)

"راس مُسفّط" اس سر کو کہتے ہیں جس کی اگلی یا پچھلی بلندی یا دونوں بلندیاں نہ ہوں ۔

رِیَاحُ الاَفرسہ: پشت کی ایک خاص بیماری ہے جس میں ریڑھ کے مہرے گل جاتے اور پیٹھ کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ یہ صورت اکثر اوقات سِلّی مواد سے عارض ہوا کرتی ہے۔

(۲) امراض مجاری (جس میں عضو کے مجاری یعنی اس کی نالیاں خراب ہو جاتی ہیں) ۔ اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) یا مجاری زیادہ کشادہ ہو جائیں، جیسا کہ مرض انتشار (آنکھ کی پتلی کا پھیل جانا) میں ہوتا ہے ـــــ (۲) یا یہ کہ مجاری زیادہ تنگ ہو جائیں، جیسا کہ سانس کے راستے دمہ میں تنگ ہو جاتے ہیں، (۳) یا یہ کہ مجاری بالکل بند ہو جائیں، جیسا کہ پتہ کا راستہ (مرض یرقان میں) بند ہو جاتا ہے ۔ (نفیسی) ۔

اِنتشار سے مراد وہ مرض ہے جس میں آنکھ کی پتلی (ثقبہ عنبیہ) ضرورت سے زیادہ پھیل جاتا، اور اس سے سکڑنے کی قابلیت زائل ہو جاتی ہے ۔ اس مرض سے بینائی اس قدر متاثر ہوتی ہے کہ بعض اوقات انسان قطعاً نابینا ہو جاتا ہے ۔

پتلی آنکھ کی کوٹھری کے لئے ایک کھڑکی یا روشندان ہے، جو بیرونی روشنی کی تیزی کے مطابق کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔

(۳) امراض تجاویف (جن میں کسی عضو کے جوف میں خرابی آجاتی ہے) ـــــ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) عضو کی تجویف بڑی اور فراخ ہوجاتی ہے، جیساکہ خصیوں کی تھیلی (کِیس اُنثَیَین) گاہے کشادہ ہوجاتی ہے۔

(۲) عضو کی تجویف تنگ اور چھوٹی ہوجاتی ہے، جیساکہ گاہے معدہ چھوٹا ہوجاتا ہے (صِغرِ معدہ)۔

(۳) عضو کی تجویف (وسعت) فارغ اور خالی ہوجاتی ہے، جیساکہ مہلک قسم کی خوشی (فرح مُہلِک) کی حالت میں قلب کا بطن خون اور روح سے خالی ہوجاتا ہے۔

(۴) عضو کی تجویف بند اور پُر ہوجاتی ہے، جیساکہ مرض سکتہ میں (دماغ کے بطون بند ہوجاتے ہیں)۔ (قرشی)۔

کِیس اُنثَیَین (فوطہ) کے بڑھ جانے کی متعدد صورتیں ہیں: کبھی اس میں پانی اتر آتا ہے، اور یہی کثیر الوقوع ہے، اور گاہے گوشت وغیرہ بڑھ جاتا ہے۔

صِغر معدہ گاہے خِلقی ہوتا ہے، اور گاہے عارضی۔

دماغ کے بطون (بطون شریفہ) جب مسدود ہوجاتے ہیں، تو حس وحرکت کی ساری قوتیں معطل ہوجاتی ہیں (سکتہ عارض ہوجاتا ہے)۔

(۴) امراض سُطُوح (سطحوں کے امراض جن میں کسی عضو کی سطح خراب ہوجاتی ہے)۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) عضو کی سطح چکنی ہوجاتی ہے، جیساکہ معدہ اور رحم کی سطحیں (گاہے) چکنی ہوجاتی ہیں۔ (۲) عضو کی سطح کھردری ہوجاتی ہے، جیساکہ قصبۂ ریہ (ہوا کی نالی گاہے) کھردری ہوجاتی ہے۔ (قرشی)۔

معدہ، امعاء، اور رحم کی اندرونی جھلی (غشاء مخاطی) ڈھیلی ڈھالی ہے، جس سے ان جوفوں کے اندر شکنیں نظر آتی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہوا کی نالی (قصبۂ رِیَہ) اور عروق خشنہ کے اندر جو غشاء مخاطی استر کرتی ہے وہ تنی ہوئی ہے، اسی وجہ سے ان کی اندرونی سطحیں چکنی اور ہموار نظر آتی ہیں۔

امراض مقدار (جس میں کسی عضو کی مقدار میں خرابی آجاتی ہے) ـــــ اس کی دو صورتیں ہیں: عضو کی کی مقدار (طبعی تناسب سے) بڑھ جاتی ہے، یا گھٹ جاتی ہے۔ ـــــ پھر ان دونوں (زیادتی و کمی) میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں: سارے بدن میں یہ زیادتی یا کمی عام ہوگی ـــــ یا یہ کہ کسی عضو کے ساتھ خاص ہوگی؛ مثلاً غایت درجہ کی فربہی اور زبان کا بڑھ جانا، اور مثلاً غایت درجہ کی لاغری اور آنکھ کے ڈھیلے کا چھوٹا ہوجانا۔ (قرشی)

عام طور پر بڑھ جانے (زیادتی عام) کے معنے یہ ہیں کہ تمام بدن میں عام طور پر زیادتی ہوجائے، مثلاً عام فربہی، اور خاص طور پر بڑھنے (زیادتی خاص) کے معنی یہ ہیں کہ بدن کا کوئی خاص عضو بڑھ جائے، مثلاً زبان کا بڑھ جانا، اسی طرح عام طور پر گھٹ جانے (نقصانِ عام) اور خاص طور پر گھٹ جانے (نقصان خاص) کو بھی قیاس کریں۔

امراض عدد (جس میں کسی عضو کی تعداد بگڑ جاتی ہے)۔ ـــــ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: عضو کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے، یا کم ـــــ پھر ان دونوں صورتوں (زیادتی و کمی) میں سے ہر ایک کی دو صورتیں ہیں، طبعی اور غیر طبعی؛ مثلاً کسی انگلی کا زائد ہونا؛ اور مثلاً پیٹ کے اندر کیڑوں کا پیدا ہوجانا، اور آنکھ میں مرض ناخونہ (ظَفَرَہ) کا ہونا

> ــــــ اور مثلاً پیدائش ہی سے کسی انگلی کا کم ہونا، یا گل سڑ کر کسی انگلی کا کم ہو جانا ❊ (قرشی) ❊

طبعی زیادتیِ عَدَد کے معنے یہ ہیں کہ اُس قسم کی اور اُس جنس کی کوئی شئے بدن میں موجود ہو، مثلاً کسی انگلی کا زائد ہونا ــــــ اور غیر طبعی زیادتیِ عَدَد کے معنی یہ ہیں کہ وہ زیادتی اس قسم کی ہو کہ اُس کی جنس بدن میں موجود نہ ہو، مثلاً پیٹ میں کیڑوں کا پیدا ہو جانا اور آنکھوں میں مرض ناخونہ کا ہونا ❊

طبعی نقصانِ عدد کے معنے یہ ہیں کہ اُس کی کمی پیدائشی ہو، مثلاً پیدائشی طور پر انگلی کا کم ہونا، اور غیر طبعی نقصانِ عَدَد کے معنے یہ ہیں کہ اُس کی کمی پیدائشی نہ ہو، مثلاً گل کر کسی انگلی کا کم ہو جانا ❊
اندیا ۸ . زیادتی عدد کی مثال میں پیٹ کے کیڑوں کا پیش کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ کیڑے اعضا میں سے نہیں ہیں ❊

امراضِ وضع جس میں عضو کی وضع بگڑ جاتی ہے، یعنی عضو اپنے مقام سے ٹل جاتا ہے ــــــ یا اُس کے تعلقات (مُشارَکت) میں فرق آ جاتا ہے، جو اُس کے اور دوسرے اعضا کے درمیان ہوتے ہیں۔ الغرض عضو کی وَضع میں دو باتیں شریک ہیں: مقام ــــــ تعلقات۔ چنانچہ قرشی فرماتے ہیں:

> **امراضِ وَضع** ــــــ وَضع میں دو چیزیں شریک ہیں: مَوْضَع (مقام) ــــــ مُشارَکت (تعلقات)؛
> مثلاً کسی عضو کا اپنے مقام سے ٹل جانا ــــــ خلع کے طور پر (جوڑ سے اُکھڑ کر)، یا خلع کے بغیر ــــــ یا مثلاً کسی عضو کا اپنی جگہ میں حرکت کرنا، حالانکہ وہاں سکون ضروری ہو، جیسا کہ مرض رِعشہ (میں ہاتھ کانپتا ہے)؛ ــــــ یا مثلاً کسی عضو کا اپنے مقام میں سکون کرنا، حالانکہ وہاں حرکت ضروری ہو، جیسا کہ جوڑوں کے سخت ہو جانے

(تحجر مفاصل) میں ہوتا ہے ــــ یا مثلاً کسی عضو کا اپنے قریب کے عضو کی طرف، یا اُس کے خلاف جانب حرکت نہ کرسکنا، یا دشوار ہونا۔ (قرشی)۔

پہلا تین مثالیں (جو درحقیقت چار ہیں) امراض موضع کی ہیں، اور اخیر کی دو مثالیں امراض مشارکت کی۔

امراض تفرق اتصال: جن میں اعضاء کی ساخت میں تفرق آجاتا ہے یعنی اتصال جاتا رہتا، اور علیحدگی اور جدائی آجاتی ہے۔

تفرق اتصال کے امراض ــــ کے نام، اصطلاحاً مختلف مقامات کے لحاظ سے (محلِ وقوع کے لحاظ سے) مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ جلد کا تفرق اتصال خدش (خراش) اور سحج (چھل جانا) کہلاتا ہے، اور گوشت کا تفرق اتصال جراحت کہلاتا ہے ــــ پھر جراحت اگر دیرینہ ہوجائے (یعنی پیپ پڑجائے) تو اس کو قرحہ (زخم) کہتے ہیں۔ اسی طرح ہڈی اور کری کا تفرق اتصال، جو ان کی چوڑائی میں ہو (لمبائی میں نہ ہو) اُسے کاسِر یا فاسِخ یا مُفَتِّت کہتے ہیں۔ (قرشی)۔

"کاسِر" اُس وقت کہتے ہیں، جب کہ ہڈی یا کری کے دو ٹکڑے یا چند بڑے بڑے ٹکڑے ہوجائیں؛ "فاسِخ" اُس وقت کہتے ہیں، جبکہ اُن کے چند چھوٹے ٹکڑے ہوجائیں؛ اور "مُفَتِّت" اُس وقت کہتے ہیں، جبکہ وہ ٹوٹ کر چورہ ہوجائے۔

ہڈی اور کری کا تفرق اتصال اگر ان کی لمبائی میں ہو، تو اُسے صادِع کہتے ہیں۔

پٹھوں اور رگوں (اعصاب و عروق) کا تفرق اتصال

جو اِن کے عرض میں ہو، اُسے **باتِر** کہتے ہیں، ــــ اور اگر ان کے طول میں ہو تو اُسے **شَق** کہتے ہیں، ــــ اور وہ تفرقِ اتصال جس سے رگوں کے منہ کھل جاتے ہیں **باثِق** کہلاتا ہے ٭ (قرشی) ٭

قلب کی نزاکت قلب جراحت کی برداشت نہیں کرتا، ــــ اس کے ساتھ ہی موت آتی ہے ٭ (قرشی) ٭

یعنی یہ سب سے نازک رئیس ہے، یہی وجہ ہے کہ بندوق کا باریک چھرہ بھی اگر قلب کے بطون میں گھس جاتا ہے، تو آدمی بچتا نہیں ایسا نازک دوسرا کوئی عضو نہیں ٭

امراض مرکبہ وہ امراض ہیں، جو چند امراض کے اکٹھے ہونے سے پیدا ہوتے ہیں، جس طرح مرض سِل دق کے بخار اور پھیپھڑے کے قرحہ سے پیدا ہوتا ہے ٭ (قرشی) ٭

چند امراض اگر کسی شخص میں سادہ طور پر جمع ہو جائیں، تو انہیں مرض مرکب نہیں کہا جاتا، بلکہ اس میں ایک ضروری شرط یہ ہے کہ وہ سب امراض مِل کر ایک ہو جائیں ــــ جب زائل ہوں، تو سب ایک ساتھ زائل ہوں، مثلاً ورم ــــ اس میں سوءِ مزاج، مرض ترکیب، اور تفرقِ اتصال تینوں جمع ہوتے ہیں، اور سب کے مجموعہ کا نام ورم ہے ٭

امراض کے نام (وجہ تسمیہ)

امراض کے نام (اصطلاحاً) مختلف وجوہ سے رکھے جاتے ہیں:

(۱) تشبیہ کے لحاظ سے ــــ جیسے **داءُالفیل** (ہاتھی کی بیماری)، اور **داءُالاسد** (شیر کی بیماری) (قرشی)

داءُالفیل (ہاتھی کی بیماری) فیل پایہ کا نام ہے، جس میں مریض کے پاؤں پھول کر ہاتھی کے پاؤں سے مشابہ ہو جاتے ہیں ــــ اسی طرح

داء الاسد (شیر کی بیماری) جذام کا نام ہے۔ جذام کو داء الاسد اس لئے کہتے ہیں کہ جذام والوں کا چہرہ شیر کے چہرہ کے مانند کریہہ اور مہیب ہو جاتا ہے ⁂

(۲) مقامِ مرض کے لحاظ سے ــــ جیسے ذات الجنب (پہلو کی بیماری)، اور ذات الریہ (پھیپھڑے کی بیماری) ⁂
(۳) سبب کے لحاظ سے ــــ جس طرح ہم لوگ مرض مالیخولیا کو سوداوی مرض کہا کرتے ہیں ⁂ (قرشی) ⁂

مالیخولیا یونانی لفظ ہے، جس کے معنے ہیں کالا بت (مِرّۂ سوداء)۔ قدیم اطباء یونان کے مسلمات سے ہے کہ مالیخولیا جس طرح دیگر اسباب سے عارض ہوتا ہے، اسی طرح غلبۂ سودا سے بھی دماغی افعال مختل ہو جاتے ہیں ⁂

(۴) عَرَض کے لحاظ سے ــــ مثلاً صرع (مرگی) ⁂ (قرشی) ⁂

"صرع" مرگی کا نام ہے۔ مرگی کا نام "صرع" (گر پڑنا) اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ مرگی میں مریض اچانک گر پڑتا ہے۔ غرض "صرع" یعنی گر پڑنا اس مرض کے عوارض میں سے ہے ⁂

(۵) گاہے امراض کے نام اُن ممالک کے نام پر رکھے جاتے ہیں، جہاں اُن کی کثرت ہوتی ہے، مثلاً عِرقِ مَدَنی (مدینہ کی بیماری)، لاہوری پھوڑا ⁂

(۶) گاہے امراض کے نام اُن اشخاص کے نام پر رکھے جاتے ہیں، جنہیں اوّلاً یہ مرض لاحق ہوا تھا، مثلاً قروح خیرونیہ، جو خیرون نامی شخص کی طرف منسوب ہیں ⁂

مرضِ اَصلی و شرکی

ہر ایک مرض یا اصلی ہوتا ہے، یا کسی دوسرے مرض

کی شرکت سے پیدا ہوتا ہے (شرکی) ٭
جو مرض دوسرے مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اُسکی حالت مرض اصلی کے اختلاف حالت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور تکلیف پہلے اصلی مرض میں ہوتی ہے ٭ (قرشی) ٭

خلاصہ: جب کوئی مرض کسی دوسرے مرض کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے تو اُسے "مرض شرکی" کہتے ہیں، ورنہ "اصلی" پھر یہ ظاہر ہے کہ تکلیف اور دُکھ اصلی مرض میں یقیناً مقدم ہوگا ٭

شرکتِ مرض کی صورتیں | کوئی عضو دوسرے عضو کا شریک مرض کیوں ہوجاتا ہے؟ اس کے وجوہ متعدد ہیں:
(۱) دونوں اعضاء پاس پاس ہوتے ہیں (ایک عضو دوسرے عضو کے قریب ہوتا ہے ٭
(۲) ایک عضو دوسرے عضو کا راستہ ہے، جیسا کہ پاؤں کی جراحت کی وجہ سے کنج ران (حالب) میں ورم پیدا ہوجاتا ہے ٭
(۳) ایک عضو دوسرے عضو کا خادم ہے، جس طرح اعصاب دماغ کے خادم ہیں، (اس لئے دماغ کی وجہ سے اعصاب، اور اعصاب کی وجہ سے دماغ مریض ہوجاتا ہے) ٭
(۴) ایک عضو دوسرے عضو کے افعال کا مبداء اور اصل ہے ٭ (قرشی) ٭

جیساکہ دماغ بیرونی حواس: آنکھ، کان، ناک وغیرہ کے لئے مبداء ہے اس لئے دماغ کے مریض ہونے سے یہ سب بھی مریض ہوسکتے ہیں ٭

(۵) ایک عضو دوسرے عضو کی سمت (مقابلہ، سیدھ) میں واقع ہے، جس سے ایک عضو کے بخارات (و مواد) دوسرے عضو تک چڑھ جاتے ہیں ٭ (قرشی) ٭

معدہ و امعاء کی سیدھ میں دماغ واقع ہے، جہاں آلاتِ ہضم کے

نجاست و رطوبات نجاک کرتے ہیں (مرد دھا یا کرتے ہیں) ⁂

(۲) ایک عضو دوسرے عضو کے مواد و فضلات کے دفع ہونے کا مقام ہے، جس طرح بغل قلب کا، کنج ران جگر کا، اور کان کی پشت دماغ کے فضلات کے دفع ہونے کا مقام (مقامِ انصباب) ہے ⁂ (قرشی) ⁂

بغل، کنج ران، اور کان کے آس پاس گلٹیاں ہیں، جو اعضاء رئیسہ و شریفہ کے مواد سے بہت جلد متاثر ہو کر متورم ہو جایا کرتی ہیں دوسرے اعضاء سے ان گلٹیوں کا ذریعہ تعلق عروق ہیں ⁂

اوقاتِ امراض

امراض کے چار زمانے ہر مرض متغیّر میں چار زمانے پائے جاتے ہیں (ابتداء، تزئید، انتہا، انحطاط) ⁂ (قرشی) ⁂

مرض متغیّر سے مراد وہ بیماری ہے، جو زائل ہو کر صحت کی طرف لوٹ آئے ⁂

کیونکہ اس مرض میں (۱) یا زیادتی ظاہر ہوگی — (۲) یا کمی — (۳) یا ان دونوں میں سے کوئی بات بھی ظاہر نہ ہوگی ⁂

چنانچہ پہلی صورت وقتِ تزائید (بڑھنے کا زمانہ) ہے، جس میں زیادتی ظاہر ہوتی ہے) ⁂

دوسری صورت کو وقتِ انحطاط (گھٹاؤ کا زمانہ) کہا جاتا ہے ⁂

اور تیسری صورت، جس میں نہ زیادتی ظاہر ہوتی ہے اور نہ کمی، اگر وقت تزائید سے پہلے ہے، تو اسے وقت ابتداء کہتے ہیں۔ اور اگر وقتِ تزائید کے بعد ہے، تو اسے وقت انتہاء کہتے ہیں ⁂ (قرشی) ⁂

الغرض مرض کے چار زمانے ہوتے ہیں۔ ۱۔ ابتداء، جبکہ مرض شروع ہوتا ہے ـــــ ۲۔ تزاید، جبکہ مرض بڑھنے لگتا ہے ـــــ ۳۔ انتہاء، جبکہ ایک انتہائی شدت کو پہونچکر ٹھہر جاتا ہے ـــــ ۴۔ انحطاط، جبکہ مرض کی شدت کم ہونے لگی ہے، اور بالآخر صحت ہوجاتی ہے۔

یہ بھی جان لو کہ یہ چاروں زمانے محض اُن امراض میں پائے جائیں گے، جو زائل ہو کر تندرستی کی طرف لوٹ آتے ہیں، ورنہ ممکن [illegible] ابتدا ہی میں [illegible] تزاید ہی میں، یا انتہا ہی میں مریض کا [illegible] اور دوسرے [illegible] زمانے نہ آنے پائیں۔

مرضِ حاد و مُزمِن

اسی طرح عوارض کی مدت و شدت کے لحاظ سے مرض کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مرض حاد: تیز اور شدید مرض، جس کی مدت تھوڑی ہوتی ہے اور عوارض و علامات سخت، مثلاً کزاز، ہیضہ، طاعون۔

(۲) مرض مُزمِن: دیرپا مرض، جس کی علامتیں ہلکی ہوتی ہیں، اور دیر تک رہتا ہے، مثلاً سل و دق، فیل پایہ، گھیگھا۔

اس کے بعد جس طرح مرض حاد کے مختلف مدارج ہیں، اسی طرح مرض مُزمن کے بھی مختلف مراتب ہیں۔

ان دونوں کے درمیان کچھ امراض ایسے بھی ہیں، جس کو آسانی کے ساتھ نہ حاد کہا جا سکتا ہے، اور نہ مُزمن۔ ایسے امراض کو حادۃ المُزمِنات کا لقب بخشا جاتا ہے۔

جزو سوم

علم الاسباب

جزء علمی (جزء نظری) کے چاروں اجزاء میں سے تیسرے حصہ (جزء) اسباب کا بیان ہے ۔ (قرشی)

اس باب میں صحت و مرض کے اسباب کا بیان ہے اسباب کے علم کے بغیر نہ صحت کی حفاظت ہو سکتی ہے، اور نہ کسی مرض کا ازالہ کیا جا سکتا ہے ۔

سبب کی تعریف سبب اسے کہتے ہیں جو پہلے ہو (مقدم ہو)، اور اس کی وجہ سے کوئی نئی حالت پیدا ہو جائے ــــ یا اس کی وجہ سے کوئی سابقہ حالت برقرار رہے ۔ (قرشی) ۔

بری غذا، بری ہوا، اور زہروں سے جس طرح ایسے امراض پیدا ہو سکتے ہیں، جو پہلے سے موجود نہ ہوں۔ اسی طرح اچھی غذا، اچھی ہوا، اور تریاقی ادویہ سے موجودہ امراض زائل ہو سکتے، اور نئے سرے سے صحت پیدا ہو سکتی ہے ۔

پھر جس طرح مناسب تدبیریں صحت کے اسباب ہیں، جن سے موجودہ صحت برقرار رہتی ہے ــــ اسی طرح بعض بری تدبیریں اس قسم کی بھی ہو سکتی ہیں کہ وہ برابر جاری رہیں، اور ان کے جاری رہنے سے کوئی سابقہ مرضی کیفیت برابر برقرار رہے ۔

اسباب کی تقسیم

بادی، واصل، سابق بدن انسان کے تینوں حالات میں سے ہر حالت کے لئے تین قسم کے اسباب ہیں: سبب بادی

— سبب واصل — سبب سابق ÷
کیونکہ اس کی تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں :
(۱) اگر سبب بیرونی (غیر بدنی : خارج از بدن) ہے، مثلاً دھوپ کی گرمی، ہوا کی سردی، غصہ، اور خوف — تو اسے سبب بادی (بیرونی : خارجی) کہتے ہیں ÷
(۲) اور اگر سبب بدنی ہے (بیرونی نہیں، بلکہ اندرونی ہے) تو اس کی دو صورتیں ہیں :
(ا) کسی حالت کا راست ذریعہ بنے (بیچ میں کوئی اور واسطہ نہ ہو)، مثلاً اخلاط کی عفونت سے بخار کا پیدا ہونا — اس کو سبب واصل کہتے ہیں ÷
(ب) کسی حالت کا راست ذریعہ نہ بنے، بلکہ کسی توسط سے کوئی حالت پیدا کرے، مثلاً "امتلاء مواد" سے حمّٰی عفنیہ کا لاحق ہونا — اسے سبب سابق کہتے ہیں ÷ (قرشی) ÷

حمّٰی عفنیہ عفونت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اور عفونت امتلاء کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے — اس طرح حمّٰی عفنیہ کا سبب عفونت کو بھی قرار دیا جا سکتا ہے، اور اِمتِلاء کو بھی. مگر دونوں میں فرق ہے: عفونت بخار کے لئے سببِ قریب (واصِل) ہے، اور امتلاء سبب بعید — یعنی امتلاء اور بخار کے درمیان "عفونت" حائل ہے — بہ الفاظِ دیگر امتلاء بخار ضرور پیدا کر سکتا ہے، مگر "عفونت" کے توسّط سے ÷
امتلاء کے معنیٰ ہیں: فاسد مواد سے بدن کا پُر ہونا ÷ مواد کی کثرت ÷

اثر ذاتی و عرضی
سبب کا عمل (اُس کا اثر) گاہے بالذّات ہوتا ہے، مثلاً ٹھنڈے پانی کا عملِ تبرید (بدن میں برودت

پیدا کرنا) ؛
اور گاہے اس کا اثر بالعرض ہوتا ہے، مثلاً ٹھنڈے پانی کا عمل تسخین (بدن میں حرارت کا بڑھا دینا)۔ (قرشی)؛

پانی طبعاً بارد (سرد) ہے، اس سے بدن میں سردی کا پیدا ہونا اس کا ذاتی اثر ہے، اور گرمی کا پیدا ہونا عرضی اثر؛ کیونکہ پانی کا بذات خاص (طبعاً) کوئی گرم اثر نہیں ہے۔ چنانچہ سرد پانی سے نہانے کے بعد بدن میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ گرمی عارضی سمجھی جاتی ہے، کیونکہ یہ گرمی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ سرد پانی کی سردی کی وجہ سے بدن کے مسامات بند ہو جاتے ہیں، جس سے بدن کی حرارت اندر گھٹ جاتی ہے، اس لئے بالعرض بدن کے اندر حرارت بڑھ جاتی ہے۔

سبب ضروری وغیر ضروری

ہر سبب یا ضروری ہوگا ـــــ یا ضروری نہ ہوگا ؛
پھر غیر ضروری سبب بعض اوقات طبیعت کے مضاد (دشمن) ہوتا ہے، ـــــ اور بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا ؛ (قرشی) ؛

ضروری سبب اسے کہتے ہیں جس کے بدون تا زندگی چارہ نہ ہو، مثلاً کھانا پینا، ہوا، پانی وغیرہ، اور **غیر ضروری سبب** وہ ہے جو اس کے برخلاف ہو، خواہ مخالف اور مہلک ہو، جیسے زہر وغیرہ، اور خواہ کسی حالت مرض وغیرہ میں مفید ہو ؛

ستّہ ضروریّہ

اسباب ضروریہ تعداد میں چھ ہیں ؛ (قرشی) ؛

ضروری اسباب، جن کے بدون انسان کو تا زیست چارہ نہیں، حسب تفصیل ذیل چھ ہیں: ہوا[1] (ہوا محیط) ـــــ ماکول و مشروب[2]

—— حرکت وسکون بدنی —— حرکت وسکون نفسانی —— نیند اور بیداری —— استفراغ واحتباس ۔

اِن کو سِتّہ ضروریہ کہا جاتا ہے (سِتّہ : چھ) ۔

(۱) ہواء (ہواء محیط)

سِتّہ ضروریہ میں سے پہلا ضروری سبب وہ ہَوَاء ہے، جو ہمیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے (ہواءِ مُحِیط) ۔ (قرشی) ۔

اور وہ ہواء، جو بہت زیادہ بلندی پر واقع ہے، وہ ہمارے کام کی نہیں ہے ۔

ہَواء کی ضرورت ہواء کی ضرورت دو اغراض کے لئے ہے : (۱) روح کی تعدیل کے لئے —— (۲) روح کے فضلات کو خارج کرنے کے لئے ۔

پہلی غرض سانس لینے (استنشاق) سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری غرض سانس پھینکنے سے ۔ (قرشی) ۔

روح کی تعدیل —— بیرونی ہواء، جسے ہم سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں تک پہونچا دیتے ہیں، یہ روح کے لئے باعثِ تعدیل ہے : یعنی یہ ہَواء اگر اندر نہ پہونچے، تو روح کی اعتدالی حالت باقی نہ رہے۔ اس اعتدال میں کیفیت اور کمیت دونوں شریک ہیں۔ اس کی وضاحت ذیل کی تصریحات سے حاصل ہوجائے گی :

شیخ نے بیرونی (ہواءِ محیط) کے منافع میں لکھا ہے :

" یہ ہواء ہمارے بدنوں (بدن کے اعضاء) اور ہماری روحوں کے لئے عنصر ہے "

نیز لکھا ہے :

" یہ ہواء ہمارے ابدان وارواح کا عنصر (جزء، مادّہ) ہونے کے علاوہ ایک کمک ہے، جو مسلسل ہماری روحوں تک پہونچتی رہا کرتی ہے "

علیٰ ہٰذا **ابوسهل** نے لکھا ہے:

"عام روح کا مادّہ یہی ہَوَا ہے، جو باہر سے سانس کے ذریعہ اندر کھینچی جاتی ہے"

اسی طرح بیرونی ہَوَاء کو گاہے '**روح کی غذاء**' ___ گاہے **مادّۂ روح** (روح کا سامان) ___ اور گاہے **ھَوَاءِ مُرَوِّح** (روح پہونچانیوالی) بھی کہا جاتا ہے۔

اچھی ہَوَاء کے احکام	ہوا صحت کی محافظ ہے، اور (از سر نو) صحت پیدا بھی کرتی ہے ___ بشرطیکہ وہ صاف اور معتدل ہو، اس میں **اِجَام** (نیستان ؛ بنسیٹر) **بَطَائِح** (جھیلوں)، اور سڑے ہوئے پانی (ماء آسن) کے بخارات نہ مِل گئے ہوں ___ وہ مردہ کی بدبو، بُری ترکاریوں کے کھیت (**مَبَاقِل**) کے بخارات، اور شوحط اور انجیر جیسے خبیث الجوہر درختوں کے بخارات سے خالی ہو ___ نیز وہ گرد وغبار کی کثرت اور دھوئیں سے پاک وصاف ہو۔ لیکن جب ہَوَاء میں تغیُّر آجاتا ہے، تو مذکورۂ بالا حکم بھی بدل جاتا ہے۔ (قرشی)۔

یعنی اگر ہَوَا کے مذکورہ بالا اوصاف جاتے رہیں، تو وہ نہ صحت کی حفاظت کرسکتی ہے، اور نہ وہ صحت پیدا کرسکتی ہے۔

اِجَام. نیستان، بنسیٹر، جہاں یا نس اُگے ہوئے ہوں۔

شَوْحَط : ایک درخت ہے جس سے کمانیں بنتی ہیں۔

ہَوَاء کے تغیرات	ہواء کے تغیرات دو قسم کے ہیں: **طبعی ___ غیر طبعی** پھر غیر طبعی تغیرات گاہے انسانی طبیعت کے مضاد ہوتے ہیں ___ اور گاہے مضاد نہیں ہوتے۔ (قرشی)۔

تغیرات مضادہ کی مثال ہوا کے وبائی تغیرات۔
تَغَیُّرَات غیر مضادّہ کی مثال وہ تغیرات، جو پہاڑوں اور سمندروں کی وجہ سے ہوا میں عارض ہوتے ہیں۔

طبعی (موسمی) تغیرات ہوا کے طبعی تغیرات وہی موسمی تغیرات ہیں۔

ہر موسم اپنے (مزاج کے) مناسب امراض پیدا کرتا، اور اپنے (مزاج کے) مخالف امراض زائل کرتا ہے۔

موسم گرما چنانچہ موسم گرما صفرا کو جوش میں لاتا، اور صفراوی امراض پیدا کرتا ہے، مثلاً غِبّ (تجاری: تپا)، تپِ مُحرِقہ، پیاس اور بے چینی (کَرَب)۔

موسمِ سرما زکام، نزلہ، اور کھانسی پیدا کرتا ہے، اور اس موسم میں بلغم اور بلغمی امراض کی کثرت ہوتی ہے۔

موسم خریف موسم خریف میں، بچند وجوہ، امراض کی کثرت ہوتی ہے:

(۱) اس موسم میں ہوا، بدلتی رہتی ہے: رات کو اور صبح کے وقت اگر سرد ہوتی ہے تو دوپہر کے وقت گرم (الغرض طبیعت ایک قسم کی پریشانی میں گھری رہتی ہے)۔

(۲) موسم خریف سے پہلے موسم گرما گذر چکا ہوتا ہے، جو بدن کو ڈھیلا اور پولا (مُتَخَلخَل) بنا دیتا، قوتوں کو تحلیل کر دیتا صفرا کو جوش میں لے آتا، اور اخلاط کو جلا ڈالتا ہے۔

(۳) موسم خریف میں میوؤں (مرطوب پھلوں) کی کثرت ہوتی ہے۔

(۴) موسم خریف میں سودا کی کثرت ہوتی ہے، اور مزاج کے تضاد کی وجہ سے اس موسم میں خون کی مقدار گھٹ جاتی ہے اس لحاظ سے موسم خریف گویا موسمِ گرما کے بچے کھچے امراض کا کفیل و ذمہ دار ہے۔ (قرشی)۔

خریف: وہ موسم ہے، جو گرمی کے بعد اور سردی سے پہلے آتا ہے، جسے بعض اوقات موسم خزاں کہا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ہمارے یہاں اکثر بارش ہوا کرتی ہے۔

خریف اور امراضِ گرما کی کفالت: اس کا مدعا یہ ہے کہ موسم گرما میں، عام طور پر، امراض کی کثرت ہوا ہی کرتی ہے، جو امراض باقی بچ رہتے ہیں، خریف میں اُن کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

موسم خریف کا مزاج سرد خشک ہے، اور خون کا مزاج گرم تر — اس سے دونوں کا تضاد واضح ہے۔

موسم ربیع موسمِ ربیع (موسمِ بہار) میں وہ اخلاط حرکت میں آجاتے ہیں، جو سرما کے موسم میں (سردی کی وجہ سے) بدن کے اندر بند ہوتے ہیں، جس سے اس موسم میں خُراجات (پھوڑے) اور اَورامِ حلق لاحق ہو جاتے ہیں۔

موسم ربیع میں وہ سارے مادّی امراض حرکت میں آجاتے ہیں، جن کا مادّہ موسم سرما میں ساکن ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ موسم طبعاً بُرا ہے — بلکہ یہ وجہ ہے کہ اس موسم میں ہلکی سی (لطیف) حرارت ہوتی ہے — ورنہ یہ موسم تمام موسموں سے زیادہ صحیح، اور زندگی و صحت کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہے۔ (قرشی)

ربیع کا موسم موسم سرما کے بعد اور گرما سے پہلے آتا ہے۔ اس کا مزاج گرم وتر ہے۔ یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حیات و زندگی کے لئے حرارت و رطوبت بہت زیادہ مناسب ہیں، اور برودت و یبوست مضادِ حیات۔ پھر ربیع کی حرارت ایسی شدید بھی نہیں ہوتی، جیسی موسم گرما کی، جس کی شدت موجب ہلاکت ہو سکتی ہے۔

غیر طبعی تغیرات ہوا کے غیر طبعی تغیرات (غیر موسمی تغیرات)

جو انسانی طبیعت کے مضاد اور دشمن نہ ہوں، وہ دو قسم کے ہیں:

(۱) آسمانی اسباب (اَسبَاب سَمَاوِیَہ) سے تعلق رکھنے والے

(۲) زمینی اسباب (اَسباب اَرضِیَّہ) سے تعلق رکھنے والے

اسباب سماویہ (آسمانی اسباب) کی مثال یہ ہے کہ آفتاب کے ساتھ کثرت سے **دَرَارِی** (بڑے ستارے) آسمان پر جمع ہو جاتے ہیں، جو ہوا کو موسم سرما تک میں، گرم کر دیتے ہیں۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ سورج میں گہن لگ جاتا ہے جس سے موسم گرما تک میں سردی بڑھ جاتی ہے۔ (قرشی)

دَرَارِی (دُرِّیَّہ کی جمع) وہ ستارے جو زیادہ روشن ہیں۔
بقول **گیلانی**، ایسے اجتماع کی مؤثر صورت محض **مرّیخ** میں پائی جاتی ہے۔ مریخ کے سوا زمین کے گرم کرنے میں دوسرے ستاروں کو زیادہ دخل نہیں۔

اَسبَاب اَرضِیَّہ (زمینی اسباب) —— جیسا کہ مختلف ممالک کی ہوائیں، اختلاف ملک سے، الگ الگ ہیں۔

مختلف ممالک کی ہوائیں الگ الگ کیوں ہیں؟ اس میں مختلف چیزیں مؤثر ہیں: عرض البلد —— سمندروں اور پہاڑوں کا قرب —— زمین کی وضع مخصوص —— سرزمین کی مخصوص مٹی۔

عَرضُ البَلَد اُس مسافت کی مقدار کا نام ہے جو خط استوا سے، جس کو غایت درجہ معتدل تسلیم کیا گیا ہے کسی جگہ تک پائی جاتی ہے۔ (قرشی)

بعض ممالک خط استوا سے دور واقع ہیں۔ اِن کے اس درمیانی فاصلہ

کا نام عَرضُ البَلَد ہے۔ خط استواء سے جو ممالک بہت زیادہ دور ہیں، مثلاً چھٹی اور ساتویں اقلیمیں، وہاں کی ہوا، بہت زیادہ سرد ہوتی ہے۔ یورپ اور سائبیریا اسی قسم کے مقامات ہیں۔ الغرض عرض البلد کی کمی و بیشی ہوا میں کافی مؤثر ہے ۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ایک گروہ خط استواء کو معتدل باور کرتا ہے، اور دوسرا اس کے خلاف ہے۔ قرشی گروہ اول کا ترجمان ہے، اسی لئے اس کی زبان سے یہاں بھی وہی نکل گیا ۔

دوسری اور تیسری اقلیم نہایت گرم ہے، اور چھٹی اور ساتویں اقلیم نہایت سرد۔ اسی وجہ سے چوتھی اقلیم (جو ان دونوں کے وسط میں واقع ہے) تقریباً معتدل ہے ۔ (قرشی) ۔

رہے وہ ممالک جو خط استواء پر یا اس کے آس پاس واقع ہیں، ان کا کیا حال ہوگا؟ اس کو قرشی نے اپنے عقیدہ کی بناء پر ضمناً واضح کر دیا ہے کہ وہاں کی ہوا معتدل ہوگی لیکن رازی اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہے ـــــ اس کا آخری فیصلہ مُشاھَدَہ ہے، جس کے بعد ساری گفتگو بند ہو جاتی ہے ۔

سمندر کا قرب : سمندر کا قرب ہوا میں رطوبت پیدا کر دیتا ہے ۔ سمندری ملک (بَلَد بَحْرِی) حرارت و برودت کے لحاظ سے معتدل ہوتا ہے، کیونکہ بحری ممالک کی ہوا مؤثر کے اثر کو آسانی کے ساتھ قبول نہیں کیا کرتی ۔ (قرشی) ۔

اس دلیل کا مدعا یہ ہے کہ ہوا میں گرمی آفتاب کے قرب سے اور سردی آفتاب کے بُعد سے پیدا ہوتی ہے۔ غرض آفتاب کی نزدیکی اور دوری ہوا میں مؤثر ہے، اور سمندری ممالک کی ہوا پانی کی رطوبت اور بخارات کی کثرت کی وجہ سے غلیظ ہو جاتی ہے، اس لئے نہ وہ آفتاب کی نزدیکی سے زیادہ گرم ہوتی ہے، اور نہ آفتاب کے دور ہونے سے زیادہ سرد؛ کیونکہ ـــــ لطیف کے برخلاف ـــــ غلیظ چیزیں کسی مؤثر کے اثر کو جلد قبول

پہنچیں کرتی ہیں، اسی وجہ سے سمندری ملکوں کی ہَوا نہ زیادہ گرم ہوسکتی ہے، اور نہ زیادہ سرد۔

پہاڑ کا قرب ۔ جَبَل شمالی، یعنی وہ پہاڑ جو شہر کے شمال کی جانب ہو، وہ شہر کی ہوا، کو دو طور پر گرم کردیتا ہے:
(۱) نہ پہاڑ شمال کی ہوا کو، جو سرد و خشک ہوا کرتی ہے، شہر میں آنے سے روک دیتا ہے؛ اور جنوبی ہَوا کو، جو گرم و تر ہوا کرتی ہے، شہر کے اندر ہی روک لیتا ہے۔
(۲) شمال کا پہاڑ آفتاب کی شعاعوں کا عکس شہر پر ڈالتا ہے ۔ (قرشی) ۔

کیونکہ آفتاب ہم سے ہمیشہ دکن کی طرف کم و بیش مائل رہتا ہے، اس لئے آفتاب کا عکس پہاڑ پر پڑتا ہے، اور پہاڑ کا شہر پر، جس سے وہ شہر گرم ہو جاتا ہے۔

جَبَل جُنوبی، یعنی وہ پہاڑ، جو شہر کے جنوب کی جانب ہو، وہ شمال کے پہاڑ کے برعکس ہے ۔ (قرشی):

یعنی دکن کا پہاڑ شہر کو سرد کردیتا ہے، کیونکہ یہ پہاڑ شمالی ہوا کو شہر میں جانے دیتا ہے، جو کہ سرد ہوتی ہے، اور جنوبی ہوا کو جانے سے روک دیتا ہے، جو کہ گرم ہوتی ہے، نیز آفتاب کی کرنوں کو شہر پر پڑنے سے روک دیتا، اور درمیان میں حائل ہو جاتا ہے۔

جَبَل مَغرِبی و مَشرِقی ۔ شہر کے پچھم کی طرف کا پہاڑ پورب کی طرف کے پہاڑ سے بہتر ہے، کیونکہ پورب کا پہاڑ (صبح کے وقت) آفتاب کی کرنوں کو شہر سے ایک عرصہ تک چھپائے رکھتا ہے (پھر اچانک تیز روشنی شہر پر پڑتی ہے) اس لئے شہر کے باشندوں پر رات کی سردی کے بعد ایک دم تیز دھوپ پڑتی ہے۔
اور اس لئے کہ پورب کا پہاڑ پورب کی ہَوا، (بادِ صبا)

کو شہر میں داخل ہونے سے روک لیتا ہے، جو کہ پچھم کی ہوا سے بہتر ہے ـــــ اگرچہ پورب اور پچھم دونوں کی ہوائیں تقریباً معتدل ہی ہیں ÷ (قرشی) ÷

پورب کی ہوا کو پوروا (صَبَا) کہا جاتا ہے، اور پچھم کی ہوا کو پچھوا (دَبُور) ÷

پوروا ـــــ (پورب کی ہَوَا) کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پوروا (علی العموم) صبح کے وقت آفتاب کی رفتار کے مطابق چلا کرتی ہے، اور پچھم کی ہوا (پچھوا علی العموم) شام کے وقت آفتاب کی رفتار کے مخالف چلا کرتی ہے ÷ (قرشی) ÷

یعنی آفتاب اگر پورب سے پچھم جاتا ہے تو پچھم کی ہوا پچھم سے پورب آتی ہے ÷

زمین کی وضع : بَلَدْ مُرْتَفِع (بلند شہر) زیادہ ٹھنڈا اور زیادہ صحیح ہوا کرتا ہے ÷
وہ شہر جس کی زمین ہموار ہو (اُس میں بلندی و پستی نہ ہو) وہ بھی نہایت صحیح ہوتا ہے ÷
مٹی کے اثرات : تُربَت کبریتیہ یعنی گندھک کی مٹی (جہاں گندھک کی کان ہو) خشکی اور گرمی پیدا کرتی ہے ÷
تُربَتِ نَزِّیَّہ یعنی سیلی زمین رطوبت اور گندگی پیدا کرتی ہے
تُربَتِ جَبَلِیَّہ یعنی پہاڑی زمین بدن کو سخت کرتی ہے ÷ (قرشی)

زمین کی وضع اور مٹی کے اثرات سے اولاً اُس سرزمین کی ہَوا متاثر ہوتی ہے، پھر اس ہوا سے بدن متاثر ہوتا ہے ÷

ٹھنڈی اور گرم ہَوَا | سرد ہوا ـــــ بدن کو قوی اور مضبوط کرتی، ہضم اچھا کرتی، اور رنگ نکھارتی ہے ÷
سرد ہوا کے امراض یہ ہیں: زکام، نزلہ، مرگی، فالج، اور رعشہ ÷
گرم ہَوَا ـــــ بدن کو ڈھیلا اور ضعیف کرتی، ہاضمہ کو بگاڑ دیتی، دماغ کو بوجھل کر دیتی، اور حواس کو مکدر و پریشان کر دیتی ہے ÷

گرم ہوا کے امراض یہ ہیں: خُناق، حمیات (بخار) اور آشوبِ چشم (آنکھ آنا)۔

ہوا کے تغیُّرات مُتضادّہ | ہوا کے وہ تغیرات جو طبیعت کے مخالف ہوتے ہیں، اُس کی مثال "وباء" ہے۔ (قرشی)۔

وَباء اصطلاحاً اُس مرض کو کہتے ہیں، جس میں کسی ملک کے بہت سے باشندے بیک وقت مبتلا ہو جائیں۔

(۲) مَاکول و مَشرُوب (کھانا پینا)

سِتّہ ضروریہ میں سے دوسری چیز "ماکول و مَشرُوب" (کھانا پینا) ہے۔ (قرشی)۔

یعنی جو چیزیں تناوُل کی جاتی ہیں، خواہ وہ سَیّال ہوں، یا غیر سَیّال، اس میں ساری غذائیں، دوائیں، شراب، شربت اور پانی وغیرہ شامل ہیں۔

دواء، غذاء، ذوالخاصّہ | ماکول و مَشرُوب گاہے بدن میں محض اپنی کیفیّت سے اثر کرتے ہیں، جنہیں "دَواء" کہا جاتا ہے۔

گاہے محض اپنے مادّہ سے اثر کرتے ہیں، جنہیں "غِذاء" کہا جاتا ہے۔

گاہے اپنی صورتِ نوعیہ سے اثر کرتے ہیں، جنہیں ذُوالخاصِیّہ کہا جاتا ہے — خواہ اس کی تاثیر بدنِ انسان کے موافق ہو، جیسے فادزہر (اور زہروں کے تریاق)؛ اور خواہ مخالف، جیسے سَمّ (زہر)۔

(قرشی)

دَواء اور غِذاء: جو چیزیں بدن کے تغذیہ کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، وہ اَغذِیَہ کہلاتی ہیں — اور جو چیزیں بدن کی کسی غیر طبعی کیفیت (مَرضِی کیفیّت) کے زائل کرنے کی غرض سے استعمال

کی جاتی ہیں، وہ اَدْوِیَہ کہلاتی ہیں ٭

غذاء: مادہ سے اثر کرتی ہے۔ یعنی غذا کا مادّہ [illegible] بعد جزو بدن ہو جاتا ہے؛ مثلاً ہم گوشت کھاتے ہیں؛ گوشت ہضم ہونے کے بعد پھر گوشت بن جاتا ہے، یعنی گوشت کا جسم ہمارے جسم کے اندر داخل ہو کر ایک جدید اضافہ کا موجب بن جاتا ہے اور ہمارے وزن اور فربہی کو بڑھا دیتا ہے — **دَواء** سے یہ مقصود نہیں ہوتا، اس کے استعمال سے محض یہ غرض ہوتی ہے کہ اعضاء سے وہ کیفیت زائل ہو جائے، جسے مرض نے پیدا کر دیا ہے ٭

ذُوالخاصّہ: معمولی دوا اور غذا کے علاوہ کچھ ایسی عجیب وغریب چیزیں بھی ہیں، جن کے متعلق یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیونکر عمل کرتی ہیں۔ ایسی عجیب الافعال چیزوں کو ذوالخاصّہ کہا جاتا ہے، اور ان کے عمل کو صورتِ نَوْعِیّہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اگرچہ ساری چیزیں درحقیقت صورت نوعیہ ہی سے عمل کیا کرتی ہیں۔

صورتِ نَوْعِیّہ: مختلف اجسام میں مختلف قسم کے خواص پائے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ سے ہم ہر چیز کو پہچانتے ہیں، یہ خواص ان اجسام میں کہاں سے آتے ہیں؟ — یہ سارے خواص صورت نوعیہ کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں ٭ الغرض صورتِ نوعیہ مبدأ خواص کا نام ہے، جس سے کوئی جسم خالی نہیں۔ ہر دوا اور ہر غذا کے سارے افعال وخواص ان کی صورتِ نوعیہ ہی کے تابع ہوا کرتے ہیں ٭

دوائیت، غذائیت اور خاصیت: مذکورۂ بالا تقریر سے تین قسم کی صفتیں پیدا ہوئیں، دَوائیت — غذائیت — خاصیت ٭

یہ تینوں صفتیں بعض اوقات نمایاں طور پر الگ الگ ہوتی ہیں، اور بعض اوقات یہ بعض چیزوں میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ایسی مرکب صورتوں میں ان کے نام بھی مرکب ہوتے ہیں؛ چنانچہ:

بعض چیزوں میں دوائیت اور غذائیت دونوں ہوتی ہیں، جیسے مغز بادام

اور بعض اشیاء میں دوائیت، خاصیت اور غذائیت، تینوں ہوتی ہیں، جیسے شراب۔ اسی طرح بعض چیزوں میں دوائیت اور خاصیت، اور بعض چیزوں میں غذائیت اور خاصیت ہوتی ہے۔ ذیل کا قول اسی طرف اشارہ کر رہا ہے:

گاہے اپنے مادّہ اور کیفیت، دونوں سے اثر کرتے ہیں، جنہیں غذاء دوائی کہا جاتا ہے۔
گاہے اپنی کیفیت اور صورت نوعیہ سے عمل کرتے ہیں، جنہیں دواء ذُو الخاصّہ کہا جاتا ہے۔
گاہے اپنے مادّہ، کیفیت، اور صورت (تینوں) سے اثر کرتے ہیں، جنہیں غذاء دوائی ذُو الخاصّہ کہا جاتا ہے۔ (قرشی)

نفیس نے غذاء دوائی کی مثال کاہو، دواء ذوالخاصہ کی مثال سقمونیا، غذاء ذوالخاصہ کی مثال سیب، اور غذاء دوائی ذوالخاصہ کی مثال شراب بتائی ہے۔

غذاء کی تقسیم: لطیف و غلیظ
غذاء گاہے لطیف ہوتی ہے، گاہے غلیظ، اور گاہے اوسط درجہ کی (مُتَوَسِّط)۔ (قرشی)

لطیف غذاء سے رقیق خون پیدا ہوتا ہے، غلیظ غذاء سے گاڑھا خون، اور متوسط سے اوسط درجہ کا۔

غذاء صالح و فاسد: ان تینوں اقسام میں سے ہر ایک غذاء گاہے صَالِحُ الکَیمُوس ہوتی ہے، اور گاہے فاسِدُ الکیموس۔
پھر ان میں سے ہر ایک کثیر الغذاء ہوتی ہے، یا قلیل الغذاء۔ (قرشی)

صالح الکیموس سے خون کے بہتر اخلاط (اجزاء) حاصل ہوتے ہیں، اور فاسِدُ الکیموس سے ردی اخلاطِ خون۔

اسی طرح کثیر الغذاء سے خون کثیر مقدار میں پیدا ہوتا ہے، جیسے زردی بیضۂ نیمبرشت؛ اور قلیل الغذاء سے خون کم بنتا، لیکن فضلات بکثرت حاصل ہوتے ہیں، مثلاً سبزیاں اور ترکاریاں ؛

پانی کا مقصد پانی سے تغذیہ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ پانی ایک سادہ چیز ہے۔ ہاں یہ چند دیگر اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے:

(۱) غذاء کو رقیق (وسَیال) بنانے کے لئے؛

(۲) غذاء کو پکانے (اور اس میں تغیّر پیدا کرنے) کے لئے؛

(۳) تاکہ غذاء میں احتراق (غیر طبعی تغیّر) نہ واقع ہوجائے؛

(۴) غذاء کی رہنمائی (بَدْرَقَت) کے لئے جس سے وہ باریک رگوں میں نفوذ کرنے کے قابل ہوجاتی ہے ؛ (قرشی) ؛

(۵) پانی بدن کے فضلات کے ساتھ مِل کر اُنھیں رقیق بنا دیتا، اور پیشاب، پسینہ وغیرہ کے ذریعہ اُنھیں بہ آسانی خارج کر دیتا ہے ؛

(۶) پانی اپنی برودت سے بدنی حرارت کی حِدّت وسوزش میں تسکین بخشتا ہے ؛

(۷) پانی اعضاء کو تر رکھتا ہے ؛ (نفیس) ؛

پانی اور عدم تغذیہ "پانی ایک سادہ چیز ہے" یعنی دودھ، انڈہ، اور گوشت وغیرہ کی طرح پیچیدہ مرکب نہیں ہے، اس لئے یہ غذاء کے کام نہیں آسکتا۔

(۳) حرکت و سکون بدنی

ستّۂ ضروریہ میں سے تیسری چیز بدنی حرکت اور بدنی سکون ہے ؛ (قرشی) ؛

بدنی حرکت وہ ہے، جس میں اعضاء حرکت کرتے ہیں، خواہ تمام اعضاء حرکت کریں، یا بعض اعضاء ؛

بدنی سکون اس کا مقابل ہے، جس میں اعضا وساکن رہتے ہیں ۔

حرکت کی مختلف قسمیں ہیں: شدید اور ضعیف ــــ کثیر و قلیل ــــ تیز اور سست ۔ (قرشی) ۔

یعنی اختلافِ حرکت کے مختلف پہلو نکل سکتے ہیں : شدت و ضعف، کثرت و قلت، تیزی و سستی ــــ اور ان ہی پہلوؤں سے اس کی تقسیم کی جا سکتی ہیں ۔

چنانچہ وہ حرکت، جو تیز، قوی، اور قلیل ہو، وہ تحلیل سے زیادہ تسخین کی موجب ہوتی ہے ۔ (قرشی) ۔

یعنی بدن کے مواد کو اس قدر تحلیل نہیں کرتی، جس قدر بدن کو گرم کر دیتی ہے (تسخین : گرم کرنا، حرارت پیدا کرنا) ۔

اور جو حرکت سست، ضعیف، اور کثیر ہو، وہ اس کے برعکس ہے ۔ (قرشی) ۔

یعنی وہ تسخین سے زیادہ تحلیل کرتی ہے : بدن کو اس قدر گرم نہیں کرتی، جس قدر وہ مواد کو تحلیل کر دیتی ہے ۔

"سو گز تک تیز دوڑنا اگر پہلے کی مثال ہے، تو دو تین میل تک ہلکے ہلکے ہوا خوری کرنا دوسرے کی ۔

حرکت ہو، یا سکون، ان میں سے ہر اک کی اِفراط مُبرِّد ہے ۔ (قرشی) ۔

حرکت کی افراط سے پسینہ بہ افراط آتا، اور تحلّل رطوبات کی کثرت ہوتی ہے، جس کا انجام "برودت" ہے ــــ اسی طرح سکون کی افراط سے بدن میں رطوبتیں بہ کثرت اکٹھی ہو جاتی ہیں ۔

سکون ہضم غذا میں معین ہوتا ہے، اور حرکت انحدارِ غذا میں ۔ (قرشی) ۔

غذا کے پکنے اور مناسب تغیرّ پانے کو ھضم کہتے ہیں غذا پکنے کے بعد، ظاہر ہے کہ مختلف اعضاء کی طرف روانہ ہو جاتی ہے اس روانگی کو انحدار (اُترنا) کہا جاتا ہے؛ مثلاً معدہ میں غذا ہضم ہونے کے بعد کچھ غذائی اجزاء اور کیلوس ہو کر امعاء کی طرف چلے جاتے ہیں، اور فضلات آنتوں کی طرف جو پاخانہ کی صورت میں آنتوں سے خارج ہو جاتے ہیں۔

کھانا کھانے کے بعد تیز دوڑنے اور بھاری کام کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ اس میں یہی راز مضمر ہے کہ ہضم کے لئے سکون کی ضرورت ہے۔

"حرکت معین انحدار ہے" اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ ورزش یا ورزشی کام نہیں کرتے، وہ اکثر قبض میں مبتلا رہا کرتے ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ حرکت نہ ہونے کی وجہ سے غذا آنتوں میں سستی کے ساتھ اُترتی ہے۔

(۴) حرکت و سکون نفسانی

ستّۂ ضروریّہ میں سے چوتھی چیز نفسانی حرکت اور نفسانی سکون ہے۔ (قرشی)

غصہ، خوشی، لذّت، ڈر، غم، شرمندگی کو حرکت نفسانی کہتے ہیں، کیونکہ یہ حالتیں نفس ہی میں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً خوشی یا غم نفس ہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؛ نفس ہی خوش ہوتا اور نفس ہی غمگین ہوتا ہے؛ براہ راست جسم کو ان سے کوئی تعلق نہیں مثلاً کہا جاتا ہے: جی خوش ہو گیا، جی گھٹ رہا ہے (نفس: جان، جی) ہاں ان حالات کی وجہ سے بدن کے اخلاط اور روح میں حرکت ضرور ہوا کرتی ہے، اگرچہ بظاہر اعضاء اور بدن میں کوئی حرکت محسوس نہیں ہوتی؛

مثلاً "غصہ" میں خون اور روح اندر سے باہر کی طرف آجاتے ہیں، چہرہ بشرہ گرم اور سرخ ہو جاتا ہے، اس کے برعکس "ڈر" میں یہ باہر سے اندر کی طرف چلے جاتے ہیں، چہرہ فق ہو جاتا، اور جلد کے رونگٹے سردی سے کھڑے ہو جاتے ہیں غرض یہ احوال حرکتِ نفسانی کہلاتے ہیں، اور ان کی عدم موجودگی سکونِ نفسانی۔

حرکت نفسانیہ اور حرکتِ روح
حرکت نفسانیہ میں روح (بمعیتِ خون) لازماً حرکت میں آتی ہے، جس کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) باہر کی طرف، اچانک، جیسا کہ غصہ کے وقت؛ (۲) باہر کی طرف، بہ آہستگی، جیسا کہ فرحت و لذت کے وقت؛ (۳) اندر کی طرف، اچانک، جیسا کہ خوف کے وقت؛ (۴) اندر کی طرف، بہ آہستگی، جیسا کہ غم کے وقت؛ (۵) باہر اور اندر، دونوں طرف، جیسا کہ شرمندگی کے وقت۔ (قرشی)۔

اچانک (دَفعۃً) حرکت کرنے سے مراد "رفتار کی تیزی" ہے، جس کے مقابلہ میں "بہ آہستگی" کہا گیا ہے۔

شرمندگی (خجالت) میں متضاد قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں: کبھی حیا کہتی ہے کہ "یہ کیا ہوا؟ بری بات ہوئی"۔ اس تصور کے وقت گویا خوف طاری ہو جاتا ہے ــــ کبھی عقل بہادر بناتی، اور ہمت دلاتی ہے: "کیا ہوا؟ ایسا تو اچھوں اور بڑوں سے ہو جاتا ہے۔ اس کی مدافعت اس طرح ہو سکتی ہے"۔ اس جذبہ کے وقت فرحت و سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اِن حالات میں روح جس طرف حرکت کر کے جاتی ہے، وہاں سُخُونت (حرارت) بڑھ جاتی ہے، اور جدھر سے حرکت کر کے آتی ہے، وہاں بُرُودَت۔ (قرشی)۔

یہ حقیقت واضح طور پر غصہ اور خوف کے وقت محسوس ہوا کرتی ہے:
غصہ میں جلد گرم اور سرخ ہو جاتی ہے، اور خوف میں سرد اور پھیکی، اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ خون اور روح جب باہر آجاتے ہیں، تو اندر کمی آنا ضروری ہے، اور جب اندر چلے جاتے ہیں، تو باہر حرارت کا گھٹ جانا لازم ہے، جس کو بُرُودَت کی اصطلاح سے بتایا گیا ہے۔

حرکات نفسانیہ میں اگر اِفراط کی صورت واقع ہو جائے، تو اس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ (قرشی)

خوشی کی زیادتی سے جو موت لاحق ہوتی ہے، اُس کے لئے فَرَح مُهلِك کی اصطلاح ہی بتا رہی ہے۔ اسی طرح غصہ کی زیادتی اور خوف کے غلبہ سے غشی کا لاحق ہونا، اور اس کے بعد ہلاکت کا واقع ہونا، یہ دونوں باتیں بھی مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔

سکون نفسانی کی افراط مُبَرِّد اور مُبَلِّد ہے۔ (قرشی)

مُبَرِّد: باعثِ برودت ـــــ مُبَلِّد. ذہن کند کرنے والا

یہ محاورہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے:
"وہ ٹھنڈا انسان ہے ـــــ وہ جذبات میں نہیں آتا"
یعنی بڑی بڑی باتوں سے وہ متأثر ہی نہیں ہوتا، جس کی وجہ "مزاج کی برودت" اور "ذہن کی عدم ذکاوت" ہے ـــــ اور عدم ذکاوت ہی کا نام بَلَادَت (کند ذہنی) ہے۔
الغرض سکون نفسانی کی افراط کے بارے میں جس طرح یہ کہنا جائز ہے کہ یہ مبرد و مبلد ہے، اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ "یہ برودت و بلادت کی نشانی ہے"۔

(۵) نَوم و یَقظہ (نیند اور بیداری)

ستّہ ضروریہ میں سے پانچویں چیز "نیند اور بیداری" ہے۔ (قرشی)

زندگی کے مشاغل کے لئے اگرچہ بیداری کی ضرورت ہے، تو آرام و استراحت کے لئے نیند کی بمسلسل جاگنے سے قوی مضمحل ہوتے چلے جاتے ہیں، جس کا آخری انجام سرحد ہلاکت ہے +

نیند اگر سکون سے زیادہ مشابہ ہے، تو بیداری حرکت سے + (قرشی) +

کیونکہ نیند میں، سکون کی طرح، تمام اعضاء ساکن ہوتے ہیں، روح اندر کی طرف چلی جاتی ہے، ہضم اچھا ہوتا ہے، اور بدن میں رطوبت پیدا ہوتی ہے ——— اور بیداری میں، حرکت کے مانند، روح باہر کی طرف مائل ہوتی ہے، تمام اعضاء یا بعض اعضاء میں حرکت ہوتی رہتی اور وہ کام کرتے رہتے ہیں +

نیند میں روح (بہ معیتِ خون) اندرونی اعضاء کی طرف چلی جاتی ہے، اس لئے بیرونی اعضاء ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیند میں زیادہ اوڑھنے کی حاجت ہوا کرتی ہے + (قرشی) +

یعنی سونے والا نیند کی حالت میں، بیداری کی نسبت زیادہ اوڑھنے کا محتاج ہوتا ہے +

زیادہ سونے سے رطوبت بہ کثرت پیدا ہوتی ہے، اس لئے اس سے برودت پیدا ہو جاتی ہے + نیند جب بدن کو (غذاء اور مواد سے) خالی پاتی ہے تو روح کو تحلیل کر کے برودت پیدا کر دیتی ہے؛ اور جب کسی قابل ہضم غذاء کو پاتی ہے، تو اس کو ہضم کر دیتی ہے، جس سے بدن میں سخونت (حرارت) پیدا ہو جاتی ہے؛ اور جب کسی بارد خلط، یا ناقابل ہضم غذاء کو پاتی ہے تو اسے بدن میں منتشر کر دیتی ہے، جس سے برودت پیدا ہو جاتی ہے + (قرشی) +

یہ معلوم ہے کہ نیند کی حالت میں حرارت غریزیہ اندرون بدن کی طرف زیادہ چلی جاتی ہے۔ اب دو صورتیں ہیں:

اگر کوئی قابل ہضم غذا موجود ہے، تو وہ منہضم ہو کر اور خون میں تبدیل ہو کر وَقود کا سامان مہیا کر دے گی۔۔

اور اگر خلاء ہے، یا کوئی کچی، ناقابل ہضم خلط ہے، تو ان دونوں صورتوں میں برودت کا پیدا ہونا ضروری ہے، کیونکہ تولید حرارت کے لئے وَقود کی ضرورت ہے، اور وقود خون سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ خلاء کی صورت میں خون کا فقدان تو ظاہر ہی ہے، لیکن خام اور ناقابل ہضم خلط کی صورت میں بھی خون کا حصول اس وجہ سے غیر ممکن ہے، کہ جب وہ ہضم ہی نہ ہوگی، تو خون میں کیسے تبدیل ہو جائے گی +

> زیادہ جاگنا قوتوں کو تحلیل کر کے دماغ کو ضعیف اور ہضم کو خراب کرتا ہے، اور مادہ کو تحلیل کر کے بھوک لگاتا ہے + (قرشی) +

جاگنے میں قوتیں کیوں تحلیل ہوتی ہیں؟ اس وجہ سے کہ جاگنے کی حالت میں تمام اعضاء اپنے کام کرتے رہتے ہیں، جس سے روح صَرف و تحلیل ہوتی ہے، اور روح کی تحلیل سے قوت کا تحلیل ہونا ضروری ہے +

جاگنے میں بدن کے مواد کیوں تحلیل ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ "بیداری" حرکت سے مشابہ ہے، اور حرکت سے بدن کے مواد کا تحلیل ہونا ضروری ہے +

جاگنے سے بھوک کا لگنا امر عارضی ہے، ورنہ بیداری کی افراط سے اکثر اوقات ہضم خراب ہو جاتا اور بھوک مر جاتی ہے +

> دن کا سونا برا ہے، بدن کے رنگ کو خراب کرتا، طحال کے لئے مضر ہے، منہ میں گندگی (بَخَر) پیدا کرتا ہے، نفسانی (دماغی) قوتوں کو ڈھیلا اور سست کرنے کی وجہ سے ذہن کو کند کرتا ہے ـــــ لیکن اگر دن کو سونے کی

عادت پڑ گئی ہو، تو اسے یکبارگی ترک کرنا اچھا نہیں، بلکہ بآہستگی چھوڑنا چاہیے۔
نیند و بیداری کے درمیان بیقرار کروٹیں بدلتے رہنا (تململ) بُرا ہے۔ (قرشی)۔

ہم سکون رات سونے کے لئے بنائی گئی ہے، اور دن دیگر مشاغل کے لئے۔ رات کی نیند جیسی گہری اور مسلسل ہوا کرتی ہے، وہ دن میں کہاں نصیب، اس لئے رات کی نیند کے برکات دن کی نیند میں کہاں سے میسر آ سکتے ہیں۔

(۶) استفراغ و احتباس

ستۂ ضروریہ میں سے چھٹا استفراغ و احتباس ہے۔ (قرشی)۔

اِستفراغ بدن سے مواد خارج کرنے یا ہونے کا نام ہے، خواہ کسی طرح خارج ہو، مثلاً پیشاب، پاخانہ، قے وغیرہ، اور مواد کو روکنے یا خارج نہ ہونے کا نام احتباس۔

استفراغ و احتباس کا معتدل اور اوسط درجہ پر ہونا صحت کا محافظ ہے۔
استفراغ کی زیادتی بدن میں یبوست اور برودت پیدا کرتی ہے۔ ہاں اگر خارج ہونے والے مواد بارد یابس ہوں تو اس کے استفراغ سے بالعَرَض سخونت اور رطوبت (گرمی اور تری) پیدا ہو جاتی ہے۔ (قرشی)۔

ورنہ استفراغ کا "ذاتی اثر" بدن کو خشک کرنا، اور برودت پیدا کرنا ہی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب بدن سے وہ مواد خارج ہو جائیں گے، جو باعث برودت و یبوست ہیں، تو اب بدن میں حرارت و رطوبت از خود آ جاوے گی۔

احتباس کی زیادتی سُدے پیدا کرتی ہے، اخلاط میں عفونت لاحق کر دیتی ہے، بھوک مار دیتی ہے، اور بدن میں گرانی پیدا کر دیتی ہے۔ (قرشی)۔

غیر ضروری اسباب

یہ پہلے ما با گیا ہے کہ غیر ضروری اسباب کی دو قسمیں ہیں : مُضادّہ (دُشمنِ طبیعت) —— غیر مُضادّہ . یہاں پہلے "اسباب غیر مضادّہ" کا ذکر کیا جاتا ہے ، اس کے بعد "مُضادّہ" کا بیان ہوگا *

اسباب غیر مُضادّہ | غیر ضروری اسباب ، جو طبیعت کے مضاد نہ ہوں (غیر مُضادّہ) —— ان کی مثال ریگ میں جسم کو دبا دینا (اِنْدِفَان فِی الرَّمل) اور اس میں لوٹنا (تَمَرُّغ) ہے ، جو بدن کی رطوبت غریبہ کو چوس لیتا ہے ، اور مرض اِستسقاء اور تَرَہُّل میں مفید پڑتا ہے * لیکن اس قسم کی ساری باتیں درحقیقت استفراغ میں داخل ہیں * (قرشی) *

کیونکہ اس قسم کے اعمال سے بدن کی رطوبتیں خارج ہوتی ہیں ، اس لئے اس قسم کے اعمال کو اسباب غیر ضروریہ میں شمار کرنے سے بہتر "استفراغ و احتباس" کے باب میں داخل کرنا ہے *

تَرَہُّل : ٹھنڈے ورم (ورم بارد) کی ایک قسم ہے ، جس میں سوزش اور سرخی نہیں ہوتی . **تَہَبُّج** (بھربھراہٹ) اس کی ایک واضح مثال ہے *

اسی طرح غیر ضروری اور غیر مضاد اسباب میں سے روغن زیتون اور دوسرے محلّل روغنوں کی مالش بھی ہے * ان ہی میں سے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنا بھی ہے ، جس سے حرارت غریزیہ بھڑک کر قوی ہو جاتی ہے ، اور اس غشی میں مفید پڑتا ہے ، جو حمام وغیرہ کے کرب و تکلیف سے پیدا ہوئی ہو * (قرشی) *

غشی میں ٹھنڈے پانی کا مُنہ پر مارنا دراصل طبیعت کو جھنجھوڑنے اور جگانے کا ایک عمل ہے، جس سے اکثر اوقات غشی دور ہو جایا کرتی ہے۔

اسباب مضادّہ	وہ غیر ضروری اسباب جو طبیعت کے

مضاد و مخالف ہوتے ہیں، ان کی مثالیں یہ ہیں —— پانی میں ڈوب جانا، تلوار سے کٹ جانا، آگ سے جل جانا، اور زہروں کا استعمال کرنا۔ (قرشی)

اس قسم کے اسباب طبیعت کے مخالف ہونے کی بناء پر موجب ہلاکت ہوتے ہیں، یا باعثِ مرض۔

تفصیلی اسباب

یہاں تک اسباب کا کُلّی بیان تھا، تفصیلات اب تک نہیں آئی تھیں۔

اب ہم تفصیلی اسباب (اَسْبَاب جُزْئِیَہ) گناتے ہیں: (قرشی)

یہ بھی درحقیقت کُلّی ہی ہیں۔ اِن کو سابقہ اسباب کے مقابلہ میں جُزئی کہا گیا ہے۔

مُسَخِّنات	حرارت پیدا کرنے والے اسباب:

(۱) اوسط درجہ کی حرکت (جس میں اِفراط نہ واقع ہو)؛
(۲) بلا افراط مسخّن غذاؤں کا، یا مسخّن دواؤں کا داخلی یا خارجی استعمال؛
(۳) معتدل غذاء (یعنی بلحاظ مقدار اوسط درجہ کی)؛
(۴) مواد بدن کی عُفُونت؛
(۵) مسامات کا بند ہونا (تکاثف)۔ (قرشی)

بلا افراط —— یہ اصول مسلّم ہے کہ ہر گرم چیز (مُسَخِّن) جب افراط کی حد تک پہونچ جاتی ہے، تو انجامِ کار اس کا نتیجہ (حرارت کی بجائے) برودت ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص برابر ورزش کرتا رہے، اور پسینہ نکالتا رہے

تو تم ہی سوچو کہ ایسے شخص کا کیا حشر ہوگا ، یہی حال ہر گرم دواء وغذاء و قبرہ کا ہے۔
عُفُوْ نَت ـــــ خود بھی حرارت سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ حرارت پیدا کر بھی دیتی ہے۔ پھوڑے کی سوزش و گرمی، اور بخار کی گرمی اسکی بہترین مثالیں ہیں ۔
تَکَا ثُف ـــــ مسامات کے بند ہونے سے حرارت اندر گھٹ جاتی ہے، یعنی اس سے **تحلّل و تبخّر** کی مقدار گھٹ جاتی ہے ۔

مُبَرِّدَات	برودت پیدا کرنے والے اسباب :

(۱) افراط کے ساتھ اُن تمام اسباب کا استعمال کرنا، جن سے سخونت پیدا ہوتی ہے؛
(۲) **فجاجت** (غذاء یا اخلاط کی خامی)؛
(۳) برودت پیدا کرنے والی غذاء یا دواء کا داخلی یا خارجی استعمال ۔ (قرشی) ۔

مسخنات کے ذیل میں بتایا گیا ہے کہ جو چیزیں باعثِ سخونت (مُسَخِّن) ہیں جب ان میں افراط واقع ہوتی ہے، تو انجام میں بدن کے اندر **برودت** آجاتی ہے، اس لئے ایسے اسباب کو **مُبَرِّدَات** ہی میں شمار کرنا مناسب ہے ۔

مُرَطِّبَات	رطوبت پیدا کرنے والے اسباب :

(۱) مرطّب غذاؤں کا، یا مرطّب دواؤں کا، داخلی یا خارجی استعمال؛
(۲) مرطّب حمّام (جس میں نیم گرم پانی استعمال کیا جاتا ہے)؛
(۳) آرام و راحت (تن آسانی و استراحت)؛
(۴) غذاء کی کثرت ،
(۵) تحلیل کرنے والے اسباب سے پرہیز؛
(۶) یبوست پیدا کرنے والی خلط کا استفراغ ۔ (قرشی) ۔

یہ بیان واضح ہے ـــــ شرح و تفسیر کی ضرورت نہیں ۔

مُجَفِّفَات	خشکی پیدا کرنے والے اسباب :

(۱) تمام وہ اسباب، جو داخلی طور پر، یا خارجی طور پر، بہ افراط، تحلیل کرتے ہیں؛

(۲) کسی عضو سے غذاء کو روک لینا؛
(۳) خشکی پیدا کرنے والے اسباب کا استعمال۔
(قرشی)

کسی عضو سے غذاء کو روک لینے کی صورت یہ ہے کہ اُس عضو کی رگیں جن کی راہ خون کی آمد ہے، کسی وجہ سے تنگ یا بند ہو جائیں — بشرطیکہ ساری رگیں مسدود نہ ہوں، ورنہ وہ عضو قطعاً مُردہ ہو جائے گا۔

اشتباہ: مذکورۂ بالا اسباب سوءِ مزاج مفرد کے اسباب تھے؛ اِن ہی کی ترکیب سے سوءِ مزاج مُرکّب کے اسباب معلوم ہو سکتے ہیں۔ (قرشی)۔

سوءِ مزاج **مفرد** یہ ہیں: حار، بارد، رطب، یابس۔
سوءِ مزاج **مُرکّب** یہ ہیں: حار رطب، حار یابس، بارد رطب، بارد یابس۔

مُفسِدَاتِ شکل

شکل بگاڑنے والے اسباب متعدد ہیں:

(۱) بعض اوقات اصل خلقت (ابتدائے پیدائش) سے وابستہ ہوتے ہیں — قوتِ مُصَوِّرَہ میں کوئی خلل ہوتا ہے، یا یہ کہ مادّہ (مادّۂ منی) نافرمان اور ناقابل ہوتا ہے؛

(۲) بعض اوقات یہ اسباب بچہ کے رحم سے نکلتے وقت واقع ہوتے ہیں — ولادت فطری وضع میں نہیں ہوتی، یا قابلہ (دائی) کی گرفت میں کوئی خرابی ہوتی ہے؛

(۳) بعض اوقات یہ اسباب ولادت کے بعد تَقْمِیط (لپیٹنا) کے وقت واقع ہوتے ہیں؛

(۴) بعض اوقات یہ اسباب بچہ کے قبل از وقت چلنے پھرنے سے پیدا ہوتے ہیں؛

(۵) بعض اوقات فسادِ شکل کی وجہ بیرونی اسباب

(اسباب بادیہ) ہوتے ہیں (مثلاً ضربہ وسقطہ)؛
(۶) بعض اوقات فساد تشکل کی وجہ کوئی مرض ہوتا ہے، مثلاً جذام ÷ (قرشی)÷

تقمیط : بعض ممالک میں رواج ہے کہ پیدایش کے بعد بچہ کو سر سے پاؤں تک کپڑوں میں لپیٹ دیتے ہیں۔ گویا بچہ سر سے پاؤں تک بندھا ہوا ہوتا ہے۔ اس وقت اگر کہیں سختی برتی گئی، تو نرم ونازک اعضا ٹیڑھے ہو جاتے ہیں ÷

دیگر امراض ترکیب کے اسباب رہے دوسرے امراضِ ترکیب کے اسباب اس کا تذکرہ کلام جزئی کے ضمن میں بہتر ہوگا ÷ (قرشی)÷

یعنی امراض تشکل کے سوا، امراض خلقت کے باقی اقسام، اور تمام امراض عدد، امراض مقدار، اور امراض وضع کے اسباب کا تذکرہ کلام جزئی (حصہ معالجات) میں بہتر ہوگا، جبکہ امراض جُزئیہ (امراض خاصہ) کا بیان **تفصیلاً** لکھا جائے گا۔ یہ تو کلیات کی کتاب ہے، جس میں زیادہ تفصیل کی گنجایش نہیں ÷

جزءِ چہارم

عِلمُ العَلامات

علمِ تشخیص

جزءِ علمی کے چاروں اجزاء میں سے چوتھے جزء میں علامات کا بیان ہے ÷ (قرشی)÷

علامت : جس بات سے صحت یا مرض کا یا ان سے متعلق کسی امر کا پتہ چلتا ہے، اُسے علامت کہا جاتا ہے، خواہ وہ سبب ہو، یا دوسرے عوارض ہوں، جو بعد کو پیدا ہوتے ہیں ÷

علامت (۱) بعض اوقات کسی گذشتہ بات کو بتاتی ہے (مُذَکِّرَہ) ــــ جس سے صرف طبیب کو فائدہ پہونچتا ہے، کیونکہ گذشتہ حالت کو جان لینا ایسا اوقات اس کی قابلیت اور مہارت کی دلیل سمجھی جاتی ہے ÷

(۲) بعض اوقات کسی موجودہ بات کو بتاتی ہے (دَالّہ) ــــ جس سے صرف مریض کو فائدہ پہونچتا ہے، کیونکہ اس سے اُس کے مرض کی حقیقت و ماہیت کا پتہ چل جاتا ہے ÷

(۳) بعض اوقات علامت کسی آنے والی بات کا پتہ دیتی ہے (تَقدِمَۃُ المَعرِفَۃ) ــــ جس سے طبیب اور مریض، دونوں، کو فائدہ پہونچتا ہے ÷ (قرشی)÷

طبیب کو اس وجہ سے فائدہ پہونچتا ہے کہ وہ پیدا ہونے والے واقعات سے مطلع کر دیتا ہے، جس سے اُس کی مہارت و حذاقت سمجھی جاتی ہے، اور

مریض کو اس وجہ سے فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ قبل از وقت اس کی روک تھام میں لگ جاتا ہے ۔

کسی موجودہ بات کی بتانے والی علامت کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ "اس سے صرف مریض کو فائدہ پہونچتا ہے" ۔۔۔ یہ اُس بات کے لئے مخصوص ہے، جو ایسی کھلی علامت ہو، جسے طبیب اور غیر طبیب، دونوں سمجھ سکتے ہوں، لیکن بعض اوقات طبیب موجودہ حالات میں سے ایسی مخفی چیزیں بتاتا ہے کہ غیر طبیب کے علم کی رسائی وہاں تک ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ مریض کے قلب میں طبیب کی مہارت کی دھاک بیٹھ جاتی، اور اس سے مریض کے ساتھ طبیب کو بھی فائدہ پہونچتا ہے۔ اسی طرح دوسری صورتوں میں بھی اِستثنائی شکلیں نکل سکتی ہیں ۔

علامات مزاج

بعض علامتیں مزاج کو بتاتی ہیں، اور بعض ترکیب (ساخت) کو چنانچہ "مزاج کی علامتیں دس ہیں" (قرشی) ۔

مزاج کی دس علامتیں یہ ہیں : (۱) مَلمَس (۲) لحم و شحم اور سمین (۳) بال (۴) بدن کا رنگ (۵) سحنہ (ڈیل ڈول : آنگلیٹ) (۶) کیفیتِ انفعال، یعنی بدنی تاثرات (۷) بدن کے طبیعی افعال (۸) بدن سے خارج ہونے والے فضلات (۹) نیند اور بیداری (۱۰) انفعالاتِ نفسانیہ ۔

(۱) مَلمَس

مَلمَس : چھونا، ٹٹولنا۔ چھونے کا مقام، مثلاً بدن کی جلد ۔

کسی شخص کا مَلمَس اگر معتدل المزاج انسان کے مَلمَس کے مساوی ہو، تو اس کو معتدل سمجھنا چاہیئے ۔۔۔ اور اگر معتدل المزاج انسان کے مَلمس کے مخالف ہو، تو اس کو اسی کیفیت میں غیر معتدل سمجھنا

چاہیئے، جس کیفیت سے معتدل المزاج انسان متأثر ہوتا ہے ۔ (قرشی)

الغرض لامِس یعنی چھونے والے شخص کو معتدل ہونا چاہیئے، ورنہ اس کا ہاتھ مثلاً اگر گرم ہے تو وہ گرمی سے متاثر نہ ہوگا؛ وعلیٰ ہذا اگر اس کا ہاتھ سرد ہے، تو وہ سردی سے متاثر نہ ہوگا۔ معتدل انسان اگر کسی کے بدن کو چھو کر نہ گرمی اور نہ سردی محسوس کرے، تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ بدن نہ گرم ہے، اور نہ سرد، بلکہ معتدل ہے؛ اور اگر گرمی یا سردی محسوس کرے تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ بدن گرم ہے یا سرد۔

(۲) لحم، سِمَن، اور شحم

بدن میں گوشت اور چربی کی کثرت رطوبت کی وجہ سے حاصل ہوا کرتی ہے، ـــــ اور اِن کی قلّت یبوست کی وجہ سے ۔

پھر گوشت کی کثرت حرارت و رطوبت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے، ـــــ اور سِمن و شحم کی کثرت رطوبت و برودت کی وجہ سے ۔ (قرشی) ۔

یعنی بدن میں لحمی فربہی ہو، یا شحمی، بہرصورت رطوبت کی کثرت ضروری ہے۔ فرق یہ ہے کہ لحمی فربہی حرارت پر دال ہوگی، اور شحمی فربہی برودت پر، جیسا کہ بحثِ مزاج میں بتایا گیا ہے ۔

(۳) بدن کے بال

بالوں کی کثرت، اُن کا موٹا موٹا، گھونگھریالے، اور کالا ہونا حرارت و یبوست پر دال ہے ـــــ اور ان صفات کے خلاف ہونا برودت و رطوبت پر ۔ (قرشی) ۔

مختلف ممالک کی آب و ہوا مختلف ہے، جس کا اثر وہاں کے باشندوں پر پڑتا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ مختلف مقامات کے باشندوں کے مزاج یکساں نہیں ہوسکتے۔ مختلف مقامات کے لوگوں کا رنگ جس طرح جُداگانہ ہے، اسی طرح اِن کے بال بھی ہر جگہ مختلف ہیں۔ الغرض بالوں کا اختلاف اَمزِجہ

کے اختلاف کی ایک کھلی نشانی ہے۔

(۴) بدن کا رنگ

بدن کے رنگ کا سفید ہونا برودت اور غلبۂ بلغم کی دلیل ہے ــــ
سرخ ہونا حرارت اور غلبۂ خون کی ــــ
سفیدی اور سرخی کی ترکیب حرارت و برودت کے اعتدال کی ــــ
گندمی رنگ اور زرد رنگ حرارت اور غلبۂ صفراء کی دلیل ہے، یا خون کی کمی کی، جیسا کہ بیماری کے بعد کی نقاہت والوں میں پایا جاتا ہے۔
بدن کے رنگ کا سیاہ ہونا (کمودت) برودت کی زیادتی اور غلبۂ سوداء کی دلیل ہے۔ (قرشی)

یہاں یہ چیز فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ جلد اور بالوں کی رنگت میں اقالیم و ممالک کی آب و ہوا کو بھی دخل ہے۔ چنانچہ شیخ نے لکھا ہے کہ حبشیوں میں یہ توقع نہ کرنی چاہیئے کہ اُن کے بال سفید ہوں۔
علیٰ ہذا جن لوگوں اور جن قوموں کی جلد خِلقۃً سیاہ ہے، ان کے بدن میں اگر دوسرے اخلاط کا غلبہ بھی ہو تو ان اخلاط کا غلبہ جلد میں ظاہر نہیں ہوتا ــــ
چنانچہ کالے آدمیوں کے خون میں صفرا و پیت غالب ہو جاتی ہے، مگر ان کی جلد میں زردی نمایاں نہیں ہوتی، جیسا کہ یرقان میں ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ یہی صورت غلبۂ بلغم وغیرہ کے وقت بھی ہوا کرتی ہے۔

(۵) اعضاء کی ہیئت

سینہ اور عروق کا کشادہ اور نمایاں ہونا، نبض کا عظیم ہونا، ہاتھ پاؤں اور جوڑوں کا نمایاں ہونا حرارت کی علامت ہے؛ اور اس کے برعکس برودت کی۔ (قانون)

(۶) کیفیت انفعال

یعنی بدن کا کیفیات چہارگانہ (حرارت، برودت، رطوبت،

یبوست) سے جلد یا بدیر متاثر ہونے کی کیفیت ؞

بدن کا کسی کیفیت سے جلد متاثر ہونا اسی کیفیت کے غلبہ کی دلیل ہے ؞ (قرشی) ؞

مثلاً بعض لوگ سرد ہوا، سرد موسم، اور سرد چیزوں سے زیادہ متاثر ہوتے اور ضرر پاتے ہیں؛ بعض لوگ گرم سے۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ سردی سے ضرر پانے والے سرد ہیں، اور گرمی سے ضرر پانے والے گرم ؞

(۷) بدن کے طبعی افعال

یہاں طبعی افعال سے مراد بدن کے وہ سارے افعال ہیں، جو بہ مقتضائے طبیعت سرزد ہوتے رہتے ہیں، خواہ وہ طبعی افعال (افعال تغذیہ وتنمیہ) ہوں یا نفسانی، یا حیوانی ــــ مخصوص طور پر افعال تغذیہ وتنمیہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ اصطلاحاً سمجھا جا سکتا ہے ؞

بدنی افعال کا مکمل ہونا "اعتدال مزاج" کی دلیل ہے ــــ اور ناقص وباطل ہونا "برودت" کی دلیل ہے ؞
افعال کا پریشان ہونا (تشویش افعال) حرارت کی دلیل ہے ــــ اور ان کا سست ہونا "برودت" کی، ــــ اور ان کی تیزی "حرارت" کی ؞ (قرشی) ؞

افعال کے ناقص ہونے (نقصان) اور پریشان ہونے (تشویش) میں فرق ہے، کیونکہ نقصان کی صورت میں حرکت کم ہوتی ہے، اور افعال کے پریشان ہونے کی حالت میں حرکت غیر معمولی طور پر زیادہ ہوتی ہے مگر وہ باقاعدہ نہیں ہوتی، بلکہ بے ترتیب اور بے قاعدہ، اور مسلم ہے کہ حرارت سے حرکت پیدا ہوا کرتی ہے، اس لئے افعال کا پریشان ہونا حرارت کی دلیل ہے، اور نقصان برودت کی ؞

؎ برودت سے افعال میں نقصان یا بطلان کا لاحق ہونا اکثری ہے، ورنہ بعض اوقات حرارت سے بھی افعال میں نقصان وبطلان عارض ہو جایا کرتا ہے "نفیس) ؞

(۸) فضلات بدن

بدن سے خارج ہونے والے فضول (مثلاً پیشاب، پاخانہ، پسینہ وغیرہ

اِن فضلات کی بو کا تیز، اور رنگ کا گہرا ہونا حرارت کی علامت ہے، اور اس کے برعکس ہونا بُرُودت کی ۔ (قرشی)

فضلات کی بو کا تیز ہونا، اور رنگ کا گہرا ہونا شدّت عفونت کی، اور اس امر کی علامت ہے کہ تغیر و فساد کا عمل تیز ہے، جو غلبۂ حرارت ہی کے وقت ہو سکتا ہے ۔

(۹) نیند اور بیداری

نیند کی کثرت ــــ برودت و رطوبت کی علامت ہے؛
بیداری کی زیادتی ــــ حرارت و یبوست کی ؛
اور ان کا اوسط درجہ پر ہونا "اعتدال" کی ۔ (قرشی)

جن لوگوں کے بدن میں فربہی اور بلغمیت زیادہ ہوتی ہے، اکثر مشاہدہ میں آیا ہے کہ وہ زیادہ سویا کرتے ہیں ۔ اس کے برعکس صفراوی مزاج کے لوگوں میں نیند کی مقدار کم ہوتی ہے ۔

(۱۰) اِنفعالات نفسانیہ (نفسانی تاثرات)

مثلاً غم، غصہ، خوشی، وغیرہ، جن کو سابقہ بیانات میں حرکاتِ نفسانیہ کہا گیا ہے ۔

نفسانی تأثرات کا قوی اور تیز ہونا، اور ان کی زیادتی حرارت کی علامت ہے ؛
اور ان کا سُست ہونا برُودت کی ؛
ان کا دیر تک قائم رہنا یبُوست کی علامت ہے ؛
اور ان کا جلد زائل ہو جانا رطوبت کی ۔
جُبن، یعنی بزدلی برُودت اور ضعف قلب کی دلیل ہے ۔

بے حیائی، طیش، جرأت، تندمزاجی، گفتگو کی کثرت، تیزی اور اس کا مسلسل و متصل ہونا حرارت کی دلیل ہے۔
حیاء و وقار (متانت) کی زیادتی برودت کی دلیل ہے۔ (قرشی)

"نفسانی تأثرات کا قوی ہونا" مثلاً غصے کا سخت ہونا؛
"ان کا تیز ہونا" مثلاً غصہ کا جلد آنا؛
"ان کی زیادتی" مثلاً باربار غصہ کا آنا،
"ان کا سست ہونا" مثلاً غصہ کا کم آنا، یا مشکل سے خوشی کا پیدا ہونا۔

انتباہ: مذکورہ علامات "مزاج مفرد" سے متعلق ہیں، جن میں فقط ایک ہی کیفیت بڑھ جاتی ہے۔

لیکن مزاج مرکب کی علامتیں (جن میں دو کیفیتیں غالب ہوا کرتی ہیں) انہیں مذکورہ بالا مزاج مفرد کی علامتوں کے ملانے سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ (قرشی)

عارضی مزاج کی علامتیں

مذکورہ بالا علامتیں جِبلّی یعنی پیدائشی اور خِلقی مزاجوں کی ہیں، رہے **عارضی مِزاج**، ان کی شناخت یہ ہے کہ مذکورہ بالا علامتیں عارضی طور پر پیدا ہوا کرتی ہیں — اور یہ کہ یہ عارضی مزاج اُس شخص کے افعال میں خلل انداز ہوتا ہے۔ (قرشی)

برخلاف ازیں پیدائشی مزاج اُس شخص کے لئے مُضر نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص خلقۃً گرم مزاج پیدا کیا گیا ہو۔

مزاج صفراوی | چنانچہ اگر یہ عارضی مزاج حادّی ہو، تو **صفراوی مِزاج** کی علامتیں یہ ہوں گی؛ بدن میں **وَخز** اور **نَخس** (چبھن) کا محسوس

ہونا، اور بدن میں ہلکی سی گرانی کا پایا جانا ۔ (قرشی) ۔

وَخز اور نَخس میں فرق یہ ہے کہ اول میں باریک سوئی کی سی چبھن معلوم ہوتی ہے، اور نَخس میں موٹے کانٹے یا لکڑی کی سی چبھن ۔

مزاج دموی کی علامتیں یہ ہیں :

بدن میں زیادہ گرانی کا محسوس ہونا، سرخی اور تناؤ کا پایا جانا، اور بدن کا پھولا ہوا ہونا ۔ (قرشی) ۔

مزاج بلغمی کی علامتیں یہ ہیں :

بدن کا سفید ہونا، پیاس کا کم ہونا، تھوک کی زیادتی، اونگھ اور پینک کا غلبہ، اور بدن میں بوجھ کا زیادہ ہونا ۔ (قرشی) ۔

مزاج سوداوی کی علامتیں یہ ہیں :

بدن میں قَحل (خشکی) کا ہونا، بیخوابی کا عارض ہونا، بدن میں گرانی کا ہونا، مگر بہت زیادہ نہیں ۔ قرشی ۔

خواب (اَحلام)

خواب بھی (بعض اوقات) بدن کے مواد کی نوعیت بتاتے ہیں :

چنانچہ خواب میں زرد شکلوں اور آگ اور شعلوں کا دیکھنا **صفراء** کی دلیل ہے ؛

سُرخ چیزوں کا دیکھنا **خون** کی علامت ہے ؛

پانی، اولوں اور بادل کی کڑک کا دیکھنا **بلغم** کی علامت ہے ؛

اور سیاہ چیزوں کا، دھوئیں کا، اور خوفناک اشیاء کا دیکھنا **سوداء** کی علامت ہے ۔ (قرشی) ۔

بقول علامہ نفیس خواب کی تین قسمیں ہیں : سچے خواب، جھوٹے خواب، اور وہ خواب، جو مزاج میں تغیر آجانے سے دیکھے جاتے ہیں ۔ پہلی دو قسموں کو مرض سے کوئی تعلق نہیں، اور ان سے کسی مادّہ کے غلبہ پر کسی طرح

استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور تیسری قسم کی خواب کا باعث کبھی "سوءِ مزاج سادہ" ہوتا ہے، اور کبھی "سوءِ مزاج مادّی"۔ــــ لیکن اِن دونوں میں سے صرف وہی خواب مادّہ کی نوعیت پر دلالت کر سکتا ہے، جو "سوءِ مزاج مادّی" کا نتیجہ ہو۔ پھر خواب غلبۂ خلط کے لئے مستقل اور پختہ علامت نہیں ہے؛ یہ اُسی وقت علامت بن سکتا ہے، جب کہ دوسری علامتیں اس کی تائید کریں۔

متفرق علامات | گاہے مادّہ اور خلط کی نوعیت کے لئے انسان کی عمر، اُس کی عادتیں، اُس کا ملک، موسم، اور گزشتہ تدابیر بھی رہبری کرتے ہیں۔ (قرشی)

گزشتہ تدابیر میں ہر قسم کی چیزیں داخل ہیں، خواہ وہ از قسم ماکول و مشروب ہوں، یا دیگر اسباب ضروریہ (ستہ ضروریہ) جو اخلاط کی تولید میں، کم و بیش، اثر و دخل رکھتے ہیں۔

مثالیں: چنانچہ جوانی میں علی العموم صفراء کا غلبہ ہوتا ہے ــــ گرم ملکوں میں صفراء کی زیادتی ہوتی ہے ــــ پانی میں کھڑے ہونے کی عادت بلغم اور غلبۂ برودت کی دلیل ہے، جیسا کہ دھوبیوں کی عادت ہوتی ہے ــــ گرم موسم صفراء پیدا کرتا ہے ــــ پچھلی تدابیر، مثلاً گرم غذاؤں کا استعمال صفراء پیدا کرتا ہے ــــ اسی طرح دوسری عمروں، شہروں، دوسری تدبیروں، اور دوسری قسم کی عادتوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

علاماتِ امراضِ ترکیب

مذکورہ بالا تمام علامتیں "مزاج" سے متعلق تھیں۔ اب اُن علامات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جو بدن کی ترکیب (ساخت) سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس قسم کی علامتیں تین ہیں:

علاماتِ جوہریہ ــــ علاماتِ عرضیہ ــــ علاماتِ تمامیہ۔

علاماتِ جوہریہ | امراضِ ترکیب کی بعض علامتیں **جوہری** ہوتی ہیں، مثلاً وہ علامتیں جو اعضاء کی

خلقت، (مقدار، عدد، اور وضع) سے تعلق رکھتی ہیں؛

علامات عرضیہ بعض علامتیں عرضی ہوتی ہیں، مثلاً وہ علامتیں جو اعضاء کے **جمال** (خوبصورتی) سے تعلق رکھتی ہیں،

علامات تمامیہ بعض علامتیں تمامی ہوتی ہیں، مثلاً وہ علامتیں جو افعالِ اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں:

چنانچہ افعال اگر باقاعدہ ہوں، تو سمجھنا چاہیئے کہ صحت کامل ہے؛

اور اگر افعال ناقص ہوں، یا بالکل باطل ہوں، تو یہ **برودت** کی، یا اعضاء کی ساخت کی خرابی کی دلیل ہے۔

اگر افعال میں **تشویش** (پریشانی) ہو تو یہ **حرارت** کی نشانی ہے۔ (قرشی)۔

جمال (خوبصورتی) کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **جمال کسبی** (مصنوعی خوبصورتی)، جو خواہ مخواہ کے تکلفات سے، مثلاً عمدہ لباس پہننے سے، کنگھی کرنے، بال جھاڑنے، صابون ملنے، غازہ لگانے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۲) **جمال حقیقی** (اصلی خوبصورتی)، جس کے معنے یہ ہیں کہ تمام اعضاء کی ہئیت اور مزاج نہایت بہتر حالت میں ہو، تمام اعضاء کی سج دھج نہایت باقاعدہ اور ڈیل ڈول پوری سجاوٹ پر ہو۔

27.4.76

علامت کیا کیا بتاتی ہے

(۱) علامتیں گاہے براہ راست نفس حالت (صحت یا مرض) کو بتلاتی ہیں، مثلاً ورم کی علامات؛

(۲) گاہے (براہ راست صحت و مرض کو نہیں بتاتی ہیں، بلکہ) اُس حالت کے سبب کو بتاتی ہیں، مثلاً وہ علامتیں جو

قارورہ (بَوْل)

بَوْل یعنی پیشاب وہ رقیق فضلہ ہے، جو گردوں سے مترشح ہو کر دو نالیوں (**حَالِبَیْن**) کے ذریعہ مثانہ میں جمع ہوتا، اور مثانہ سے پیشاب کی نالی (**مَجْرَائے بَوْل**) کی راہ خارج ہوتا ہے۔ گردے میں جب خون پہنچتا ہے تو یہ خون سے چند رقیق مواد اور مائیت (خون کے پانی) کو جذب کر کے علیحدہ کر دیتے، اور مثانہ کی طرف روانہ کر دیتے ہیں۔ ایک تندرست جوان میں ۲۴ گھنٹے کے اندر، بالاوسط پونے دو سیر پیشاب نکلتا ہے۔

مائیت ورسوب قارورہ کا رقیق وسیّال حصہ **مائیت** کہلاتا ہے، جو عام طور پر کم و بیش رنگین ہوا کرتا ہے، اور اس میں کچھ مواد (**فضلات**) منحل ہوتے ہیں، جو ہضم کبدی، عروقی، اور عضوی میں حاصل ہوئے ہیں ٭

قارورہ میں اکثر اوقات غیر منحل اجزا بھی ہوا کرتے ہیں، جو مائیت سے ممتاز نظر آتے ہیں ـــــ بیچ میں تیرتے ہوئے، تلے میں بیٹھے ہوئے، یا بالائی سطح پر ـــــ اس قسم کے اجزاء کو **رسوب** کہا جاتا ہے ٭

یہ رسوب بعض اوقات اندر ہی سے آتے ہیں، اور بعض اوقات قارورہ کے ظرف میں پیشاب کے رکھے رہنے کے بعد بن جایا کرتے ہیں ٭

دلائل بول

دلائل بول کی جنسیں (قسمیں) سات ہیں ٭ (قرشی) ٭

تشخیص مرض وغیرہ کے سلسلے میں جو باتیں قارورہ میں دیکھی جاتی ہیں، اور جن سے حالات بدن معلوم ہوتے ہیں، ان کو **دلائل بول** کہا جاتا ہے۔ دلائلِ نبض کی تعداد اگر دس ہے، تو دلائلِ بول کی تعداد سات: (۱) رنگ (۲) قوام (۳) صفائی و کدورت (۴) بو (۵) جھاگ (زبد، کف) (۶) رسوب (۷) مقدار ٭

(۱) رنگ (لون)

رنگ کے پانچ اصول (قسمیں) ہیں: زرد، سرخ، سبز، سیاہ، سفید ٭ (قرشی) ٭

لیکن **مسیحی** کا قول ہے کہ رنگ کے اصول، اخلاط کی تعداد پر چار ہیں: زرد، سرخ، سفید، سیاہ ـــــ رہا سبز، وہ درحقیقت ایک مرکب رنگ ہے (جو زرد اور نیلے کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے) ٭

(۱) زرد (اَصْفَر) زرد قارورہ کی چند قسمیں ہیں: **تِبْنِی، اُترجی**،

آشقر، ناری، احمرناصع (زعفرانی)*

تبنی قارورہ	تبنی قارورہ مزاج کی برودت پر دلالت کرتا ہے * (قرشی) *

تبنی: بھوسے کے رنگ کا یعنی اگر بھوسا پانی میں بھگویا جائے تو جو رنگ پانی کا ہوگا، وہی رنگ تبنی قارورہ کا ہوتا ہے *
انسان کے لئے معتدل قارورہ اُترجی ہے، جس میں توست ترنج کی سی زردی ہوتی ہے، اور تبنی میں زردی اُس سے کم ہوتی ہے، اس لئے اُسے برودت کی علامت سمجھا جاتا ہے *
اس کے بعد کے جن قاروروں میں معیاری قارورہ (اُترجی) سے زردی زیادہ ہے، وہ سب کے سب، درجہ بدرجہ حرارت پر دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ ابھی آنے والا ہے *

اُترجی	اُترجی قارورہ اعتدال پر دلالت کرتا ہے * {اُترج: ترنج} *
اشقر، نارنجی، ناری، زعفرانی	زرد قارورہ کے اقسام میں سے آشقر (بھورا) ـــــ نارنجی ـــــ ناری ـــــ احمرناصع، یہ سب درجہ بدرجہ حرارت پر دلالت کرتے ہیں * (قرشی) *

یعنی اشقر میں حرارت کم، اس سے زیادہ نارنجی میں، اس سے زیادہ ناری میں، اور اس سے زیادہ احمرناصع میں ہوتی ہے *
آشقر: بھورا۔ وہ زرد ہے، جس میں کسی قدر سرخی ہوتی ہے *
نارنجی: نارنج (نارنگی) کے رنگ کا قارورہ * اس میں اشقر سے زیادہ سرخی ہوتی ہے *
ناری: نار (آگ) کے رنگ کا * اس میں نارنجی سے زیادہ سُرخی ہوتی ہے *
احمرناصع: شوخ سُرخ، یا زعفرانی سُرخی والا *

اس میں ناری سے زیادہ سُرخی ہوتی ہے۔

(۲) سرخ (اَحْمَر) سرخ قارورہ کی بھی چند قسمیں ہیں:
(۱) اَصْھَب (پیازی) (۲) وَرْدِی (گلابی) (۳) اَحْمَرِ قانی (۴) اَحْمَرِ اَقْتَم

اَصْھَب (پیازی) میں سرخی مائل بھورا پن ہوتا ہے۔
وَرْدِی (گلابی) میں ساری سے سُرخی زیادہ ہوتی ہے۔
احمر قانی کا رنگ وربدی حوں کے مشابہ ہوتا ہے۔
احمر اَقْتَم کا رنگ کلیجی جیسا سیاہی مائل ہوتا ہے،
جس کے ساتھ مٹیالاپن (غُبْرَۃ) بھی پایا جاتا ہے۔

سرخ قارورہ کی ساری قسمیں (اکثر اوقات) غلبۂ خون اور زیادتی حرارت پر دلالت کرتی ہیں۔
لیکن بعض اوقات مرض کے بارد ہونے کے باوجود قارورہ سرخ ہوتا ہے، جیسا کہ فالج اور سُوْءُ القِنْیَہ (فَقْرُ الدَّم) میں اس وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ مائیت سے خون کم جُدا ہوتا ہے ـــــ یا کسی ایسے درد کی وجہ سے سرخ ہوجاتا ہے، جو آلاتِ بول کے آس پاس لاحق ہوتا ہے، جیسا کہ قولنج میں ہوا کرتا ہے۔

"یہ قسمیں غلبۂ خون پر دلالت کرتی ہیں" چنانچہ اَصْھَب میں خون کا غلبہ کم ہوتا ہے ـــــ وَرْدِی میں اصہب سے زیادہ، اور اَقْتَم میں وردی سے زیادہ۔

"مائیت کا خون سے جُدا ہونا" ـــــ گردوں میں جو خون پہنچتا ہے، اُس میں خون اور مائیت دونوں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ پھر گردے خون سے مائیت کو چھانٹ کر پیشاب کی صورت میں مثانہ کی طرف روانہ کردیتے ہیں۔ اس عمل کو تَمِیز کہا جاتا ہے، اور جس قوت سے یہ فعل پورا ہوتا ہے، اُسے قُوَّت مُمَیِّزَہ۔ جب کسی وجہ سے گردوں کی یہ قوت کمزور

ہوجاتی ہے، تو تمیزِ بَول کا عمل صحیح نہیں ہوتا، اور مائیت کے ساتھ خون کے سرخ اجزاء بھی ملے جُلے نکل آتے، اور مثانہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں، جس سے مشابہ میں، کم و بیش، سُرخی پیدا ہوجاتی ہے ❊

قوت مُمَیِّزَہ کے کمزور ہونے کے لئے حرارت کی شرط نہیں ہے. امراض باردہ میں بھی یہ صورت پیدا ہوسکتی ہے، جیسا کہ مصنف نے تصریح کی ہے، اور مثالیں پیش کی ہیں ❊

حرارتِ خون و صفراء	**بَوْل ناری** (آگ کے رنگ کا قارورہ) سرخ قارورہ کے مقابلہ میں حرارت کو زیادہ بتاتا ہے، کیونکہ صفراء خون کی نسبت زیادہ گرم ہے ❊ (قرشی)

اس سے اس سوال کا حل کرنا مقصود ہے کہ مثلاً بول ناری بھی حرارت پر دلالت کرتا ہے، اور احمر قانی بھی ـــــــ پھر ان دونوں میں زیادہ حار کون ہے ❊

(۳) سبز (**اَخْضَر**)	سبز قارورہ کی بھی مختلف قسمیں:

فُسْتُقِی (پستئی) ـــــ **نِیلَجِی** ـــــ **زِنْجَارِی** ـــــ **کُرَّاثِی** ❊

فُسْتُقِی اور نِیلَجِی	**فُسْتُقِی** (پستہ کے رنگ کا) اور **نِیلَجِی** (نیلے رنگ کا)
	یہ دونوں قارورے **برودت مُجَمِّدَہ** کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں، اور یہ بچوں میں **فالج** یا **تَشَنُّج** کی اطلاع دیتے ہیں ❊ (قرشی) ❊

بُرُودت مُجَمِّدَہ: برودت، جس کا کام "جمانا" ہے

{**مُجَمِّدَہ**. جمانے والی، مواد میں انجماد پیدا کرنے والی} ❊

فُسْتُق: پستہ، پستہ میں ہلکی قسم کی سبزی ہوا کرتی ہے ❊

نِیلَجِی کو **نِیلَنْجِی** بھی لکھا جاتا ہے. **نِیلَج**: نیلہ کی تعریب ہے ❊

❊ یہ دونوں قسم کے قارورے کیا ہمیشہ **برودت** ہی کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں؟

جی نہیں ـــــ یہ بعض اوقات حرارت کی وجہ سے بھی ہوا کرتے ہیں، اس لئے یہ حکم کُلّی اور دائمی نہیں ہے۔

زنجاری اور کُرّاثی یہ دونوں قسم کے قارورے **حرارتِ مُحرِقہ** کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ (قرشی)

بَوْل زَنْجارِی: زنگار کے رنگ کا قارورہ، جس کی سبزی کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ صفراء زنگاری کی آمیزش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

بَوْل کُرّاثی: گندنے کے رنگ کا (کاہی رنگ کا) قارورہ، جس کی سبزی گہری ہوتی ہے۔ یہ صفراء کراثی کی آمیزش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

صفراء کی ان دونوں قسموں کے احکام بحث اخلاط میں گزر چکے ہیں۔

{**حرارت مُحْرِقَہ:** جلانے والی حرارت، حرارت جو باعثِ احتراق ہو}۔

(۴) سیاہ (اَسْوَد) سیاہ قارورہ (۱) اگاہے **مواد کے احتراق** سے پیدا ہوتا ہے ـــــ بشرطیکہ اس کے ساتھ کچھ زردی بھی ہو، اور اس سے پہلے قارورہ کی بو تیز رہی ہو۔

(۲) گاہے **مواد کے انجماد** سے ـــــ بشرطیکہ اس کے ساتھ قارورہ میں **کُمُوْدَت** (میلا پن) ہو، اور قارورہ میں بو نہ ہو۔

(۳) بعض اوقات قارورہ میں سیاہی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ کوئی سوداوی مادّہ حرکت میں آتا (اور براہ بَول خارج ہوتا) ہے، جیسا کہ **بُحران** میں ہوا کرتا ہے۔

(۴) بعض اوقات اس وجہ سے کہ کوئی رنگین چیز کھائی گئی ہے، جس نے اپنے رنگ سے قارورہ کو رنگ دیا ہے، مثلاً شراب سیاہ۔ (قرشی)۔

سَوْداء، یا سوداوی مادّہ جب پیشاب میں خارج

ہوتا ہے، تو اس کی دو صورتیں ہیں :

(۱) بعض اوقات ماؤف مقام یا سارے جسم میں حرارت کا غلبہ ہوتا ہے۔

(۲) بعض اوقات اس قسم کی حرارت غریبہ نمایاں نہیں ہوتی۔

(۵) سفید (اَبیَض)

سفید قارورہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) ابیض حقیقی (سچا اور واقعی سفید) جس کو دودھیا کہا جاتا ہے۔

(۲) اَبیَض مُشِفّ (شفاف سفید، پانی جیسا صاف)۔

بول اَبیَضِ حقیقی، دودھ کے رنگ جیسا قارورہ غلبۂ بلغم اور غلبۂ برودت پر دلالت کرتا ہے ـــــ یا اس بات پر کہ شحم و سمین، یا اعضائے اصلیہ گھُل رہے ہیں (اور پیپ کی صورت میں خارج ہو رہے ہیں) جیسا کہ دق کے آخری درجہ میں ہوا کرتا ہے۔ (قرشی)۔

"اعضائے اصلیہ کا گھُلنا" ـــــ اس قسم کے سفید قارورہ میں بدبو ہوتی ہے، اور اعضاء کی لاغری روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہے، جس کو اعضاء کا گھُلنا (ذَوَبان اعضاء) کہا جاتا ہے۔

بول اَبیَضِ مُشِفّ (شفاف قارورہ) : اس کو مجازاً سفید کہا جاتا ہے : ایسا قارورہ اس امر کا گواہ ہے کہ طبیعت نے پانی میں قطعاً کوئی تصرّف نہیں کیا ہے ـــــ یہ بُرا ہے، اور نُضج سے ناامید کر دیتا ہے۔ یا سُدّوں کو بتاتا ہے، جو قارورہ کے رنگنے والے مادّہ کو نفوذ کرنے سے روک دیتے ہیں۔ (قرشی)۔

اَبیَضِ مُشِفّ : شفاف اور بے رنگ چیز کو بھی گاہے سفید کہہ دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ حقیقت میں سفید نہیں ہوتا۔

سُدّہ (رکاوٹ)، جس سے قارورہ میں سفیدی آجائے، اور رنگین مواد نہ گذر سکیں ـــــ اس سے مدعا یہ ہے کہ بعض اوقات گردہ کی نالیاں

متورم ہو کر بند ہو جاتی ہیں، اور پیشاب بنانے کا کام بگڑ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بعض اوقات قارورہ کے ضروری اجزاء، جنہیں خارج ہونا چاہیئے، خارج نہیں ہونے پاتے، اور قارورہ رقیق اور شفاف سا ہو جاتا ہے *

(۲) قوام

رقیق قارورہ قارورہ کے قوام کا رقیق ہونا عدمِ نُضج کو بتاتا ہے، خصوصاً بچوں میں ـــــ اور یہ بچوں میں زیادہ بُرا ہے، کیونکہ بچوں کا قارورہ **طبعاً** زیادہ گاڑھا ہوا کرتا ہے *

بعض اوقات سُدوں پر دلالت کرتا ہے *

بعض اوقات اس بات کو بتاتا ہے کہ پانی زیادہ پیا گیا ہے * (قرشی) *

یا ایسی چیزیں استعمال کی گئی ہیں، جن میں مائیت زیادہ ہے *

سُدوں کی وجہ سے قارورہ کے رقیق ہونے کی وجہ وہی ہے، جو اوپر سُدوں سے شفاف ہونے کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے *

غلیظ قارورہ قارورہ کے قوام کا غلیظ ہونا بعض اوقات اس امر کی اطلاع دیتا ہے کہ قارورہ میں **صحیح نُضج** نہیں ہوا ہے *

بعض اوقات اس امر کو بتاتا ہے کہ غایت درجہ کی کوئی غلیظ خلط نُضج پا چکی ہے (اور اب خارج ہو رہی ہے) *

ان دونوں میں فرق گذشتہ حالت سے کیا جائیگا کہ غلیظ خلط کے نُضج پانے کی صورت میں قارورہ اس سے پہلے اور بھی زیادہ غلیظ ہوگا * (قرشی) *

یعنی قارورہ کی غلظت میں یہ دائمی نہیں ہے کہ **صحیح نُضج** ہی ہو ـــــ اور نہ یہ دائمی ہے کہ **نُضج** نہ ہو ـــــ بلکہ دونوں صورتیں ممکن ہیں:

بعض اوقات صحیح نضج ہوتا ہے، اور بعض اوقات غیر صحیح (نضج فاسد) +

معتدل القوام	قارورہ نُضج (مواد کی اچھی پختگی) کو بتاتا ہے + (قرشی) +

نُضج : مناسب تغیر کو کہتے ہیں، جس سے مادّہ بدن سے خارج ہونے کے لئے آمادہ ہوجائے +

(۳) صفائی و کدورت

صاف قارورہ	نُضج کو بتاتا ہے، اور یہ کہ اخلاط میں سکون ہے +
مُکدّر قارورہ	(بَوْل کَدِر : گدلا قارورہ) گاہے عدم نُضج اور مواد کی حرکت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ نُضج کے بعد قوام میں ہمواری آجایا کرتی ہے + گاہے سُقوطِ قوّت پر (کہ قوت نڈھال ہوچکی ہے) + گاہے اندرونی ورم پر (جس سے گردے صحیح کام نہیں کرسکتے) +
بول کَدِر مُتَثَوِّر	اس امر کی اطلاع دیتا ہے کہ درد سر موجود ہے، یا ہونے والا ہے + (قرشی) +

بَول کَدِر مُتَثَوِّر : وہ گدلا قارورہ، جس کے مکدر اجزاء تمام قارورے میں بکھرے ہوئے ہوں ــــ گویا اس کو پھینٹ دیا گیا ہے +

غلظت اور کدورت میں فرق	غلیظ اور مُکدّر (گدلے) میں فرق یہ ہے کہ غلیظ قارورہ کا قوام ہموار ہوا کرتا ہے ــــ پھر غلیظ قارورہ گاہے انڈے کی سفیدی کی طرح صاف بھی ہوتا ہے + (قرشی) +

بَوْل ماحی : ماح انڈے کی سفیدی کو کہتے ہیں جس قارورہ میں انڈے کی سفیدی جیسا مادّہ خارج ہوا کرتا ہے، اُسے بول ماحی، اور بول زُلالی کہا جاتا ہے۔ ایسا قارورہ اکثر اوقات شفاف ہوا

کرتا ہے، لیکن جب اسے گرم کیا جاتا ہے، تو یہ گدلا ہو جاتا ہے ٭

(۴) بو (رَائِحَہ)

نہایت بد بودار (مُنْتِن) قارورہ گاہے عفونت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے ؛ گاہے مجاری بول کے متعفّن قروح پر — بشرطیکہ اس کے ساتھ نُضج کے آثار موجود ہوں ٭ (قرشی) ٭

گندہ زخموں (متعفن قروح : قُرُوحِ عَفِنَہ) کی صورت میں بدبو ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے زخموں سے بد بودار پیپ خارج ہو کر پیشاب سے مل جاتی ہے ٭

قارورہ میں بو کا قطعاً نہ ہونا اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اخلاطِ بدن میں (غیر معمولی) جُمود و خامی ہے، —— لیکن گاہے اس امر کو بتاتا ہے کہ قوت ساقط ہے ٭ (قرشی) ٭

اخلاطِ بدن میں ہمہ دم تغیّرات جاری رہتے ہیں —— صحت کی حالت میں میانہ روی (اعتدال) کے ساتھ، اور مرضی صورتوں میں غیر معمولی کمی، یا غیر معمولی زیادتی کے ساتھ ٭
چنانچہ تغیرات مذکورہ کی رفتار اگر غیر معمولی سست ہو، تو اسے اصطلاحاً جُمود (جمنا) کہا جاتا ہے ؛ اور اگر ان کی رفتار میں غیر معمولی تیزی ہو، تو اسے اِحتِرَاق (جلنا) کہا جاتا ہے. پہلی صورت اگر برودت سے رشتہ رکھتی ہے، تو دوسری صورت حرارت سے ٭

اوسط درجہ کی بو کا ہونا نُضج (پختگی کی خوبی) کو بتاتا ہے ٭ (قرشی) ٭

کہ بدن کے اندر تغیرات کی رفتار ٹھیک ہے —— اس میں نہ کمی ہے، اور نہ زیادتی ٭ اور یہی صحت کا تقاضا ہے ـ

(۵) جھاگ (زُبد)

قارورہ میں جھاگ کا زیادہ ہونا، اِن (کے بلبلوں) کا بڑا بڑا ہونا، اِن کا دیر میں ٹوٹنا اس امر کی علامت ہے کہ مادّہ غلیظ اور لیسدار ہے *
اسی وجہ سے گردوں کے امراض میں یہ ردی ہے اور طولِ مرض کی خبر دیتا ہے * (قرشی) *

گردوں کو بَیْتُ الحَصَاۃ (پتھری کا گھر) کہا جاتا ہے، کیونکہ دوسرے بعض اعضاء میں بھی پتھری عارض ہوا کرتی ہے، مگر گردوں کی پتھری کا تناسب بہت زیادہ ہے *
جن مواد سے پتھری پیدا ہوا کرتی ہے، وہ لازماً غلیظ اور لیسدار ہی ہوا کرتے ہیں، اگر لیس نہ ہو، تو پتھری کی شکل ہی نہ بن سکے *
پتھری کے علاوہ گردوں کے دوسرے امراض د اورام بھی ہیں، جن میں مادّہ کی غلظت و لزوجت طولِ مرض کا ذریعہ بن جاتی ہے *

(۶) رُسُوب

یہ اوائل ہی میں بتا دیا گیا ہے کہ قارورہ کے وہ اجزاء جو مائیت سے جُدا اور ممتاز نظر آتے ہیں، وہ رُسُوب کہلاتے ہیں *
رُسوب کے معنی گو "تلے میں بیٹھ جانے" کے ہیں، مگر طبی اصطلاح میں رُسوب کے لئے یہ تخصیص اُٹھالی گئی، کہ وہ تلے ہی بیٹھا ہوا ہو، تو اُسے رُسوب کہیں، ـــــ اگر درمیان میں معلق ہو، یا سطح پر تیر رہا ہو، تو اسے رُسوب نہ کہیں ـــــ ایسا نہیں ہے، اصطلاحاً سب کو رسوب ہی کہا جاتا ہے *
خوبی اور بُرائی کے لحاظ سے رسوب کی دو بیادی قسمیں ہیں:
رسوب مَحْمُود (اچھا رسوب) ـــــ رسوب ردی (برا رسوب) *

رُسوب محمود کمالِ نضج پر وہ رسوب دلالت کرتا ہے، جو چکنا ہو،

سفید رنگ ہو، قوام میں ہموار ہو، اور اس کے اجزاء اکٹھے ہوں ــــ پھر اگر رسوب محمود تلے میں بیٹھا ہوا ہو (راسب) تو وہ اور بھی خوب ہے ــــ اس کے بعد مُعلّق کا درجہ ہے، جو قارورہ کے بیچ میں ادھر نظر آرہا ہو ــــ اور سب سے آخر میں غمامہ کا درجہ ہے، جو قارورہ کی بالائی سطح میں تیرتا ہوا نظر آتا ہو + (قرشی) +

حاصل یہ ہے کہ رسوب محمود میں راسب افضل ہے، اس کے بعد مُعلّق، اور سب سے کم رتبہ غمامہ کا ہے ــــ لیکن رسوب ردی میں ٹھیک اس کا الٹا ہے، سب سے برا راسب، اس کے بعد معلق، اور سب سے بہتر غمامہ، جیسا کہ ابھی آنے والا ہے +

رُسوب رَدِیّ کی متعدد قسمیں ہیں: (۱) اَشقر (بھورا) ــــ (۲) اَسوَد (کالا) ــــ (۳) کَمِد (مٹیالا: تیرگوں) ــــ (۴) نُخالِی (بھوسی جیسا) ــــ (۵) شُنُوری (چھلکوں جیسا) ــــ (۶) خُراطِیّ (کھراد جیسا) ــــ (۷) صَفائِحِی (چوڑے پرت جیسا) +

اِن میں سب سے برا وہ ہے، جو قارورہ کی تہ میں بیٹھا ہوا ہو (راسب)، اس کے بعد مُعلّق (جو درمیان میں ادھر ہو)، اس کے بعد غمامہ (جو سطح پر تیر رہا ہو) +

یہ اور بات ہے کہ رسوب کے معلق ہونے، یا سطح پر تیرنے کی وجہ ریاح ہو + (قرشی) +

تو مذکورہ بالا حکم اپنی جگہ نہ رہے گا، بلکہ اس وقت سب سے برا تیرنے والا رسوب (غمام) ہوگا، اور اس کے بعد معلق +

رسوب ردی کے تمام اقسام میں سے پہلے تین قسم کے رسوب (بھورا، سیاہ، اور مٹیالا) اخلاط کے تغیر سے، اور پچھلے چار قسم کے رسوب گردہ اور مثانہ جیسے اعضاء کے چھلنے سے حاصل ہوتے ہیں +

قسّوری اور صفائحی، دونوں رسوب خُراطی کی قسمیں ہیں۔ قشوری انڈے کی اندرونی باریک جھلی (غرقی) اور صفائحی چوڑے دبیز طبقات سے مشابہ ہوتا ہے۔
[خرّاط : رندہ کرنے والا ۔ خُراطہ رندے سے جو چیز پرتوں کی صورت میں حاصل ہوتی ہے]

عدم رسوب قارورہ میں رسوب کا نہ ہونا، یہ تین باتوں میں سے کسی ایک بات کو بتاتا ہے :
(۱) قارورہ میں صحیح نضج نہیں ہے،
(۲) مجاری بول میں سدّے ہیں ؛
(۳) مادہ کی قلت ہے۔
علاوہ ازیں تندرستوں، لاغروں، خصوصاً ریاضت کرنے والوں میں رسوب کمتر ہی ہوا کرتا ہے۔
اس کے برعکس مریضوں میں، جو فربہ اور آرام پسند ہوں، رسوب زیادہ ہوا کرتا ہے۔
تندرست لوگ عام طور پر ایسے مواد سے خالی ہوا کرتے ہیں، جو نُضج پاکر (بصورتِ رسوب) خارج ہوں۔ (قرشی)۔

مجاری بول کے سدّوں سے رسوب کا نہ ہونا ـــــ اس کی صورت وہی ہے، جو قارورہ کی شفافیت اور رِقّت میں بتائی گئی ہے۔
مادّہ کی قلت ـــــ کی صورت میں رسوب نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس حالت میں کافی فضلہ بچتا ہی نہیں، جو رسوب کی شکل میں خارج ہو۔ نفیس۔
علی ہذا لاغروں میں اور ریاضت کرنے والوں میں بھی درحقیقت مادہ کی کمی ہی ہوتی ہے۔

رسوبِ مِدّی اور بلغمِ خام رُسوبِ مِدّی (پیپ والے رسوب) اور بلغمِ خام میں فرق یہ ہے کہ پیپ میں بدبو ہوتی ہے ـــــ اس سے پہلے (کہیں) ورم ہوتا ہے ـــــ پیپ قارورہ میں بہ آسانی جمع ہو سکتی اور بہ آسانی بکھر سکتی ہے۔ (قرشی)۔

پیپ کا بہ آسانی بکھر جانا، اور جمع ہو جانا ـــــ اس سے مراد یہ ہے کہ قارورہ کو جب ہلایا جاتا ہے، تو رسوب مِدّی بہ آسانی تمام قارورہ میں بکھر جاتا ہے، اور پھر سکون کے وقت بہ آسانی ایک جگہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ لیکن بلغم خام میں لیس کی وجہ سے یہ صورت نہیں پائی جاتی۔

رسوب مدّی آلاتِ بول کے تقرّح پر دلالت کرتا ہے، جو کسی ورم کا نتیجہ ہو، یا کسی جراحت کا۔

[تقرّح ۔ قرحہ بن جانا، جراحت میں پیپ پڑ جانا]

(۷) مقدار قارورہ

مقدار کی زیادتی	مقدار قارورہ کی زیادتی کے وجوہ متعدد ہیں

(۱) پانی زیادہ پیا گیا ہے؛
(۲) اعضا گھل رہے ہیں (ذَوَبانِ اعضاء)؛
(۳) طبیعت مواد کو خارج کر رہی ہے، جیسا کہ بُحران میں ہوا کرتا ہے ـــــ بشرطیکہ اس کے ساتھ قُویٰ درست ہوں، اور اس کے بعد آرام حاصل ہو۔
اگر قارورہ ردی قسم کا ہے، تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خارج ہو۔ (قرشی)

لیکن ذَوَبانی قارورہ کی مقدار کا کم ہونا ہی زیادہ بہتر اور قلیل الخطر ہے، کیونکہ اس صورت میں مقدار کی کمی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ سبب کمزور ہے، جو اعضاء کے گھلانے کا باعث ہے۔ اس کے برعکس مقدار کی زیادتی کثیر الخطر اور اس امر کی علامت ہے کہ اعضا کا گھلانے والا سبب قوی ہے۔

مقدار کی کمی	مقدار قارورہ کی کمی بھی متعدد امور

پر دلالت کرتی ہے:
(۱) بدن کی رطوبات زیادہ تحلیل ہو گئی ہیں؛

(۲) سِرے سے رطوبت ہی مفقود ہے ؛
(۳) مجاریِ بول میں سُدّے ہیں ؛
(۴) دست جاری ہیں ۔ (قرشی) ۔

تحلیل رطوبات کی کثرت ـــــ جیسا کہ محنت ومشقت کی زیادتی کے وقت، یا حرارتِ مزاج اور حرارتِ موسم کے وقت ہوا کرتا ہے ۔

رطوبت کا فقدان ـــــ جیسا کہ پانی کم پینے اور پیاسے رہنے کی صورت میں ہو سکتا ہے ۔

سُدّوں ـــــ سے مقدار کی کمی ظاہر ہے ۔

دستوں ـــــ سے مقدار قارورہ کی کمی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دستوں کی وجہ سے مائیت کا رُخ پیشاب کی سمت سے ہٹ کر امعاء کی طرف پھر جاتا ہے، جس سے پیشاب کی مقدار گھٹ جاتی ہے ۔

مقدار قارورہ کی کمی، درانحالیکہ تحلّل رطوبات میں بھی زیادتی واقع نہ ہوئی ہو، مرض استسقاء کی اطلاع دیتا ہے ۔ (قرشی) ۔

رطوبات بدن کی تحلیل کے جو ذرائع ہو سکتے ہیں، مثلاً محنت ومشقت، پسینہ کی کثرت، مزاج یا موسم کی حرارت، وغیرہ، اِن میں سے کوئی چیز موجود نہ ہو، پھر بھی قارورہ کی مقدار غیر معمولی طور پر کم ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ اندر ہی اندر پانی کسی مقام میں جمع ہو رہا ہے، جس کا نام استسقاء ہے ۔

براز (پائخانہ)

براز کی ماہیت

جو غذا ہم کھاتے ہیں، اور وہ معدہ اور امعاء میں ہضم ہوتی ہے، اس کے منہضم اور محلول اجزاء معدہ اور آنتوں سے منجذب ہوکر عروق میں چلے جاتے ہیں، اور عروق کے توسط

معدہ وامعاء
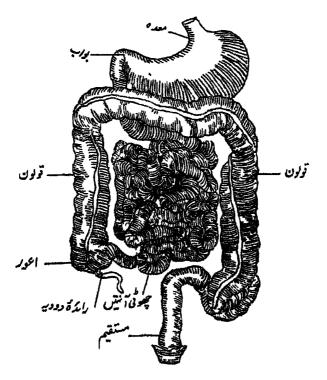
سے وہ اجزاء جگر وغیرہ میں پہونچ کر تغیّرات واستحالات حاصل کرتے، اور اعضاء کی ساختوں سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں، حتّٰی کہ وہ جزو بدن اور بدل ماتحلل بن جاتے ہیں لیکن اس ہضم سے غذاء کے جو بقیہ اجزاء، ثفل اور پھوک

کے طور پر پہنچ جاتے ہیں، وہ بتدریج آنتوں میں نیچے اوترتے چلے جاتے ہیں، اور اثنائے راہ میں ان کے رقیق اجزاء برابر جذب ہوتے چلے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ جس قدر نیچے اوترتے چلے جاتے ہیں، اسی قدر غلیظ اور خشک ہوتے چلے جاتے ہیں، اور بالآخر معائے مستقیم میں پہونچ کر نیم منجمد یا تقریباً خشک ہوجاتے ہیں، اور اگر زیادہ دیر تک پڑے رہیں، تو سخت اور خشک قسم کی گولیوں کی شکل اختیار کر کے راستہ کو مسدود کر دیتے ہیں، جن کو اصطلاحاً سُدّہ کہا جاتا ہے۔

معائے مستقیم میں یہ فضلہ کتنی دیر تک پڑا رہتا ہے؟ صحت و مرض کے مختلف حالات کی وجہ سے اس میں بہت کچھ اختلاف ہوا کرتا ہے، لیکن بحالتِ صحت اکثر لوگوں میں چوبیس گھنٹے میں ایک بار، اور بعض لوگوں میں دو بار اجابت کی عادت ہوا کرتی ہے۔

براز کیونکر خارج ہوتا ہے؟ آنتوں سے یہ غلیظ ارضی ثُفل دراصل معائے مستقیم اور عضلات شکم کی قوت دافعہ (قوت قابضہ) سے خارج ہوا کرتا ہے، جس میں تحریک و بیداری براز کے کھردرے اور ثقیل اجزاء سے، اس کی مقدار و حجم سے، اور انصباب صفراء سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ صفراء ایک قدرتی مسہل ہے، جو آنتوں میں گر کر، دوسرے کاموں کے علاوہ، یہ کام بھی کرتا ہے کہ آنتیں براز کو خارج کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

براز کی طبعی مقدار کیا ہے؟ شب و روز میں ایک تندرست جوان کے اندر پائخانہ تقریباً پندرہ بیس تولہ تک بنا کرتا ہے، بشرطیکہ اس کی غذاء نباتی و حیوانی اغذیہ سے مرکب ہو، اور اس کی ایک طبعی مقدار استعمال کی گئی ہو، یعنی اُس میں نہ غیر معمولی طور پر زیادتی کی گئی ہو، اور نہ کمی۔ اس کے علاوہ نیند اور بیداری، حرکت و ریاضت، اور دیگر اسباب میں سے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ ساگ پات، اکثر بقول اور سبزیوں کے استعمال سے پائخانہ کی مقدار بڑھ جاتی ہے، اور ان سے ثُفل زیادہ بنتا ہے۔ اس کے

برعکس گوشت، مچھلی، انڈہ جیسی حیوانی اغذیہ سے پائخانہ کی مقدار گھٹ جاتی ہے، اسی وجہ سے ان چیزوں کے عادی لوگ اکثر قبض کی دائمی شکایت میں مبتلا رہا کرتے ہیں۔

براز کے اجزاء کیا ہیں؟ براز عموماً مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہوا کرتا ہے، غذا کے غیر منہضم یا قیمادہ اجزاء، آنتوں کے فضلات و رطوبات، بلغمی رطوبات، صفراء کے اجزاء۔

پائخانہ کا مخصوص زرد رنگ دراصل صفراء کے رنگین اجزاء سے حاصل ہوا کرتا ہے، جو جگر اور مرارہ سے پہلی آنت، اثنا عشری، پر گرا کرتا ہے۔

دلائل براز

براز میں مندرجۂ ذیل چیزیں دیکھی جاتی ہیں: رنگ ــــ مقدار ــــ قوام ــــ اجابت کی کیفیت ــــ دیگر اجزاء کی آمیزش۔

مصنف کے مندرجۂ ذیل اقوال میں یہ ساری باتیں، اِصالتاً یا ضمناً مذکور ہیں۔

رنگِ براز

پائخانہ کا رنگ بھی (حالاتِ بدن بتانے میں) رہنمائی کرتا ہے۔

براز طبعی | چنانچہ طبعی براز (رنگ کے لحاظ سے) وہ ہے، جس میں ہلکی سی نارنجیت (سرخی آمیز زردی) ہو۔

اگر براز کی نارنجیت میں زیادتی پیدا ہو جائے (شوخ سرخ ہو جائے) تو وہ حرارت اور غلبۂ صفراء کو بتاتا ہے۔ اور اگر نارنجیت میں کمی آجائے، تو وہ غذاء کی خامی (فجاجت) اور برودت پر دلالت کرتا ہے۔ (قرشی)

بعض لوگوں نے اِس مدعا کو اس طرح ظاہر کیا ہے:

براز میں نارنجیت کی کمی گاہے صفراء کی قلت کی وجہ سے ہوتی ہے، جس سے صفراء آنتوں پر کم گرتا ہے۔ اس حالت میں برودت کا ہونا ضروری

ہے؛ اور گاہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ براز قبل از وقت خارج ہو جاتا؛ یعنی اتنا وقت ہی نہیں گزرنے پاتا کہ صفرا کی پوری تعداد آنتوں پر گرے۔ اس صورت میں براز کا خام رہ جانا ضروری ہے۔

براز کی سفیدی | براز کی سفیدی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بلغم کی کثرت ہے، ـــــ یا یہ کہ پتہ کی نالی (مجرائے مرارہ) میں سُدہ ہے۔
براز کی یہ سفیدی قولنج اور یرقان کی خبر دیتی ہے۔ (قرشی)

صفرا جگر میں پیدا ہو کر پتہ میں جمع رہتا ہے، اور پھر پتہ سے آنتوں پر گرتا رہتا ہے، جس سے پائخانہ کی حاجت ہوا کرتی ہے، اور بلغم اور پائخانہ آنتوں

معدہ، اِثنا عشری و مرارہ
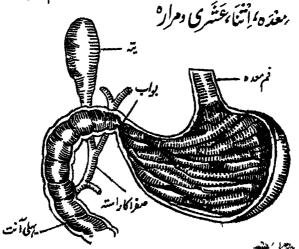
سے دُھل کر صاف ہو جاتے ہیں۔ پائخانہ کی زردی اِسی صفرا سے حاصل ہوا کرتی ہے۔ جب صفرا آنتوں پر نہیں گرتا، تو بلغم اور پائخانہ نہیں بند ہو جاتے ہیں اور قبض اور "درد قولنج" پیدا ہو جاتا ہے۔

نیز یہی صفرا تمام بدن میں پھیل کر اسے زرد کر دیتا ہے، جس سے مرض "یرقان" عارض ہو جاتا ہے۔

براز مِدّی و قیحی | براز مِدّی: پیپ والا پائخانہ۔

براز قیحی : کچ لہو والا پائخانہ۔ ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں صاف پیپ ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں خون سے ملی جلی، جس کو کچ لہو (قیح) کہا جاتا ہے۔

براز مدی اور براز قیحی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کوئی دُبیلہ (پھوڑا) آنتوں کی جانب پھوٹ پڑا ہے۔ (قرشی)۔

مِدّہ کا صاف پیپ کو کہتے ہیں، جو سفید، زرد، اور بعض اوقات کسی قدر نیلی ہوتی ہے، اور قیح (کچ لہو) خون آمیز پیپ کو، جو نہ صاف پیپ ہوتی ہے، اور نہ خالص خون۔ لیکن یہ تفریق ہر جگہ ملحوظ خاطر نہیں رکھی جاتی، اور قیح بلا امتیاز ہر قسم کی پیپ کو کہدیا کرتے ہیں۔

پیپ جیسا براز بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ آرام طلب لوگ، جو ریاضت چھوڑ دیتے ہیں، قیح (پیپ) جیسا پائخانہ پھرتے ہیں، جس سے اُنھیں نفع پہونچتا، اور ان کے بدن کا ترہّل (ڈھیلا پن) زائل ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ آرام طلبی اور ریاضت ترک کر دینے سے ان کے اعضا میں پیدا ہو جاتا ہے۔ (قرشی)۔

یہ پیپ جیسی شئے، جو براز میں خارج ہوتی ہے، حقیقت میں پیپ نہیں ہوتی، بلکہ فی الحقیقت بلغم ہوتا ہے، جو دیگر مواد کے ساتھ کم و بیش مخلوط ہوتا ہے، اور ریاضت چھوڑ دینے سے رفتہ رفتہ جمع ہوتا رہتا ہے، جسے کچھ عرصہ بعد طبیعت پائخانہ کے ساتھ خارج کر دیتی ہے، جس کے ساتھ گاہے مروڑ ہوتی ہے، اور گاہے بلا مروڑ آسانی کے ساتھ خارج ہو جاتا ہے۔

سیاہ پائخانہ (براز اسود) سیاہ قارورہ کے مانند ہے۔ (قرشی)۔

جن باتوں کو سیاہ قارورہ بتاتا ہے، اُن ہی باتوں کو سیاہ براز بتاتا ہے: یعنی جس طرح سیاہ قارورہ مواد کے احتراق، یا جمود، یا سوداء کے خارج ہونے، یا کسی رنگین شئے کے کھانے سے پیدا ہوا کرتا ہے، اسی طرح سیاہ پائخانہ بھی انہیں وجوہ سے پیدا ہوا کرتا ہے: الغرض دونوں کے احکام ایک ہی ہیں۔

سبز پاخانہ (براز اخضر) جو زنگاری اور کراثی کی طرح احتراقِ مواد کی وجہ سے نہ ہو، وہ مواد کی شدتِ انجماد پر دلالت کرتا ہے۔ (قرشی)

یعنی سبز پاخانہ — زنگاری اور کراثی جیسا نہ ہو، جو احتراقِ مواد سے پیدا ہوا کرتے ہیں، بلکہ وہ آسمانجونی (آسمائی) اور سلنجی (نیلی) قسم کا ہو۔ (نفیس)

{آسمانجونی۔ آسمانی رنگ کا ہلکا نیلا۔ سلنجی۔ نیلے رنگ کا}

یہ دونوں قسم کے رنگ حرارت عزیزیہ کی کمی اور غلبۂ برودت پر دلالت کرتے ہیں، جس سے مواد میں انجماد کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

خلاصہ — سبز قارورہ کی طرح، سبز پاخانہ بھی گاہے حرارت کی شدت کے ساتھ ہوتا ہے، اور گاہے حرارت کی قلت کے ساتھ۔ پہلی صورت میں اگر تغیرات کی رفتار تیز تر ہو گی، تو دوسری صورت میں سست تر — پہلی صورت کو اصطلاحاً احتراق، اور دوسری صورت کو جمود کہا جاتا ہے۔

مقدار براز

براز اپنی مقدار سے بھی رہنمائی کرتا ہے:

مقدار کی کمی — براز کی مقدار میں کمی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ جو غذا استعمال کی گئی ہے، اس میں فضلات غذائیہ کم ہیں — یا غذا کے فضلات آنتوں میں رک گئے ہیں — اس قسم کی کمی مرض قولنج کی اطلاع دیتی ہے۔

گاہے براز میں کمی اس لئے آتی ہے کہ آنتوں کی قوت دافعہ کمزور ہے۔ (قرشی)

کمی براز کے جو اسباب اوپر گنائے گئے ہیں، یہی اکثر اوقات قبض (حاصور) کے اسباب ہوا کرتے ہیں۔

مقدار کی زیادتی | کے اسباب مذکورہ بالا وجوہ کے مضاد ہیں، جن سے مقدار میں کمی آیا کرتی ہے + (قرشی) +

وہ یہ ہیں: (۱) غذائی فضلات کی کثرت، جیسا کہ اُن غذاؤں میں ہوتی ہے، جو قلیل الغذاء کہلاتی ہیں، مثلاً ساگ پات، ترکاریاں، اور سبزیاں،
(۲) مذکورہ غذائی فضلات کا آنتوں میں نہ رُکنا؛
(۳) آنتوں کی قوتِ دافعہ کا فضلات کے دفع کرنے پر قادر ہونا +

قوامِ براز

براز میں قوام بھی دیکھا جاتا ہے:
رقّتِ براز | براز کے رقیق ہونے کے وجوہ حسب ذیل ہیں:
(۱) قوتِ ہاضمہ کی کمزوری؛
(۲) ماساریقا (اور عروق جاذبہ) کے سُدّے؛
(۳) ماساریقا (اور عروق جاذبہ) کے جذب کی کمزوری؛
(۴) نزلہ (اور بزلہ کی وجہ سے رقیق رطوبات کا انصباب)؛
(۵) غذاء مُزلق (پھسلانے والی غذاء) کا استعمال + (قرشی) +

(۱) ضعف ہضم ـــــ کی وجہ سے اکثر اوقات نرم پاخانہ دستوں کی صورت میں خارج ہو جایا کرتا ہے (اِسہال تخمی) +

(۲، ۳) ماساریقا اور عروق جاذبہ کے مسدود ہونے، یا ان کے کم جذب کرنے کی وجہ سے غذاء کی مائیت کا بیشتر حصہ آنتوں کی راہ پاخانہ کی صورت میں خارج ہو جاتا ہے +

(۴) نزلہ :ـــــ نزلہ کی ابتداء عام طور پر ناک اور حلق سے ہوا کرتی ہے، پھر نزلہ کے مواد مترشح ہو کر رفتہ رفتہ ہوا کی نالی، اور غذاء کی نالی سے اترتے ہوئے پھیپھڑوں، معدہ اور امعاء تک پہونچ جاتے، اور یہ سارے مقامات نزلہ سے متاثر ہو جاتے ہیں +

نزلہ کے بعد بلغمی رطوبات کا ترشّح بڑھ جاتا ہے۔ یہ رطوبتیں لیسدار،

کم و بیش رقیق یا غلیظ ہوا کرتی ہیں، جو ہضم کو بھی بگاڑ دیتی ہیں، اس لئے انہیں طبیعت دستوں کی صورت میں خارج کر دیا کرتی ہے +

(۵) پھسلانے والی غذاء (غِذَاءِ مُزْلِق) ـــ سے اجابت کا نرم ہونا اس لئے ممکن ہے کہ اس قسم کی غذاء معدہ اور امعاء کی ساری غذاء کو پھسلا کر جلد ہی خارج کر دیتی ہے: اتنا رُکنے نہیں دیتی کہ غذاء کا خلاصہ (کیلوس) عروق میں منجذب ہو +

لیسدار پاخانہ (بَراز لَزِج) براز میں تین وجوہ سے لزوجت (لیس) آیا کرتی ہے:
(۱) لیسدار غذاء کا استعمال،
(۲) لیسدار خلط کا براز میں خارج ہونا،
(۳) اعضاء اصلیہ کا پگھلنا (ذَوَبان) ـــ بشرطیکہ اس کے ساتھ بدبو ہو، اور قوتیں نڈھال ہوں + (قرشی)

سل ودق کا تیسرا درجہ ذَوَبان اور ذُبُول کہلاتا ہے؛ جس کے معنے "پگھلنے" کے ہیں؛ کیونکہ اس درجہ میں اعضاء کے گھُلنے کی رفتار بہت تیز ہوا کرتی ہے +

اسی درجہ میں اکثر اوقات بدبودار قسم کے دست بھی جاری ہو جاتے ہیں، اور قوتیں نڈھال ہو جاتی ہیں (سقوطِ قوّت) +

اعضاء کے گھُلنے کے معنے یہ ہیں کہ اعضاء کے ذرّات کی تباہی کی رفتار تیز تر ہوتی ہے، اور اس کے معاوضہ میں جدید ذرّات کے بننے کی رفتار سست ـــ بہ الفاظ دیگر، تعمیر سے زیادہ تخریب ہوتی ہے ـــ اسی وجہ سے لاغری روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے +

اِن دستوں کی صورت میں جو مواد خارج ہوتے ہیں، ان میں اعضاء کے گھُلے ہوئے ذرات بھی ہوتے ہیں، جن کے ساتھ موجودہ مرض کے مواد بھی شریک ہوتے ہیں +

جھاگدار پاخانہ (بَراز زَبَدِی) کے دو اسباب ہیں:
(۱) ریح ـــ (۲) غَلَیان (جوش، اُبال) + (قرشی)

ریاح اور جوش، دونوں "فسادِ ہضم" کے نتیجے میں پیدا ہوا کرتے ہیں، فسادِ ہضم سے غذا میں تخمیر و تعفین کا عمل شروع ہو جاتا ہے، جس سے ریاح کا پیدا ہونا، اور غذا میں جوش کا آنا ایک کھلی حقیقت ہے۔ کسی چیز کو جب سڑایا گلایا جاتا ہے ـــــ جیسا کہ میووں کے میٹھے رس میں شراب اور سرکہ بنانے کے لئے تخمیر پیدا کی جاتی ہے ـــــ تو یہ دونوں باتیں عیاناً نظر آتی ہیں ٭

پاخانہ کی خشکی کے اسباب چار ہیں :
(۱) جسمانی ورزش (اور مشقت کے کام) سے بدن کی رطوبت کا تحلیل ہو جانا؛
(۲) حرارت کی زیادتی، علے الخصوص گردے اور جگر کی؛
(۳) پانی کی کمی؛
(۴) خشک غذاؤں کا استعمال؛
(۵) پیشاب کے اِدرار کی زیادتی ٭ (وغیرہ) ٭

(۱) **تحلل رطوبات** ـــــ جسمانی ورزش اور تکان کے کام، **تعریق و تبخیر** (پسینہ لا کر اور بخارات اڑا کر) کے ذریعہ اعضاء کی رطوبتوں کو تحلیل کر دیتے ہیں، اور اعضاء کی عادت ہے کہ آلاتِ ہاضمہ سے رطوبات کھینچا کرتے ہیں، اس لئے براز میں خشکی آجاتی ہے ٭

(۲) **حرارت کی زیادتی** ـــــ اعضاء جب زیادہ گرم ہوتے ہیں، جیسا کہ بخار اور بڑے بڑے اورام میں دیکھا جاتا ہے، تو بدن کی رطوبتیں بہت زیادہ ضائع ہوتی ہیں، اور تقریباً وہی شکل پیدا ہو جاتی ہے، جو پہلی صورت میں بتایا گیا ہے ٭

(۳، ۴) یہ دونوں صورتیں واضح ہیں ٭

(۵) **اِدرارِ بول** ـــــ گردوں کا عمل جب تیز ہوتا ہے، اور خون سے مائیت کو زیادہ چوس لیتے ہیں، تو مائیت کی یہ کمی معدہ اور امعاء سے پوری کی جاتی ہے، اس لئے معدہ و امعاء کی غذاء اور فضلہ میں خشکی

کا غلبہ ہو جاتا ہے ۔

{اِدْرَار : بہانا، جاری کرنا}

طبعی براز	بہترین براز کے صفات یہ ہیں ۔
	(۱) آنتوں سے بہ سہولت خارج ہو (زور نہ لگانا پڑے)؛
	(۲) براز کے اجزاء ہموار اور ایک جیسے ہوں؛
	(۳) اُس میں ہلکی سی نارِنجیت (سرخی ملی ہوئی زردی) ہو،
	(۴) اس کا قوام معتدل ہو ۔
	(۵) اُس کی مقدار اوسط درجہ کی ہو؛
	(۶) وقت کے لحاظ سے بھی وہ ٹھیک ہو؛
	(۷) اُس کی بو بھی ٹھیک ہو (غیر معمولی زیادتی یا کمی نہ ہو)؛
	(۸) اجابت کے وقت آوازیں (نَفَایِق و قَرَاقِر) نہ برآمد ہوں،
	(۹) پاخانہ جھاگ سے خالی ہو ۔ (قرشی) ۔

اجزاءِ براز کی ہمواری ـــــ یعنی اُس کے قوام میں اختلاف نہ ہو: ایسا نہ ہو کہ براز کا کچھ حصہ رقیق ہو، اور کچھ غلیظ، کچھ اجزاء معمولی ہوں، اور کچھ سُدّوں کی صورت میں ۔

قوام کا اعتدال ـــــ طبعاً انسان کے براز میں نہ ایسی خشکی ہوا کرتی ہے کہ بکری کی مینگنیاں بن جائیں، اور نہ ایسی رِقّت کہ پتلے دست کہے جائیں ۔

مقدار کا اعتدال ـــــ ایک تندرست جوان کے براز کی مقدار پندرہ بیس تولے تک ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے، لیکن چونکہ ہر شخص کے عادات و مشاغل اور اس کی غذاء کی نوعیت مختلف ہے، اس لئے یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے براز کی مقدار یکساں نہیں ہو سکتی ۔ اس اعتدال کا اندازہ وہ خود کر سکتا ہے کہ تندرستی اور باقاعدگی کے ایام میں اُس کی اجابت کی مقدار عادۃً کیا رہا کرتی ہے ۔ اسی کو معیار قرار دیکر کمی یا زیادتی کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے ۔

مناسب وقت — یعنی کھانا کھانے کے جتنی دیر بعد عادۃً اجابت ہوا کرتی ہے، اُس سے نہ پہلے ہو، اور نہ بعد۔ عام طور پر صحت کی حالت میں اکثر لوگ چوبیس گھنٹے کے بعد بیت الخلاء جایا کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے، مگر بعض لوگوں کو دن رات میں دو بار حاجت ہوا کرتی ہے ٭

بَقَابِق و قَرَاقِر — قَرَاقِر پیٹ کی گڑگڑاہٹ کو کہتے ہیں، جو ریاح سے پیدا ہوتی ہے ٭

بَقَابِق اُس آواز کو کہتے ہیں، جو پائخانہ کے خارج ہوتے ہوئے پیدا ہوتی ہے ٭

اجابت کے وقت آوازوں کا برآمد ہونا **ریح** اور رقیق رطوبت کی کثرت کی علامت ہے، اور یہ کہ ہضم اچھا نہیں ہوا ہے ٭

انتباہِ خاص

اجابت میں غیر معمولی گندگی کا ہونا، اور رنگ کا بے حد مکروہ ہونا، یہ دونوں باتیں موت کی خبر دیتی ہیں ٭ (قرشی) ٭

قُربِ موت کے وقت چونکہ **طبیعت** اپنے کاموں سے مُنہ موڑ لیتی، یا اس پر قادر ہی نہیں رہتی ہے، اس لئے موجودہ رطوبات میں ایسے ایسے **تغیّرات و فسادات** رونما ہوتے ہیں، جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں اجابت کی بو اور رنگ کا بگاڑ ایک واضح چیز ہے، جو دور سے بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ رنگ تو آنکھوں سے نظر آ سکتا ہے، اور بدبو کافی دور تک پھیل کر ناک تک پہنچ سکتی ہے ٭

علم طب کا جزء علمی ختم ہو گیا

٭ (قرشی) ٭

دوسرے جُملہ میں علمِ طب کے جزءِ عملی کے اُصول وقواعد کا عام بیان (کُلّی بیان) درج ہے۔

جُزءِ عملی کی دو قسمیں ہیں: علمِ حفظِ صحت — علمِ علاج۔

پہلے ہم حفظ صحت لکھتے ہیں۔

(قرشی)

حفظِ صحّت

جزءِ عملی کی قسمیں محض دو اس لئے ہیں کہ انسان کی دو ہی حالتیں ہیں: صحت — مرض:

اگر انسان تندرست ہے، تو صحت کے باقی رکھنے کی تدبیریں بتائی جاتی ہیں، جس کا نام حفظِ صحت ہے؛

اور اگر انسان مریض ہے، تو ازالۂ مرض کے ذرائع بتائے جاتے ہیں، جسکا نام علاج ہے۔

حفظ صحت کی قسمیں | علم حفظ صحت کے تین حصے ہیں:

۱ حفظِ صحت — ۲ تدبیرِ ابدانِ ضعیفہ — ۳ تقدم بالحفظ۔

اگر انسان پورے طور پر صحیح ہے، اور کسی قسم کا اندیشہ بھی نہیں ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں جو تدابیر بتائے جائیںگے، اِن کو بلا قید حفظ صحت کہا جاتا ہے۔

اگر انسان کی صحت کمزور ہے، تو اس کے لئے جو تدبیریں اور ہدایتیں بتائی جائیں گی، اُنہیں تدبیرِ ابدان ضعیفہ کہا جاتا ہے۔

اور اگر انسان کی صحت سردست تو اچھی ضرور ہے، مگر یہ اندیشہ ہے کہ

وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی، تو ایسے لوگوں کو جو تدبیریں بتائی جائیں گی، اُنہیں تَقَدُّمَۃُ الحِفظ (پیشگی بچاؤ) کہا جاتا ہے۔

حفظ صحت اور موت سے نجات یہ یاد رہے کہ حفظ صحت کی کوششیں کسی طرح موت سے بچا نہیں ٹھہرا سکتیں، —— نہ یہ ضروری ہے کہ ان تدابیر سے ہر شخص دراز ترین عمر (۱۲۰ سال) تک جیتا رہے، —— اور ہر شخص کی جوانی و قوت برقرار رہے۔

حفظِ صحت کی غرض تو محض یہ ہے کہ رطوبت غریزیہ کو حتی الامکان بچا تحلّل اور تعفّن سے بچایا جائے۔

مصنف کا مندرجۂ ذیل قول اسی مدعا کی طرف اشارہ کر رہا ہے:

> جوانی اور قوت کو قائم رکھنا طبیب کے فرائض میں داخل نہیں اور نہ یہ کہ ہر شخص کو دراز ترین مدت (۱۲۰ سال) تک جیتا رکھے، —— چہ جائیکہ موت سے بچائے۔
>
> اس کی وجہ یہ ہے کہ بدنِ انسان کی تعمیر ایک ایسی رطوبتؔ ہی سے ہو سکتی ہے، جس کے ساتھ حرارت وابستہ ہو، —— جو اسے پکائے، اس کے لئے غذا مہیا کرے، اور اس کے فضلات دور کرے —— الغرض اس حرارت کا اس رطوبت میں عمل کرنا لازمی، اور اسے بتدریج تحلیل و فنا کرنا لابدی ہے۔
>
> اور (یہ مسلمات سے ہے کہ) جب ایک مُؤثِّر عرصۂ دراز تک ایک مُتأثِّر (اثر پذیر شئے) میں اثر کرتا رہتا ہے، تو اس دائمی تصرف و عمل سے ہر لحظہ اس کی تاثیر برابر بڑھتی چلی جاتی ہے۔
>
> پھر جب اس رطوبت کا تحلّل بڑھ جاتا ہے، تو مادہ کے فنا ہونے سے حرارت غریزیہ بھی ضعیف ہو جاتی، اور ہضم میں بھی فتور آ جاتا ہے۔ علیٰ ہذا تحلیل شدہ اجزاء کے بدلؔ یعنی غذا کی آمد بھی گھٹ جاتی ہے، جس کے بغیر بدن اپنے بننے

لہ اصلی رطوبت، والدین کا نطفہ اور رطوبت غریزیہ۔

عہ تحلیل شدہ اجزاء کے بدل یعنی بدل ما یتحلل کہلاتا ہے۔

کی مدت تک بھی باقی نہیں رہ سکتا تھا، چہ جائیکہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔

اسی طرح اس کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے، یہاں تک کہ رطوبت غریزیہ فنا ہو جاتی، اور حرارت غریزیہ بجھ جاتی ہے۔

اسی کا نام طبعی موت ہے، جس کی مدت، ہر شخص کے مزاج اور قوت کے مطابق، الگ الگ مقرر ہے (قرشی)

[illegible]

رطوبت غریزیہ: وہ اصلی اور بنیادی رطوبت ہے، جو والدین کے نطفہ سے جنین میں حاصل ہوتی ہے، اور تمام اعضاء اصلیہ کے جوہر میں اس کا جزو شریک رہتا ہے۔ عمر جس قدر بڑھتی جاتی ہے، یہ رطوبت اسی قدر آہستہ آہستہ گھٹتی جاتی ہے، اسی وجہ سے انسان کے قویٰ روز بروز عمر کی زیادتی کے ساتھ، مضمحل ہوتے چلے جاتے، قلب کے حرکات کی تعداد کم ہوتی چلی جاتی، بدنی حرارت کا معیار گھٹتا چلا جاتا، حتیٰ کہ بڑھاپا، اور بڑھاپے کے بعد موت آجاتی ہے۔

یہی رطوبت حرارت غریزیہ کا مادّہ (سامان اور محل) ہے۔

نطفہ اور غذا یہ معلوم ہے کہ نطفہ کی اصلی مقدار بہت ہی چھوٹی ہوتی ہے، اور بچہ جو نو ماہ میں بنتا، اور اس کے بعد رحم سے نکلتا ہے، اس وقت وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس میں یہ وزن اور حجم کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ میں یہ حجم و وزن اس خون سے حاصل ہوتا ہے، جو رحم کی دیواروں سے بچہ کے جسم میں پہنچتا ہے۔ یہی خون نطفہ کی غذا، اور رطوبت اصلیہ کی کُمک کہلاتا ہے۔

اس کے بعد بچہ بڑھتے بڑھتے جوان ہو کر حد تکمیل کو پہنچتا، یعنی اس کی مقدار میں برابر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی اسی غذائی کمک کا نتیجہ ہے، جو اس کے جسم میں خون سے بنتا رہتا ہے۔ مگر یہ کمک ایسی بڑھیا چیز نہیں ہے جو اصلی رطوبت کا مقابلہ کر سکے۔ اگر اصلی رطوبت کے برابر ہوتی، تو انسان کے

قوے میں کبھی زوال نہ آتا، اُس کی جلد میں کبھی جھریاں نہ پڑتیں، اس کے چہرہ بشرہ کی رونق اور تازگی میں کبھی فرق نہ آتا۔

مصنف کے قول کا خلاصہ | یہ ہے کہ قوت اور جوانی کا آخر وقت تک قائم رکھنا، ہر شخص کو طبعی عمر (۱۲۰ سال) تک پہونچانا، یا بڑھاپے اور موت کو روکنا طبیب کے بس کی بات نہیں، کیونکہ حرارت غریزیہ اور دوسری بیرونی و اندرونی حرارتوں کی وجہ سے رطوبت اصلیہ (غریزیہ) برابر تحلیل و فنا ہوتی رہتی ہے۔

سُوال | رہا یہ سُوال کہ جب غذاء سے تحلیل و فنا کا عوض (بدل ما یتحلل) کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، بلکہ نموء کے زمانہ میں تحلل کی مقدار سے زیادہ غذاء پہونچا کرتی ہے، تو پھر اصلی رطوبت کیونکر ختم ہوسکتی ہے — اگر وہ کچھ تحلیل ہوگی، تو اُسی قدر، یا اُس سے زیادہ اس کا عوض (غذاء) پہنچ جائے گا، جو اُس کی قائم مقامی کرسکے گی؛ اس لئے موت کا آنا کیوں ضروری ہے؟

جواب | اِس کا جَواب یہ ہے کہ یہ غذائی اجزاء (اجزاء دمویہ)، جو کمک کے طور پر پہونچا کرتے ہیں، یہ حقیقی معنے میں رطوبت اصلیہ کے قائم مقام کسی طرح نہیں ہوسکتے، کیونکہ غذاء سے جو رطوبت حاصل ہوتی ہے، وہ محض آلات غذاء میں پکتی، اور اس کی تخمیر و نضج کے مدارج بہت تھوڑے ہیں۔ اس کے برعکس رطوبت غریزیہ کی تخمیر و نضج تین چار مقامات میں ہوتی ہے (آلات ہضم میں، آلاتِ منی میں، رحم میں، جسم جنین میں)، اس لئے غذاء کی رطوبت اُس اصلی رطوبت کا بدل و عوض حقیقی طور پر ہرگز نہیں بن سکتی۔ غذائی رطوبات زیادہ سے زیادہ اصلی رطوبات کے لئے ایک مددگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

لیکن تحلیل و فنا کے دائمی تسلسل سے جب اصلی رطوبت کمزور ہوجاتی، اور اس کی کمزوری سے حرارت غریزیہ میں بھی ضعف آجاتا ہے، تو لازماً ہضم خراب ہوجاتا ہے، جس سے غذائی رطوبات کی کمک بھی کم ہوجاتی ہے، اس لئے آخر کار رطوبت اصلیہ ختم ہوجاتی ہے! — کیونکہ جو چیز برابر تحلیل

ہوتی رہے، اور اس تحلیل کا بدل و عوض بھی مہیا نہ ہوسکے، اور اس کے حامی و مددگار بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیں، ظاہر ہے کہ اس کا ایک دن فنا ہوجانا ضروری ہے ـــــ اس کو تحلیل و فنا سے روکنا، اور ہمیشہ بہترین حالت پر قائم رکھنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

موت طبعی اور موت اخترامی

طبعی موت اُس موت کو کہتے ہیں، جو رطوبت اصلیہ کے طبعی رفتار پر فنا ہونے سے لاحق ہوتی ہے، ـــــ جس میں تحلل کی رفتار کو کسی بیماری وغیرہ نے تیز نہ کردیا ہو، بلکہ صحت و سلامتی اور میانہ روی کے ساتھ آہستہ آہستہ حرارت غریزیہ اپنے تیل (رطوبت غریزیہ) کے ختم ہوجانے کی وجہ سے بجھ گئی۔

اس کے مقابلہ میں جس موت کا باعث کوئی اور سبب ہو، خواہ وہ سبب خارجی ہو، جیسے ڈوب جانا، جل جانا، قتل ہوجانا، یا داخلی جیسے امراض کا شکار ہونا، اس کو موت اِخترامی کہا جاتا ہے۔

[اِخترام: مار ڈالنا، مرض کا نڈھال کردینا]

طبیب کی غرض اس لئے (حفظ صحت میں) طبیب کے مساعی کی غرض صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مزاج کے لحاظ سے، جس عمر کا مستحق ہے، اس کو اس کی انتہائی عمر تک پہونچادے، بشرطیکہ کسی بیرونی فساد (مفسد خارجی) کا اتفاق نہ ہو؛

اور یہ کہ ہر عمر میں صحت کی مناسب طور پر حفاظت کی جائے؛ جس کی صورت یہ ہے کہ رطوبت غریزیہ کو عفونت سے بچایا جائے، ـــــ اور طبعی رفتار سے زیادہ اس کو تحلیل نہ ہونے دیا جائے۔ (قرشی)۔

بیرونی فساد (مُفسدات خارجیہ) کی متعدد قسمیں ہیں

(۱) روحانی صدمات و آفات، مثلاً فرحِ مہلک، خوف، غم، غصہ وغیرہ۔

(۲) خون کا بکثرت خارج ہوجانا، مثلاً شریان یا ورید کا کٹ پھٹ جانا؛

(۳) تنفس کا بند ہو جانا، مثلاً ڈوب جانا، پھندا لگنا؛
(۴) بُری ہوا میں سانس لینا، جس کے ساتھ گندے بخارات مخلوط ہوں؛
(۵) سمیات کا اندرونی یا بیرونی استعمال؛
(۶) کیڑے مکوڑوں کا ڈسنا، اور زہریلے جانوروں کا کاٹنا؛
(۷) بیرونی مضادِ حیات اسباب، مثلاً حرارت کی زیادتی، برودت کی شدت، — گرم حمام میں دیر تک ٹھہرنا اگر شدتِ حرارت کی مثال ہے، تو پالا کھا جانا شدتِ برودت کی۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حفظِ صحت کے مقاصد محض دو امور میں بند ہیں:

(۱) بدنی رطوبات کو عفونت سے بچانا؛
(۲) بدنی رطوبات کو تحلّل زائد سے بچانا۔

مذکورۂ بالا دونوں امور کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ اسبابِ ضروریہ (ستّہ ضروریہ) میں اعتدال اور میانہ روی برتی جائے۔
چنانچہ اسباب ضروریہ کے بیان سے ہم پہلے ہی فارغ ہو چکے ہیں، اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ کون سی ھواء بہتر ہے۔ (قرشی)

اس لئے اب یہاں "ھَوَاء کے تدابیر" بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی — باقی پانچ اسباب کے تدابیر یہاں لکھے جائیں گے۔

تدبیرِ ماکول

غذائی تدابیر

بنیادی قانون جس صحت کو ہم اپنے حال پر قائم رکھنا چاہیں، اس میں ہمیں ایسی غذا دینی چاہیئے، جو کیفیت کے لحاظ سے اُس صحت کے مشابہ ہو؛

اور اگر ہم اُس صحت کو اس سے بہتر حالت پر لانا چاہیں
تو اس میں ہمیں مضاد غذا، دینی چاہیئے۔ (قرشی)۔

"جس صحت کو ہم اپنے حال پر قائم رکھنا چاہیں"۔ اس سے وہ صحت مراد ہے، جو ہر طرح کامل ہو، اور جس میں مذمت کا کوئی پہلو موجود نہ ہو. یعنی مزاج اور ترکیب، دونوں لحاظ سے معتدل ہو۔

اس حالت میں ایسی غذا، دینی چاہیئے جو کیفیت کے لحاظ سے اُس صحت کے مُشابہ (شبیہ: مُمَاثِل) ہو ـــــ اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ معتدل انسان کو معتدل غذا دینی چاہیئے۔

"اور اگر ہم اُس صحت کو اس سے بہتر حالت پر لانا چاہیں"۔ اس سے کون سی صحّت مراد ہے؟ اس سے وہ گھٹیا صحت مراد ہے، جو کمال یعنی اعتدال سے ہٹنے لگی ہو، یا ہٹ چکی ہو، مثلاً مزاج میں حرارت یا برودت پیدا ہونے لگی ہو، یا پیدا ہو چکی ہو ـــــ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ بلحاظ مزاج مُضَاد قسم کی غذائیں مناسب ہوں گی۔

ایسی مضاد غذائیں درحقیقت غِذاء دوائی کے قبیلے سے ہوا کرتی ہیں، یعنی گرم مزاج (مَحرور المزاج) کو ٹھنڈی غذائیں، اور سرد مزاج (مَبرُودُ المزاج) کو گرم غذائیں تجویز کی جائیں گی۔

احکام غذاء

مناسب غذائیں | ایک تندرست انسان کے لئے مندرجہ ذیل غذائیں مناسب ہیں:
(۱) صاف روٹی، جس میں شیلم جیسی کوئی بری آمیزش نہ ہو۔ (قرشی)۔

شَیلَم: گندم دیوانہ، مَنمَنہ۔ یہ جَو سے چھوٹا دانہ ہے، مزہ میں تلخ، رنگ سرخی مائل، یا سیاہ۔ یہ ایک نشہ آور چیز ہے، جس کے استعمال سے نشہ آ جاتا ہے (مُسکِر)۔ گیہوں اور رائی کے کھیت میں خود رَو طور پر اُگا کرتا ہے۔

(۲) گوشتوں میں سے مندرجۂ ذیل گوشت: سال بھر کے بھیڑ کا، بچھڑے کا، حلوان (بکری کے بچہ) کا، مرغی، کبک اور تیہو کا ؛

(۳) مناسب قسم کی مٹھاس (مٹھائیاں اور حلوے) ؛

(۴) میووں میں سے انجیر، انگور، اور کھجوریں ــــ جن ملکوں میں کھجوروں کے کھانے کی عادت ہو ؛ (قرشی) ؛

لطیفہ: ناشپاتی اور بہی بھی ؛

علیٰ ہذا ہمارے ملک کے آم اور امرود بھی بہترین میوے ہیں ؛

یہ ساری چیزیں تقریباً غذاء خالص شمار کی جاتی ہیں، اِن میں دوائیت جیسی کوئی کیفیت نہیں ہے ؛

دوائی غذائیں ناجائز لیکن دوائی غذائیں (جن میں کچھ دوائی کیفیت بھی ہو)، ان میں سے کسی ایک کے طرف بھی رُخ نہ کرنا چاہیئے ؛

ہاں اگر یہ مدنظر ہو کہ ایسی غذا دَوائی کے ذریعہ کسی مزاج یا کسی دوسری غذاء کی تعدیل ہو جائے، تو اس وقت دوائی غذاء کے استعمال میں کوئی مضایقہ نہیں ؛ (قرشی) ؛

بدن کے لئے جس طرح مَرَض دشمن ہے، اسی طرح دواء بھی ــــ مرض کے مقابلہ کے لئے دواء کو بدن میں داخل کرنا چاہیئے، اور دشمن کو دشمن سے مارنا چاہیئے۔ بے ضرورت دواء کو، یا دوائی اجزاء کو جسم کے اندر نہ پہونچانا چاہیئے۔ صحت کی بقاء اور عمر کی درازی اگر منظور ہو، تو حتی الامکان اِس قسم کے اجزاء دوائیہ سے غذاء کو پاک رکھنا چاہیئے ــــ "غذاء کی سادگی" سے یہی مراد ہے ــــ مرچ مصالح کی آمیزش سے ہماری سادہ غذائیں دوائی غذائیں بن جایا کرتی ہیں، جو صحت کی حالت میں ممنوع ہیں؛

دھنیا، زیرہ، دارچینی، الائچی، فلفل سیاہ، مرچ سرخ، ہلدی، لہسن، پیاز، ادرک، وغیرہ، یہ سب چیزیں مَصَالِح کہلاتی ہیں، جو مُصلِح

کی جمع ہے ـــــ مصالح کو سمجھ بوجھ کر اِصلاح کی نیت سے، اور خاص تناسب سے داخل کرنا چاہیئے، نہ کہ ایک رواج کے طور پر، اور محض "زبان کے چٹخارے" کے لئے ⁂

بھوک اور غذاء	سچّی بھوک کے بغیر کھانا نہ کھانا چاہیئے، اور نہ سخت بھوک کی حالت میں بھوکا رہنا چاہیئے ⁂ (قرشی) ⁂

سچّی بھوک کی حالت میں جب غذاء پہونچی ہے، تو طبیعت اس کی طرف پورے شوق کے ساتھ لپکتی، اور اس کے ہضم و جذب کا پورا سامان مہیا کرتی ہے؛ اس حالت میں آلاتِ ہاضمہ خوب محنت سے کام کرتے ہیں ـــــ "غذا کو دیکھ کر رال ٹپکنا" اگرچہ ایک مثل ہے، مگر یہ مثل اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اگر بھوک نہ ہو تو اچھی سے اچھی نعمت بھی سامنے رکھدی جائے، مُنہ میں رال نہیں بھرتی ہے۔ رال منہ کی رطوبت کا نام ہے، جو معدہ و امعاء کی رطوبات کی طرح ہضم غذاء کی خدمت انجام دیتی ہے۔ بھوک کی حالت میں جب غذاء آلاتِ ہضم (منہ، معدہ، امعاء) میں داخل ہوتی ہے تو ان اعضاء سے رطوباتِ ہاضمہ کا ترشح خوب ہوتا ہے، اور ان کی وہ حرکتیں بھی تیز ہوتی ہیں، جو ہضم کے وقت پیدا ہوا کرتی ہیں، جیسا کہ اس سے پہلے بتایا گیا ہے ⁂

موسم اور غذاء	موسم گرما میں گرم گرم غذائیں نہ کھانی چاہئیں، بلکہ باردِ بالفعل کھانی چاہئیں، اور موسم سرما میں حارِ بالفعل (گرما گرم) ⁂ (قرشی) ⁂

"باردِ بالفعل" وہ سرد چیزیں جو چھونے سے سرد محسوس ہوں، یعنی موجودہ حالت میں وہ ٹھنڈی ہوں۔ اسی طرح "حارِ بالفعل" وہ چیزیں جو چھونے سے گرم معلوم ہوں، خواہ ان کا اثر فی الحقیقت کیسا ہی ہو ⁂

یہ اصطلاح بِالقُوّۃ کے مقابلہ میں ہے، ـــــ بِالقُوّۃ گرم یا سرد ایسی چیزوں کو کہتے ہیں، جن میں گرمی یا سردی اگرچہ بحالتِ موجودہ نہ ہو، مگر یہ امکان ہو کہ آگے چل کر کسی وقت گرم یا سرد ہو جائیں۔ چنانچہ گرم اور سرد ادویہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے ⁂

تداخلِ غذاء	کھانے پر کھانا، جب تک پہلا ہضم نہ ہولے، بُرا ہے (یعنی سابقہ غذاء کے ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذاء اُس کے اوپر کھالینا بُرا ہے) ۔ (قرشی) ۔

اس اُصول میں وہی حکم کارفرما ہے، جو "بھوک کے بغیر کھانے" کے سلسلے میں اوپر بتایا گیا ہے: یعنی طبیعت ایسی حالت میں ہضم کی طرف پورے سامان کے ساتھ توجہ ہی نہیں کرتی، اس لئے ہضم بگڑ جاتا ہے — بعض اوقات غذاء بگڑ کر سمّی کیفیت اختیار کرلیتی ہے، اور قئے دست کی صورت رونما ہوجایا کرتی ہے ۔

دیر تک کھاتے رہنا	بہت دیر تک کھاتے رہنا بھی بُرا ہے، مگر تداخل غذاء سے کم، کیونکہ اس سے غذاء کے انہضام میں اختلاف واقع ہوجاتا ہے (اگرچہ بگڑ جاتی ہے) ۔ (قرشی) ۔

غذاء کو سہولت سے کھانا، اور اسے مُنہ میں دیر تک رکھ کر خوب چبانا یہ نہ صرف جائز، بلکہ صحت کے لئے بہترین اصول ہے ۔

بعض امراء کے مجالس میں یہ دستور ہے کہ دسترخوان بچھ گیا ہے، مصاحبین بیٹھے ہیں، کھانے کے دَور چل رہے ہیں، خوش گپیاں بھی جاری ہیں — اس میں گھنٹوں صرف ہوجاتے ہیں. مذکورۂ بالا قانون کا اطلاق اسی قسم کے "بے تکے دستور" پر ہوسکتا ہے ۔

رنگ برنگ کے کھانے کھانا	مختلف اقسام کی غذاؤں کا ایک وقت میں کھانا طبیعت کی پریشانی کا باعث بن جایا کرتا ہے ۔ (قرشی) ۔

ایک وقت میں رنگ برنگ کے کھانے کھانا مضرت کا یہ پہلو بھی رکھتا ہے کہ اس صورت میں کھانے کی مجموعی مقدار، اکثر اوقات، غیر شعوری طور پر کچھ بڑھ ہی جایا کرتی ہے، اس لئے ہضم اچھا نہیں ہوتا، اور غذاء بگڑ جاتی ہے ۔

غذاء لذیذ لذیذ غذاء اچھی ہوتی ہے، بشرطیکہ اس میں زیادتی نہ ہو جائے ۔ (قرشی) ۔

"لذیذ غذاء کی طرف طبیعت شوق سے بڑھتی ہے، اور معدہ ایسی غذاء کو پوری قوت و شدت سے اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے، جس سے اس کا ہضم بہتر ہوتا ہے" نفیس ۔

مختلف مزے **پھیکی غذاء** — پابندی کے ساتھ ہمیشہ "پھیکی غذاؤں" کا کھانا بھوک مار دیتا، اور بدن میں کاہلی پیدا کر دیتا ہے ۔ (قرشی) ۔

پھیکی غذاؤں میں رطوبت کی کثرت ہوتی ہے، اس لئے اس سے جو خون بنتا ہے، اس میں رطوبت و بلغمیت وافر ہوتی ہے، جس کا عمل اعضاء میں استرخاء (ڈھیلا پن) پیدا کرنا ہے ۔

ترش غذاؤں — کی پابندی جلد بڑھاپا لاتی، اعضاء کو خشک کر دیتی، اور اعصاب کو نقصان پہونچاتی ہے ۔ (قرشی) ۔

"ترشی" خون کی مضاد ہے ۔ (نفیس) ۔

"ترشی" اعصاب کے لئے مضر ترین چیز ہے ۔ یہ مسلمات میں سے ہے ۔

میٹھی غذاؤں — کی پابندی معدہ کو ڈھیلا کر دیتی، اور بدن کو گرم کر دیتی ہے ۔ (قرشی) ۔

بعض نسخوں میں عبارت اس طرح ہے: "میٹھی غذاؤں کی پابندی بھوک کو ڈھیلا (کمزور) کر دیتی ہے" ۔

میٹھی چیزوں سے بدن میں حرارت پیدا ہونے کی صورت یہ ہے کہ میٹھے اجزاء سے حرارت بدنیہ کی تولید میں ترقی ہوتی ہے ۔

نمکین غذاؤں — کی پابندی بدن کو خشک اور لاغر کر دیتی ہے ۔ (قرشی) ۔

نمک رطوبت بلغمیہ کی تقطیع کرتا ہے (چھانٹتا ہے) [illegible]

مختلف مزوں کے احکام اور اِن کے مُضر پہلوؤں کو بیان کرنے کے بعد
اب مُصنّف اِن کی اصلاح کے طریقے بتانا چاہتا ہے ۔

مزوں کی اصلاح | پس مناسب یہ ہے کہ :
تُرش غذاء کی مضرّت شیریں غذا سے دور کیجائے
اور شیریں غذاء کی مَضرّت تُرش غذاء سے ۔
پھیکی غذاء کی مَضرّت نمکین، یا حِرّیف
(چرپری) غذاء سے دفع کی جائے؛
اور نمکین اور حِرّیف غذاء کی مَضرّت پھیکی
غذاء سے ۔ (قرشی) ۔

اِن غذاؤں کی باہمی اصلاح کا فلسفہ یہ ہے کہ بہ لحاظ افعال وخواص
تُرش اور شیریں میں تضاد ہے ـــــ اسی طرح پھیکی اور نمکین کا حال ہے ۔
جیساکہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے کہ نمک رطوبت بلغمیہ کی تقطیع کرتا ہے ۔ـــ
علٰے ہٰذا حِرّیف (چرپری) بھی بلغم کی تقطیع میں نمک کی شریک ہے ۔

کھانے کی مقدار | کسی قدر بھوک باقی ہو کہ کھانا چھوڑ دینا
چاہیئے ۔ (قرشی) ۔

یعنی ابھی کچھ اور کھانے کی خواہش ہو کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیئے ۔

پرہیز کی پابندی | بدن کو ضعیف ولاغر کر دیتی ہے ـــ
بلکہ صحت کی حالت میں پرہیز
کرنا ایسا ہے، جیسا مرض کی حالت میں بدپرہیزی ۔ (قرشی)

پرھیز (حِمیہ) سے یہاں مراد " اصول حفظ صحت کی
پابندی " نہیں ہے؛ وہ تو ایسی بات نہیں ہے کہ کسی حالت میں اُس کی
مذمت کی جائے ـــ بلکہ پرہیز سے مراد اُس قسم کی احتیاط ہے، جو مرض کی
حالت میں برتی جاتی ہے : یعنی ہلکی غذائیں کم مقدار میں استعمال کرنا
(تلطیف بالغ)، اور اسی قسم کی دوسری باتیں ۔

عادات کا لحاظ غذاء سے متعلق جس قسم کے عادات ہوں، اِن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، مثلاً کھانے کے اوقات اور دوسری باتوں کی پابندی۔ (قرشی)

یعنی دِن رات میں جتنی مرتبہ اُسے کھانے کی عادت ہے، اور جس طرح اُسے کھانے کی عادت، اُتنے ہی دفعہ، اور اُسی طرح اُسے کھانا چاہیئے۔

عادت کو اتنی اہمیت ہے، کہ اسے "دوسری طبیعت" (**طبیعۃ ثانِیَہ**) کہا گیا ہے۔

بیقاعدگی پر نازاں ہونا اگر کوئی شخص بُری غذاؤں کے ہضم کر لینے کا عادی ہو، تو اس کو اس دھوکہ میں نہ رہنا چاہیئے ـــــ کیونکہ اس قسم کی بُری غذائیں ایک عرصہ کے بعد بُرے امراض میں مبتلا کر دیتی ہیں، اس لئے بُری غذاؤں کو رفتہ رفتہ ترک کر دینا چاہیئے۔ (قرشی)۔

کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ردی غذاؤں کا انہضام ایسے حالات سے وابستہ ہو، جو ہم سے پوشیدہ اور ہمارے حدودِ علم سے باہر ہوں، اور یہ حالات زوال پذیر اور بدلنے والے ہوں اس لئے اس کا امکان ہے کہ یہ غذائیں کبھی آگے چل کر ایسے وقت میں استعمال کی جائیں، جب وہ حالات زائل ہو چکے ہوں، اور وہ نقصان و مضرت کی موجب بن جائیں۔

ایک زمانہ میں انسان کی قوت ہاضمہ بلند نقطہ پر ہوتی ہے، پھر وہ رفتہ رفتہ نامعلوم طور پر نیچے اترتی چلی جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ ایک ایسے نقطہ پر پہنچ جاتی ہے کہ اُس وقت اُن ردی غذاؤں کا ہضم کرنا محال ہو جاتا ہے۔

مناسبِ مزاج غذائیں **صفراوی مزاج** کی غذاء مُبَرِّد و مُرَطِّب ہونی چاہیئے؛

دَموی مزاج کی مُبَرِّد، اور جوشِ خون کو ٹھہرانے والی؛

بلغمی مزاج کی مُسَخِّن (گرم) اور مُلَطِّف؛

سوداوی مزاج کی مُرَطِّب و مُسَخِّن (گرم تر)۔ (قرشی)

{قامع. جوشِ خون کی ٹھانے والی، جیسے کھٹے شوربے}

{ملطّف. لطافت و رقت پیدا کرنے والی، بلغم کی چھانٹنے والی}

ان چاروں مزاجوں میں جو غذائیں بتائی گئی ہیں، ان میں اخلاط چہارگانہ کے مزاج کا لحاظ کیا گیا ہے، اور یہ کہ ہر چیز کو توڑنے کے لئے اس کی ضِد کا استعمال کیا جائے۔

بعض غذاؤں کا اکٹھا کرنا | اہلِ تجربہ نے چند غذاؤں کو معدہ میں اکٹھا کرنے سے منع کیا ہے، جن میں سے اکثر چیزوں کی وجہِ ممانعت کو قیاس و استدلال سے ثابت کرنا ہمارے لئے دشوار ہے:

دودھ اور مچھلی | وہ کہتے ہیں کہ تازہ مچھلی اور دودھ اکٹھے نہ کئے جائیں (ساتھ نہ کھائے جائیں) —— یہ جذام اور فالج جیسے امراض پیدا کر دیتے ہیں؛

دودھ اور ترشی | نہ دودھ کو کسی کھٹی چیز کے ساتھ کھایا جائے؛ حتیٰ کہ انھوں نے مَضیرہ (کڑھی) اور اِجّاصِیّہ (آلو بخارے کی غذاء) کو بھی ساتھ کھانے سے روکا ہے؛ (قرشی)۔

مَضِیرہ: وہ غذاء ہے، جس میں کھٹا دہی پکایا جاتا ہے؛ فارسی میں اسے دوغبا (دہی کا شوربا یا سالن) کہا جاتا ہے۔ غالباً یہی چیز "کڑھی" ہے۔

اِجّاصِیّہ: آلو بخارے کی غذاء، جس میں آلو بخارے کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ترشی کا ہونا ضروری ہے۔

دودھ چاول اور ستّو | نہ دودھ چاول کے ساتھ ستّو پیا جائے؛ (قرشی)۔

کہتے ہیں کہ اس سے قولنج پیدا ہو جاتا ہے۔

سِری اور انگور | نہ جانوروں کی سری کے اوپر انگور کھایا جائے؛

ہریسہ اور انار | نہ ہریسہ کے اوپر انار۔ (قرشی)۔

ہریسہ وہ غذا ہے، جس میں جَو، گیہوں، گوشت، گھی، اور دیگر مصالح جوش دئے جاتے ہیں۔ جس چیز کو ہمارے ملک میں **حلیم** کہا جاتا ہے، اُس سے یہ عربی ساخت کی غذا بہت مشابہ ہے۔

مذکورہ بالا چیزوں کے ملنے سے بدنِ انسان کی اندھیری کوٹھری میں کیا وبال پیدا ہو جاتا ہے، یہ ایک **معمّا** ہے اور اسی قسم کے صدہا معمے ہیں، جو "کیمیائے بدن" سے تعلق رکھتے ہیں، اور جو عقل کی کنجی سے قطعاً کھل نہیں ہوتے۔

مشروب کے تدابیر

اس ذیل میں پانی اور شراب کے تدابیر لکھے جاتے ہیں۔

{ مشروب: پینے کی چیز }

کنوئیں اور نہر کا پانی (اصحابِ تجربہ) کہتے ہیں کہ کنوئیں اور نہر کا پانی، تاوقتیکہ اِن میں سے ایک ہضم نہ ہو جائے، دونوں کو اکٹھا نہ کیا جائے۔ (قرشی)

یہ چیز بھی دراصل "دو غذاؤں کے اکٹھا کرنے" کے قبیلے سے ہے، جس میں قیاس کی رہبری کوئی امداد نہیں کرتی۔

بہترین پانی سب سے بہتر نہروں کا پانی ہے، خصوصاً اُن نہروں کا جو پاک صاف مٹی پر بہتی ہوں — ایسا پانی بُری آمیزشوں سے پاک ہوتا ہے؛ یا اُن نہروں کا جو پتھر پر بہتی ہوں، — ایسا پانی **عفونت** سے دور ہوتا ہے؛ — علی الخصوص اُن نہروں کا، جو شمال (اُتر) یا پورب کی طرف بہتی ہوں — اور خصوصاً اُن کا جو زیادہ پستی کی طرف اُتر رہی ہوں — اور خصوصاً اُن کا جو اپنے منبع (سرچشمہ) سے دور ہو چکی ہوں۔

اِن صفات کے ساتھ اگر پانی کا وزن ہلکا بھی ہو، اور پینے والا اسے میٹھا خیال کرے، اور شراب کے ساتھ

جب اسے ملایا جائے، تو وہ اس پانی کی زیادہ مقدار برداشت نہ کر سکے، تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ پانی نہایت خوب ہے، علی الخصوص اگر وہ اِن باتوں کے ساتھ نہایت گہرا اور تیز بہتا ہوا ہو ٭
دریائے نیل (نیلِ مصر) میں اِن میں سے بیشتر خوبیاں جمع ہیں ٭ (قرشی) ٭

شراب کی گرمی اور تیزی کم کرنے کے لئے پانی ملایا کرتے ہیں۔ اگر پانی اچھا ہے، تو تھوڑا پانی کافی ہوتا، اور اس کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے، ورنہ زیادہ پانی ملانا پڑتا ہے ٭

چشمہ، کاریز اور کنواں	**چشمہ** کا پانی غلظت (اور ثقل) سے خالی نہیں ہوا کرتا ہے ٭ (قرشی) ٭

ہاں جب وہ اپنے منبع سے دور ہو جاتا ہے، تو وہ بہت کچھ ہلکا ہو جاتا ہے ٭

قِنیٰ (کاریز) کا پانی چشمہ کے پانی سے زیادہ بُرا ہے ٭ (قرشی) ٭

قِنیٰ (کاریز) قَنات کی جمع ہے۔ قَنات اُس زمین دوز گڑھے اور نالے کو کہتے ہیں، جس میں پانی جاری رہتا ہے؛ اور اصطلاحاً قَنات (کاریز) اُن زمین دوز نالوں کو کہتے ہیں، جن سے کوئیں اور زمین کے اندرونی حصے کا پانی بہ کر سطحِ زمین پر آجاتا ہے۔ یہ ترکیب خاص، سرحد، کابل، اور پہاڑی مقامات میں کھیتیوں کی آبیاری کے لئے مُروّج ہے، جہاں کی زمین ہموار ہونے کی بجائے ڈھلوان ہوتی ہے۔ یہ نالے کوؤں کے ایک سلسلہ کو باہم ملاتے ہیں ٭

کنوئیں کا پانی کاریز کے پانی سے زیادہ بُرا ہے؛ اور سب سے بُرا **نَزّ** (نمناک زمین، سیلی زمین) کا پانی ہے ٭ (قرشی) ٭

نَزٌ اُس زمین کو کہتے ہیں، جس میں گڑھا کھودنے سے پانی رِس رِس کر جمع ہو جاتا ہے۔ ایسا پانی عفونت سے اکثر خالی نہیں ہوتا۔

پانی پینے کا وقت پانی اُس وقت پینا چاہیئے، جب غذاء میں ہفضم (ہضم معدی) شروع ہو جائے (کم و بیش آدھ گھنٹہ کے بعد)۔

کھانا کھانے کے بعد فوراً پانی پی لینا، غذاء کے خام رہ جانے کا باعث ہو جایا کرتا ہے؛ ــــــ اور کھانے کے بیچ میں پانی پینا اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جنہیں اس سے (بیچ میں یا فوراً بعد، پانی پینے سے) بجائے نقصان کے نفع پہونچتا ہے ــــــ ایسے لوگ درحقیقت حارّ المعدہ ہوتے ہیں (جن کے معدہ میں حرارت زیادہ ہوتی ہے)۔ (قرشی)

اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں، تو اِن کے معدہ میں غذاء بگڑ جاتی ہے: اس میں غیر معمولی تغیرات شروع ہو جاتے ہیں (احتراق)۔

پانی اور بھوک بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جنہیں غذاء کی خواہش کمزور ہوتی ہے، پھر وہ پانی پی لیتے ہیں، تو بھوک تیز ہو جاتی ہے ــــــ ایسی صورت اس لئے رو نما ہوا کرتی ہے کہ پانی کی وجہ سے معدہ کی حرارت کی تعدیل ہو جاتی ہے۔ (قرشی)۔

یعنی ایسے لوگوں کے معدہ میں ایک قسم کا سوءِ مزاج حار ہوا کرتا ہے ــــــ جب وہ ٹھنڈا پانی پیتے ہیں، تو اس میں اعتدال آجاتا ہے۔

مانِعاتِ شُرب نہار منہ، ریاضت و حرکت کے بعد، خاص کر حرکت جماع کے بعد، سخت مسہل کے بعد، اور حمّام کے بعد، میٹھوں پر، اور علی الخصوص تربوز و خربوزہ کھانے کے بعد، کوئی شئے پینا نہایت بُرا ہے، خواہ

پانی ہو، یا شراب۔

اور اگر پیئے بغیر چارہ نہ ہو (یعنی پیاس شدید ہو) تو آبخورہ کے تنگ سرے (یا پتلی ٹونٹی) سے چوس چوس کر تھوڑا سا پینا چاہیئے۔

جھوٹی پیاس بسا اوقات پیاس کا سبب لیسدار یا نمکین **بلغم** ہوتا ہے۔ ایسی پیاس کو پانی سے جس قدر بجھانے کی کوشش کی جاتی ہے، اُسی قدر پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے، ـــــ اور اگر صبر سے کام لیا جاتا ہے، تو طبیعت اُس مادّہ کو پکا کر پگھلا دیتی ہے، جو پیاس کا موجب ہے، اور پیاس میں از خود تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات اس قسم کی پیاس شہد جیسی گرم چیزوں کے استعمال سے بجھ جایا کرتی ہے۔ (قرشی)۔

شراب

اچھی شراب وہ ہے، جس کا مزہ اچھا ہو، بو اچھی ہو، رنگ صاف ہو، اور قوام معتدل ہو۔

اچھی علامت شراب کے عمدہ اور کھوٹ سے خالی ہونے کی بہترین علامت یہ ہے کہ شراب کی تھوڑی سی مقدار اگر ایک عرصہ تک چھوڑ دی جائے، تو وہ خراب نہ ہو۔

جس قدر زیادہ عرصہ تک شراب بگڑتی نہیں، اُسی قدر اُس کی خوبی سمجھی جاتی ہے۔

رقیق شراب زیادہ لطیف ہوتی ہے، جلد نشہ لاتی، اور جلد ہی اس کا نشہ دور ہو جاتا ہے۔

گاڑھی شراب دیر میں نشہ لاتی، اور دیر ہی میں اُس کا نشہ دور ہوتا ہے، اور کافی دیر تک

خُمار قائم رہتا ہے ۔ لیکن یہ فربہی بخشتی ہے ــــ علی الخصوص شراب شیریں ــــ لیکن ایسی گاڑھی شراب سے سُدّوں کا اندیشہ ضرور ہے ۔ (قرشی) ۔

خُمار کے معنی یہ ہیں کہ شراب ہضم نہ ہو، اور اس کے فضلات معدہ میں موجود رہیں، جس سے خماری حالت باقی رہتی ہے: یعنی آنکھیں چڑھی رہتی ہیں، سر میں بوجھ ہوتا ہے، اور حواس میں کدورت رہتی ہے ۔

مختلف عمر کی شرابیں | جوانوں اور گرم مزاجوں کے لئے سفید شراب اختیار کی جاتی ہے، جس میں پینے سے کچھ دیر پہلے کافی مقدار میں پانی ملا دیا جاتا ہے (شراب ممزوج) ۔
بوڑھوں کے لئے زرد اور تیز شراب، جس میں تھوڑا سا پانی ملایا گیا ہو ۔
لیکن اگر وہ یہ چاہیں کہ شراب سے تغذیہ اور فربہی حاصل ہو، تو سُرخ شراب اختیار کی جائے ۔
بوڑھے جتنی پی سکیں، پینے دو ــــ بچوں کو بچاؤ ــــ اور جوانوں میں میانہ روی برتو ۔ (قرشی) ۔

حفظِ صحت کے باب میں شراب جیسی زہریلی چیز کے بارے میں ایسی کھلی اجازت محلِ غور ہے۔ جب حافظِ صحت کے لئے غذا، دوائی تک ممنوع ہے، تو شراب اِن کے لئے کیسے مُباح ہو سکتی ہے ۔

شراب کا وقت | شراب اُس وقت استعمال کرنی چاہیے جب غذا، معدہ سے اُترنے لگے (انحدار کے وقت) ۔
کھانے کے درمیان، یا کھانے کے بعد فوراً شراب پینا مُضر ہے، ایسی صورت میں شراب غذا کو خام ہونے کی حالت میں (رگوں کے اندر) نفوذ کرا دیتی ہے ۔
علاوہ ازیں جو لوگ شراب کے عادی ہوتے ہیں، اُنھیں (کھانے کے ساتھ یا اس کے بعد) اتنی تھوڑی مقدار میں

شراب پینے سے، جو صرف غذا کے ہضم میں امداد کرے، فائدہ ہوا کرتا ہے ___ نہ کہ اتنی مقدار میں کہ وہ غذا کو خام حالت میں، نفوذ کرانے کی باعث بن جائے۔

شراب کی مقدار | جب تک سرور بڑھتا جائے، بدن کا رنگ نکھرتا جائے، بشرہ نرم ہوتا جائے، جلد پھولتی جائے، حرکات بدن میں چستی باقی ہو، ہوش و حواس بجا ہوں، اُس وقت تک شراب کی کثرت سے ڈرنا نہ چاہیئے۔

افراط کی علامت | جب غنودگی (اونگھ) بڑھنے لگے، متلی شروع ہو جائے، بدن اور دماغ بوجھل ہونے لگیں، ہوش و حواس میں پریشانی شروع ہو جائے، اور بدن کی حرکات سُست پڑ جائیں، تو سمجھنا چاہیئے کہ اب اس کے چھوڑنے کا وقت آ گیا ___ ایسی حالت میں قے کرا دینا مناسب ہے۔
مگر تھوڑی سی شراب پر قے کرنا بُرا ہے: یہ بدن کی مفید چیزوں کو چھین لیتا ہے۔

شراب کی پیالیاں | چھوٹی پیالیوں میں شراب پینا بڑی پیالیوں سے بہتر ہے۔

وقفہ دینا | پیالیوں کے درمیان اتنا فاصلہ ڈالنا کہ دوسری پیالی پینے سے پہلے، پہلی پیالی کی شراب ہضم ہو جائے، بہتر ہے۔

بزمِ مے اور دوسری آراستگی | مناسب یہ ہے کہ بزمِ مے (شراب کی محفل) لذت بخش نظاروں اور پھولوں سے آراستہ ہو؛ محبوب و مانوس لوگ جمع ہوں؛ مرغوب خوشبوئیں ہوں؛ مسرت بخش راگ گانے کا انتظام ہو؛ ___ اور محفل اُن تمام چیزوں سے پاک ہو، جو نفس میں انقباض اور رُکھن کی موجب بنیں، مثلاً میل کچیل، گندگیِ بغل، گندہ اور کالی مٹیالی

پوشاک

شراب کا دَور بدن اور ہاتھ پاؤں دھونے، چمکدار کپڑے پہننے، ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں کنگھا کرنے اور ناخن تراشنے کے بعد شروع کرنا چاہیئے۔

یہ بھی مناسب ہے کہ بزم شراب بلند، کشادہ، بہتے ہوئے پانی کے قریب آراستہ کی جائے اور صحبت میں خوش طبع اور با مذاق احباب ہوں۔

اتنے شرائط کیوں؟ شراب کے لئے اتنے سامان اور آرایش کی ضرورت کیوں ہے؟ —— اس لئے کہ شراب نفس کی ساری قوتوں کو حرکت میں لے آتی، اور اس کی تمام خواہشوں کو بھڑکا دیتی ہے؛ اس ہیجان وجوش کی حالت میں اگر ساری شہوانی قوتیں اپنے اپنے مطلوب کو نہیں پاتیں، تو وہ دُکھ پاتی، اور گھٹنے لگتی ہیں؛ —— اس لئے نفس ایسی حالت میں پوری طرح نہ شراب کی طرف توجہ کرتا، اور نہ اس میں پورے طور پر عمل کرتا ہے، جس سے شراب کی منفعت گھٹ جاتی ہے؛ بلکہ اکثر اوقات شراب بگڑ جاتی ہے، اس لئے اس کی مضرّت، اُس کی منفعت سے بڑھ جاتی ہے۔ (قرشی)

شراب کے منافع

شراب کے منافع دو قسم کے ہیں: نفسانیہ اور بدنیہ۔ (قرشی)

فوائدِ نفسانیہ: وہ فوائد، جو نفس (جان) سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً سرور بخشنا، غم اور بخل کا زائل کرنا، طبیعت میں جرأت وہمت بڑھانا وغیرہ۔

فوائدِ بدنیہ: وہ فوائد، جن کا تعلق بدن کے اعضاء سے ہے، مثلاً بدن کا رنگ نکھارنا، سُدّے اور مسامات کھول دینا وغیرہ۔

فوائد نفسانیہ | نفس سے تعلق رکھنے والے فوائد اتنے ہیں کہ ان فوائد میں شراب کے برابر کوئی دوسری چیز نہیں۔ وہ یہ ہیں:

شراب سرور بخشتی ہے؛ نفس میں انبساط و تقویت پیدا کرتی ہے؛ امیدوں کو بڑھاتی ہے؛ نفس کو دلیر بناتی ہے؛ بخل، غم، اور برے تفکرات کو زائل کردیتی ہے۔

شراب مالنخولیا کے لئے مفید ترین چیز ہے، کیونکہ شراب تفریح بخشتی ہے، جو وحشت کے متضاد ہے، جو اس مرض میں سودا، سے لاحق ہوا کرتی ہے۔

نیز شراب حسن ظن اور حسن اخلاق پیدا کرتی ہے؛ قوی الدماغ لوگوں کے دماغ کو اور بھی قوی کردیتی ہے کیونکہ ایسے لوگوں کے دماغ شراب کے نشہ آور بخارات (اور اجزاء خمریہ) سے متاثر نہیں ہوا کرتے؛ ـــــ بلکہ شراب کی لطیف حرارت سے متاثر ہوا کرتے ہیں، اس لئے ان لوگوں کا ذہن شراب سے صاف ہوجاتا ہے ـــــ ایسا کہ کسی دوسری چیز سے ویسا صاف نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ قوی الدماغ لوگوں کو جلد نشہ نہیں آیا کرتا ـــــ چنانچہ نشہ دیر میں آنے، یا جلد آنے سے دماغ کی قوت اور اس کی کمزوری معلوم ہوجایا کرتی ہے۔ (قرشی)

یعنی قوی الدماغ کو شراب سے نشہ دیر میں، اور ضعیف الدماغ کو نشہ جلد آیا کرتا ہے۔ گویا یہ دماغ کی کمزوری اور قوت کے ناپنے کا ایک پیمانہ اور امتحان ہے۔ شراب پلادی، اور اثرات کا ملاحظہ کرتے رہے۔

فوائد بدنیہ | شراب کے وہ فوائد، جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اگرچہ دوسری معجونوں اور دوسرے مرکبات

سے حاصل کئے جا سکتے ہیں، لیکن بہ دشواری، ــــ وہ یہ ہیں:
شراب بدن کا رنگ نکھارتی ہے، اِسے روشن، بَرّاق اور چمکدار بناتی ہے؛
حرارت عزیزیہ کو قوی کرتی، اور اسے اُبھارتی ہے؛
رطوبات میں نفخ بخشتی، اور انھیں پھسلاتی ہے؛
نالیوں (اور رگوں) کو کھولتی، اور اِن کے سُدّوں کو زائل کر دیتی ہے؛
مسامات کو کھولتی، اور ہضم میں تقویت پہونچاتی ہے؛
روح کو بڑھاتی، اور اُسے لطیف بناتی اور روشن کرتی ہے؛
خون کو روشن کرتی اور اُس کا تنقیہ کرتی ہے؛
بلغم میں نُضج، لطافت اور رقت بخشتی ہے؛
صفراء کو (پیشاب کی راہ) بہاتی، اور اس میں رطوبت بڑھاتی ہے؛
سوداء کے مزاج کی تعدیل کرتی، اس کی مضرتوں کو توڑتی، اور اُسے خارج کرتی ہے ÷
شراب کے فوائد جس قدر قوت نفسانیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اُس سے زیادہ قوت طبعیہ اور حیوانیہ سے۔ (قرشی) ÷

قوت طبعیہ کے فوائد ــــ ہضم کو قوی کرنا، معدہ کو قوت بخشنا، غذاء کا نفوذ کرانا، صفراء کا ادرار کرنا، بلغم کو چھانٹنا اور نضج دینا، سوداء کو پھسلا کر خارج کرنا، بدن کو فربہ کرنا، رنگ نکھارنا، اور عروق و مجاری کا کھولنا ÷

قوت حیوانیہ کے فوائد ــــ قلب کو قوی کرنا، حرارت عزیزیہ کو بھڑکانا، روح میں زیادتی، لطافت اور نورانیت بخشنا ÷

قوت نفسانیہ کے فوائد ــــ ذہن کو صاف کرنا، اور روح کو لطیف بنانا ÷

یہ دونوں فوائد بھی محدود حد تک ہیں، ورنہ شراب کے اجزاء جب زیادہ مقدار میں پہنچ جاتے ہیں، تو دماغ کے افعال مختل ہوجاتے ہیں۔

شراب کے نقصانات

شراب کی مُداوَمت (دوامی استعمال) ذہن کو کند کرتی، اعصاب کو ڈھیلا کرتی، اور رعشہ و تشنج پیدا کرتی ہے۔
بسا اوقات شراب کا متوالا (سَکرَان) مرض سکتہ سے ہلاک ہوجاتا ہے۔
شراب خالص | گرم ہے، خون کو جلا ڈالتی، دماغ اور جگر کے مزاج کو بگاڑ دیتی ہے۔
نئی شراب | نئی شراب (مُسطار) سے ذوسنطاریا (خونی اسہال) کا اندیشہ ہے، کیونکہ ایسی شراب نفخ و اسہال کا باعث بنتی ہے۔ (قرشی)۔

مُسطار: نئی شراب، جس پر چھ ماہ نہ گذرے ہوں۔ یہ لفظ مُعَرّب ہے۔
ذوسنطاریا: خونی اسہال کا نام ہے جو ہیضہ کی وجہ سے نہ ہو۔

تواتر استعمال | متواتر نشہ (شراب کا متواتر استعمال) دماغی قوی اور اعصاب کو کمزور کردیتا ہے۔ (قرشی)۔

چونکہ قرشی اُن لوگوں میں سے ہیں، جو صحت کی حالت میں شراب کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں، اس لئے وہ اس کی تحدید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحدید | ایک ماہ میں دو مرتبہ شراب پینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس سے دماغی قوتوں کو راحت مل جاتی ہے۔ (قرشی)۔

لیکن جو لوگ شراب کو دشمن صحت قرار دیتے ہیں، وہ سال بھر میں ایک مرتبہ بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔

بیرونی حرارت و برودت | ٹھنڈا موسم اور ٹھنڈا ملک شراب کی

کثرت و قوت (تیزی) کے زیادہ متحمل ہوتے ہیں۔ (قرشی)

یہی وجہ ہے کہ یورپ جیسے ٹھنڈے ممالک میں اس کا رواج بہت عام ہے۔ اگرچہ محتاط لوگ، جو حفظ صحت کے قوانین کا احترام جانتے ہیں، وہاں بھی اس "آگ" کے پاس نہیں جاتے۔

نقلِ شراب جہاں تک ممکن ہو، شراب کے ساتھ نقل استعمال نہ کیا جائے۔ (قرشی)

"نُقل" اس شئے کو کہتے ہیں، جو شراب کے ساتھ منہ کا مزا بدلنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے، مثلاً کباب، جو ایک مشہور نقل ہے۔ اور دوسرے بہت سے نقل کی مثالیں ذیل میں آنے والی ہیں۔

نُقلِ محرورین لیکن گرم مزاجوں (محرورین) کو گاہے انار میخوش (کھٹ مِٹھا) سیب، ناشپاتی، زعرور (جنگلی سیب) قرص لیمو، حماض اُترج (ترنج کا چوکا) اور شربت ترنج کے نُقل سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ — بلکہ گرم مزاجوں میں گاہے اقراص کافور سے نقل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، جیسا کہ تپِ دق والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ (قرشی)

یعنی تپ دق والوں کو گاہے شراب پلاتے ہیں، اور شراب کی حدت زائل کرنے کے لئے "اقراصِ کافور" نقل کے طور پر کھلاتے ہیں، جو ایک مبرد دوا ہے۔ "اقراص کافور" ایک مرکب دوا ہے، جس میں کافور ایک جزء کے طور پر شریک ہے۔ علیٰ ہذا "اقراص لیموں" میں لیموں۔

نقلِ مبرودین ٹھنڈے مزاج کے لوگ (مبرودین) بعض اوقات جوارش سیب، جوارش بہی، گلقند، چھوہارے اور پستہ کے نُقل سے نفع پاتے ہیں۔

نُقلِ مرطوبین مرطوب مزاج کے لوگ گاہے قضامہ زیتون الماء (پانی کے زیتون)، نمکین پستہ، اور نمکین بادام کے

نقل سے نفع پاتے ہیں ۔ (قرشی)

قُضامہ (چبینے) : اُن خشک چیزوں کو کہتے ہیں، جن کو دانتوں سے توڑنا پڑتا ہے، جیسے بُھنے چنے ۔

زیتون الماء یا پانی کا زیتون، اس سے مراد وہ کچا زیتون ہے، جو نمک اور پانی میں بھگویا جاتا ہے ۔

نشہ روکنے والی چیزیں وہ چیزیں جو نشہ میں تاخیر پیدا کر دیتی ہیں، اُن میں سے ایک تو بادام کا، علی الخصوص کڑوے بادام کا، نُقل ہے ــــ اگر پچاس کڑوے بادام شراب سے پہلے استعمال کر لئے جائیں، تو یہ نشہ کو روک دیتے ہیں ۔

اسی طرح تخم **قُنَّبِیط** (گوبھی کے بیج) کا نقل بھی، جو نمکین کر لئے گئے ہوں، اور شراب سے پہلے غذاء قُنَّبِیطِیّہ اور غذاء کَرَنبِیّہ کا کھانا بھی نشہ میں تاخیر پیدا کر دیتا ہے ۔

علیٰ ہذا مُدِرّاتِ بول کا استعمال بھی نشہ میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے ۔

روغنی ثرید اگرچہ نشہ میں تاخیر پیدا کر دیتا ہے لیکن یہ زیادہ شراب پینے نہیں دیتا ۔ (قرشی) ۔

قُنَّبِیط اور **کَرَنب** نباتات کے لحاظ سے ایک خاندان کی چیزیں ہیں، جن کو ہم لوگ اردو میں گوبھی اور کرم کلہ کہتے ہیں ۔ **قُنَّبِیطِیّہ** گوبھی کی غذاء، **کَرَنبِیّہ**: کرم کلے کی غذاء ۔

ثرید : ایک نہایت لذیذ عربی غذا ہے، لیکن ہمیں صرف اس قدر معلوم ہے کہ شوربے میں چوری ہوئی روٹی کو ثرید کہتے ہیں ۔

جلد نشہ لانے والی چیزیں وہ چیزیں جن سے شراب کا نشہ جلد آتا ہے، اُن میں سے ایک تو جا ئفل (جوز بُوا) کا نقل کرنا، اور اس کو شراب میں بھگونا ہے ــــ

اسی طرح **عُود ھِندی** (اگرِ ہندی) اُشْنَہ ، برگِ بھنگ،

اور زعفران بھی اسی قسم کی چیزوں میں شامل ہے ❖

یہ تمام چیزیں (شراب کے بغیر یا تنہا بھی نشہ آور (مُسکِر) ہیں (چہ جائیکہ شراب کے ساتھ)

رہی اجوائن خراسانی، لُفّاح، شوکران، اور افیون یہ تو سخت نشہ آور چیزیں ہیں۔ اور صرف ایسے لوگوں میں استعمال کی جاتی ہیں، جن کا کوئی علاج بہوشی میں کرنا ہو، جسے وہ ہوشیاری میں برداشت نہیں کر سکتے ❖

مثلاً اعمال جراحیہ کے وقت عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر لینا (عضو کٹنا)، شگاف لگانا، داغ دینا وغیرہ ❖

لُفّاح: اسی کی جڑ کا نام یَبْرُوج (بھینا بھمنی) ہے یہ ایک بوٹی ہے، جو نہایت مخدر یعنی سُن اور بےحس کرنے والی چیز ہے ❖

"شوکران" بھی ایک مخدر (سُن کرنے والی) بوٹی ہے ❖

شراب کی بو کا دور کرنا جن چیزوں سے شراب کی بو دور ہو جاتی ہے، اُن میں سے خشک دھنیا، راسن، اور دارچینی ہے ❖ (قرشی) ❖

رَاسَن ملک شام کی سونٹھ (زنجبیل شامی) کا نام ہے جس کے پتے خوشبودار اور جڑیوں کے بازو کے مانند ہوتے ہیں ❖

شراب کے ساتھ آمیزش جو چیزیں شراب کے ساتھ ملائی جاتی ہیں، ان میں سب سے بہتر چیز پانی ہے ❖

گاہے شراب عرق گاؤزبان کے ساتھ ملائی جاتی ہے جس سے شراب کی قوتِ تفریح بڑھ جاتی ہے، اور شراب اس آمیزش کی وجہ سے سرور خوب لاتی ہے ❖

گاہے شراب [illegible] کے ساتھ ملائی جاتی ہے۔ ایسی شراب معدہ اور قلب کو زیادہ قوت بخشتی ہے ❖

گاہے شراب چوزوں کے، یا گوشت کے شوربوں کے

ساتھ ملائی جاتی ہے ـــــ ایسا اُن لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے، جو غشی میں مبتلا ہوں، یا نڈھال ہو چکے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر تنہا شوربا دیا گیا، تو شاید اعضاء تک پہونچتے پہونچتے زندگی کا چراغ ہی گُل ہو جائے۔ (قرشی)

گاہے غشی اور ناتوانی کی حالت میں ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی فوری غذاء پہونچائی جائے۔ اس لئے شوربہ کے ساتھ شراب ملا کر پلا دیتے ہیں، کیونکہ شراب اپنی قوتِ نفوذ کی وجہ سے شوربہ کو جلد نفوذ کرا دیتی، اور اعضاء تک غذاء فوراً پہونچ جاتی ہے۔ اگر تنہا شوربہ دیا جائے تو وہ دیر میں اعضاء تک پہونچے، جب تک مریض کے ہلاک ہونے کا خوف رہتا ہے، کیونکہ ناتوانی اِس حد تک ہوتی ہے کہ وہ بلا غذاء زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

حرکت وسکونِ بدنی کے تدابیر

حرکت وریاضت کی حاجت غذاء کے بغیر بدن کی بقا محال ہے، اور کوئی غذاء ایسی نہیں، جو ساری کی ساری جزو بدن بن جائے (اور اس سے کوئی فضلہ نہ بچے) ـــــ بلکہ غذاء کے ہر ہضم کے وقت کچھ نہ کچھ بچنا ضروری ہے (جس کو **فضلہ** کہا جاتا ہے۔

اب اگر اس فضلہ کو بدن کے اندر یوں ہی چھوڑ دیا جائے ـــــ اور ایک عرصہ کے بعد اس کی کثرت ہو جائے، تو ظاہر ہے کہ آخرکار بدن میں اس کی اتنی مقدار اکٹھی ہو جائیگی جو اپنی کیفیت اور کمیّت (مقدار) سے باعثِ مضرت بن جائیگی۔ کیفیت سے اس طرح کہ وہ بذاتِ خاص، یا عفونت کے ذریعہ بدن میں حرارت پیدا کر دے گی ـــــ یا بذاتِ خاص یا حرارت غریزیہ کو بجھا کر بدن میں برودت پیدا

کر دے گی ۔
کمیّت سے اس طرح کہ وہ عروق و مجاری میں سدّے اور بدن میں گرانی پیدا کر دے گی، اور اِحتباس کے امراض کی موجب بن جائے گی ۔ (ترشی) ۔

اِحتباس کے امراض ـــــ وہ امراض جو مواد کے بند ہو جانے سے عارض ہوتے ہیں، مثلاً قبض، قولنج، استسقاء، ورم وغیرہ ۔

اور اگر اس فضلہ کو دواؤں کے ذریعہ خارج کیا جائے ـــــ تو بدن میں ادویہ سے اذیت پہونچیگی کیونکہ اس قسم کی اکثر دوائیں زہریلی ہی ہوا کرتی ہیں ۔
نیز یہ دوائیں بدن سے کار آمد اخلاط (اخلاط صالحہ) کو بھی نکال دیا کرتی ہیں ۔
الغرض یہ فضلات، خواہ بدن کے اندر یوں ہی چھوڑ دئے جائیں، یا دواؤں کی امداد سے خارج کئے جائیں، دونوں صورتوں میں باعث ضرر ہیں ۔
اس قسم کے فضلات کی پیدائش کو روکنے کے لئے حرکت و ریاضت قوی ترین اسباب میں سے ہے ـــــ کیونکہ حرکت اعضاء کو گرم کرتی، اور اُن کے فضلات کو (پگھلا کر) بہاتی ہے، جس سے یہ ایک عرصہ کے بعد بھی بدن کے اندر کافی مقدار میں اکٹھے نہیں ہونے پاتے ۔
علاوہ ازیں حرکت و ریاضت (۱) بدن کو ہلکا کر دیتی، اور اس میں چستی لاتی ہے؛ (۲) اسے غذا قبول کرنے کے لئے آمادہ بنا دیتی ہے؛ (۳) جوڑوں میں سختی؛ اوتار، رباطات اور اعصاب میں مضبوطی پیدا کرتی ہے؛ اور (۴) سارے مادّی امراض، اور اکثر مزاجی امراض سے محفوظ و

ہارمون رکھنی ہے' ـــــ بشرطیکہ ریاضت معتدل ہو' مناسب وقت پر ہو' اور اس کے ساتھ باقی تدابیر بھی ٹھیک ہوں ۔ (قرشی)۔

ریاضت ایک بے بدل چیز ہے | اسی بناء پر اطباء کا دعوٰے ہے کہ اس مقصد کے لئے ریاضت ایک ضروری چیز ہے' اور کوئی دوسری چیز اس کی قائم مقام (بدل) نہیں بن سکتی ـــــ نہ شراب اور نہ حمام ۔

مادی امراض وہ ہیں' جو کسی فاسد مادہ اور اخلاط کے بگاڑ سے پیدا ہوتے ہیں' یعنی ان میں سوء مزاج مادی ہوتا ہے ۔

مزاجی امراض (سوء مزاج سادہ) وہ ہیں جو فسادِ مزاج سے پیدا ہوتے ہیں ۔

ریاضت کا وقت | ریاضت کا صحیح وقت یہ ہے کہ غذا معدہ سے اتر چکی ہو' اور ہضم معدی کی تکمیل ہو چکی ہو ۔

معتدل ریاضت | وہ ہے' جس میں بشرہ سرخ ہو جائے' اور پھول جائے' اور پسینہ شروع ہو جائے ۔

جس ریاضت میں پسینہ زیادہ بہ جائے' تو سمجھنا چاہیئے کہ ریاضت میں زیادتی ہو گئی (وہ ریاضت غیر معتدلہ: ریاضت مُفرطہ ہے) ۔

ہر عضو کی ریاضت | جس عضو کی ریاضت زیادہ کی جائے' وہ عضو قوی ہو جاتا ہے' ـــــ علی الخصوص اسی قسم کی ریاضت پر' جس کا وہ عادی بن چکا ہے ۔ ـــــ بلکہ ہر قوت کا یہی حال ہے ؛ چنانچہ جو شخص زیادہ یاد کرتا ہے' اُس کی قوتِ حافظہ بڑھ جاتی ہے' ـــــ اسی طرح جو شخص فکر و تخیل (سوچ بچار) سے زیادہ کام لیتا ہے ۔ (قرشی)۔

"جو شخص فکر و تخیل سے زیادہ کام لیتا ہے" ـــــ اسکی قوتِ مفکرہ اور متخیلہ بڑھ جاتی ہے' یعنی اُس کے سوچنے اور خیال کرنے کی قوت

بڑھ جاتی ہے۔

مختلف اعضاء کی ریاضت ہر عضو کی ایک مخصوص ریاضت ہے، چنانچہ **سینہ کی ریاضت** (آواز سے) پڑھنا ہے ــــ پڑھنے میں مناسب یہ ہے کہ پہلے ہلکی آواز نکالی جائے، پھر بتدریج اسے بلند کیا جائے۔

قوت سامعہ کی ریاضت خوشگوار اور عمدہ نغموں کا سننا ہے۔

باصرہ (بینائی) کی ریاضت کبھی کبھی باریک خطوط کا پڑھنا، اور اچھے مناظر کا دیکھنا ہے۔

گھوڑے کی سواری سے، جو اوسط درجہ کی ہو، تمام بدن کی ریاضت ہو جاتی ہے، ــــ یہ تسخین کے مقابلہ میں تحلیل زیادہ کرتی ہے ــــ یہ مرض سے اٹھے ہوئے کمزوروں (ناقِہین) کے لئے مفید ہے، ــــ اس عمل سے ان کے بقایا امراض تحلیل ہو جاتے ہیں۔

یہی حال ہلکے ہلکے جھولا جھولنے (تَرَجُّح) کا ہے۔ رہا گھوڑے کا دوڑانا، تو وہ تحلیل بھی زیادہ کرتا ہے، اور تسخین بھی۔ (قرشی)۔

"تسخین کے مقابلہ میں تحلیل زیادہ کرتی ہے"۔ یعنی بدن میں گرمی پیدا کرنے سے زیادہ بدن کی رطوبتوں کو تحلیل کرتی ہے۔

{تسخین: گرم کرنا: تَحلِیل: رطوبات کو لطیف بنا دینا}۔

صَوَلَجان (گیند بلا) صولجان کی دو قسمیں ہیں: بڑا، اور چھوٹا۔ بڑا صولجان گھوڑے پر سوار ہو کر کھیلا جاتا ہے، اور چھوٹے صولجان میں سارے کھلاڑی پیادہ پا ہوتے ہیں۔

صَوَلجان کھیلنے میں بدن اور نفس، دونوں کی ریاضت ہو جاتی ہے ــــ **نفس کی ریاضت** اس لئے کہ

جیتنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے، اور ہارنے سے غصہ آتا ہے (اور یہ دونوں نفس کے حرکات ہیں) ٭
یہی حال گھوڑ دوڑ کے مقابلہ کا بھی ہے ٭

کشتی اور جہاز کی سواری | کشتی اور جہاز کی سواری اخلاط میں حرکت اور جوش پیدا کرتی، اور جذام و استسقاء جیسے مُزمن امراض کا قلع قمع کرتی (جڑ سے اوکھیڑ دیتی) ہے ——— اس لئے کہ اس سے ایک وقت نفس پر اگر خوشی کی کیفیت طاری ہوتی ہے، تو دوسرے وقت خوف کی؛ نیز یہ معدہ اور ہضم کو تقویت بخشتی ہے ٭
اگر اس سے متلی اور قئے کی تحریک شروع ہو جائے، تو مواد کے خارج ہونے سے انسان کو نفع پہونچتا ہے، اس لئے اس کو جلد بند کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے ٭ (قرشی) ٭

جہاز کی سواری میں خوشی کی کیفیت ——— اس لئے طاری ہوتی ہے کہ سمندر کا عجیب و غریب منظر انسان کو بھلا معلوم ہوتا ہے؛ علی الخصوص صبح و شام سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت ایک طرف سمندر کی لہریں، اور دوسری طرف آسمان کے کنارے (اُفق) کی دلفریب رنگینیں ٭

دَلک (مَالِش)

دَلک (مالش) بھی ریاضت کے زمرہ میں داخل ہے ٭ (قرشی) ٭

ریاضت کی طرح بدن کی مالش سے بھی بدن کے فضلات تحلیل ہوتے، رطوبات میں رِقّت آتی، بدن میں ایک لطیف حرارت پیدا ہوتی، اور اوتار و عضلات میں سختی اور مضبوطی آتی ہے ٭

مالش کی قسمیں | متعدد ہیں: (۱) دَلک خَشِن (کھردری مالش)؛ (۲) دَلک صُلب (سخت مالش)؛ (۳) دَلک لَیِّن (نرم مالش)؛

(۴) دَلک کثیر (جو دیر تک کی جائے)؛ (۵) دَلک قلیل (۶) دَلک معتدل ۔

اب ذیل میں ان ہی اقسام اور ان کے احکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کھردری مالش (دَلک خَشِن) کھردرے اور سخت ہاتھوں سے کی جاتی ہے، یا ہاتھ پر کھردرا اور سخت کپڑا (گاڑھا کپڑا) لپیٹ لیا جاتا ہے۔

> کھردری مالش سے بدن کا رنگ سُرخ ہو جاتا، اور اس میں فربہی آ جاتی ہے ۔۔۔ بشرطیکہ اتنی زیادہ مالش نہ کی جائے، کہ "تحلیل کامل" اِفراط کی صورت اختیار کرلے۔

سخت اور نرم مالش سخت مالش (دَلک صُلب) میں خوب زور سے اور ہاتھوں کو دبا کر مالش کی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں نرم مالش (دَلک لَیّن) ہے، جو نرم ہاتھوں سے کی جاتی ہے۔

> سخت مالش سے کمزور اعضاء سخت اور مضبوط ہوتے ہیں۔
> نرم مالش سے اعضاء نرم اور ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔
> دَلک کثیر سے بدن لاغر ہو جاتا ہے۔
> دلک معتدل (بہ لحاظ مدت) سے بدن میں فربہی اور تازگی آتی ہے۔ (قرشی)۔

دلک استعداد اور دلک استرداد

ریاضت سے پہلے جو مالش کی جاتی ہے، اُسے دَلک اِستِعداد کہتے ہیں، اور جو مالش ریاضت کے بعد کی جاتی ہے اُسے دَلک اِسترداد۔

{اِستعداد: آمادہ کرنا۔ اِسترداد: واپس لوٹانا}۔

> مناسب ہے کہ ایک مالش ریاضت کرنے سے پہلے کی جائے، تاکہ بدن میں ریاضت کی استعداد و قابلیت پیدا ہو جائے؛ ۔۔۔ اور ایک مالش ریاضت کے بعد؛ تاکہ قوت و توانائی بدن میں لوٹ آئے، اور تاکہ عضلات

کی اور جلد کے آس پاس کی رطوبتیں، جو ریاضت سے تحلیل نہ ہو سکی ہیں، وہ تحلیل ہو جاتی ہیں ــــــ مگر مناسب یہ ہے کہ ریاضت کے بعد کی مالش بہتیرے ہاتھوں سے ہو، تاکہ بدن کے مختلف موقعوں پر (بدن کے سرد ہونے سے پہلے) پڑ سکیں ۔ (قرشی) ۔

ورنہ جب بدن ٹھنڈا ہو جاتا ہے، تو وہ رطوبتیں جم جاتی ہیں، جو ریاضت کی حرارت سے رقیق ہو گئی تھیں، اور مالش سے کافی فائدہ نہیں پہونچتا ۔ "بہتیرے ہاتھوں سے ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ مالش کرنے والے کا ہاتھ بدن پر مختلف وضع اور مختلف سمت میں جلد جلد اور تیزی کے ساتھ پھرے ــــ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہاتھوں کی تعداد زیادہ ہو ۔ (نفیس) ۔

لیکن اگر متعدد آدمی میسر ہوں، جو مختلف اعضاء کی مالش کریں، تو مذکورہ بالا مقصد اس صورت میں زیادہ خوبی سے حاصل ہو جائیگا ۔

نیند و بیداری کے تدابیر

بہترین نیند وہ ہے جو (۱) گہری ہو؛ (۲) متصل اور مسلسل ہو؛ (۳) مقدار کے لحاظ سے اوسط درجہ کی ہو؛ (۴) غذاء کے ہضم ہو جانے کے بعد پیدا ہوتی ہو جب غذاء کا انحدار شروع ہو چکتا ہے، اور ہضم کے وقت جو نفخ و قراقر ہوا کرتا ہے، اس میں سکون آ چکا ہوتا ہے ۔

نیند سے ہضم میں امداد جو شخص ہضم میں نیند سے امداد حاصل کرنی چاہے، اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ تھوڑی دیر تک دائیں کروٹ سوئے، تاکہ غذاء قعرِ معدہ میں اتر جائے ــــ قعرِ معدہ دائیں طرف جھکا ہوتا ہے، اس لئے جگر کو جذبِ غذاء میں آسانی حاصل ہے ــــ نیز قعرِ معدہ میں

ہضم کی قوت بھی زیادہ ہے ÷
پھر وہ بائیں کروٹ دیر تک سوئے، تاکہ معدہ جگر کے گھیرے میں آجائے، اور معدہ زیادہ گرم ہوجائے ÷
پھر جب ہضم کی تکمیل ہوچکے، تو اب دائیں کروٹ لوٹ آئے، تاکہ جگر کی طرف غذاء کے اُترنے میں مدد ملے ÷ (قرشی) ÷

جگر بمقابلہ معدہ کے جوف شکم میں دائیں طرف واقع ہے؛ اس لئے جب آدمی دائیں کروٹ پر سوے گا، تو جگر نیچے آجائے گا، اور رطوبات کیلوسیہ (خلاصۂ غذاء) طبعی ثقل سے نیچے کی طرف زیادہ مائل ہوں گی ÷
اس موقعہ پر اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا ÷

نیند میں پسینہ کی کثرت نیند کی حالت میں بیداری کی بہ نسبت زیادہ پسینہ (اگر آتا ہے، تو) اس وجہ سے آتا ہے کہ نیند کی حالت میں طبیعت کو مادّہ پر غلبہ حاصل ہوتا ہے ÷

بیداری میں پسینہ کی کثرت بیداری میں زیادہ پسینہ (اگر آتا ہے، تو) اس وجہ سے آتا ہے کہ اس حالت میں بدن کی رطوبتوں میں سَیَلان (بہاؤ) پیدا ہوجاتا ہے ÷

انتباہ: جس شخص کو نیند میں پسینہ زیادہ آئے، اور بظاہر اس کا کوئی سبب نہ ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کا بدن غذا یا خلط سے بھرا ہوا ہے ÷ (قرشی) ÷

یہ عام بات ہے کہ موسم گرما میں، محنت و مشقت کے وقت، اور جسم کو گرم کرنے کی صورت میں پسینہ خارج ہوا کرتا ہے ÷
لیکن بعض لوگوں کو نیند میں پسینہ بکثرت آتا ہے، اور جب وہ بیدار ہوکر بیٹھ جاتے ہیں، تو پسینہ کم ہوجاتا ہے، ان دونوں صورتوں میں پسینہ کے خارج ہونے کی وجہ الگ الگ ہے، اس لئے مصنف نے اسے بہ وضاحت

بتا دیا۔

نیند میں طبیعت کو مادہ پر کیوں غلبہ ہوتا ہے؟ اس وجہ سے کہ نیند کی حالت میں حرارت غریزی اندرون بدن میں اکٹھی ہو جاتی، اور دیگر مشاغل سے آزاد ہونے کے باعث کم خرچ ہوتی ہے، اس لئے بدن کے مواد کو پسینہ کی راہ خارج کرنے میں لگ جاتی ہے۔

بیداری میں پسینہ کیوں زائد آتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں حرارت بیرونی اعضاء کی طرف مائل رہتی ہے۔ نیز بیداری میں علی العموم حرکت ہوتی رہتی ہے، اس لئے بیرونی اعضاء زیادہ گرم ہو جاتے اور ان اعضاء کی رطوبتیں بہ بہ کر پسینہ کی صورت میں خارج ہوتی ہیں۔

استفراغ و احتباس کے تدابیر

قبض طبیعت، یعنی براز، کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر قبض ہو، تو رفع قبض کرنے کے لئے کوئی چکنا (روغنی) سادہ شوربا (اسفید باجہ) دیں، جس میں چقندر یا پالک کی بڑی مقدار شامل کی گئی ہو؛ یا غدار لیموں نیہ تخم قرطم (کڑ) کے ساتھ۔

انجیر اور تخم قرطم کا مرکب نہایت عمدہ ملیّن ہے، بالخصوص بوڑھوں کے لئے۔ (قرشی)

اسفید باجہ: گوشت کا سادہ شوربہ، جس میں گرم مصالح وغیرہ نہ ہوں۔

مُلیّن وہ معمولی دست آور دوا ہے، جس سے قبض رفع ہو جاتا ہے۔ ملیّن اور مسہل میں فرق یہ ہے کہ مسہل سے سارے بدن کے مواد متاثر ہوتے ہیں، اور ملیّن فقط آنتوں کے مواد کو چھیڑتا ہے۔

یا مسہل شیافات (بتیوں) سے، یا ہلکے حقنوں سے قبض رفع کریں۔

روغن، بالخصوص روغن زیتون شیریں کا حقنہ بوڑھوں

کے لئے فائدہ مند ہے ـــــ اس سے قبض رَفع ہو جاتا، اور آنتوں میں حرارت و رطوبت حاصل ہو جاتی ہے۔ (قرشی)۔

مسہل شیافات: فُتُل مُسْہِلَہ: یہ گاہے کپڑے سے بنائی جاتی ہیں، اور دوائیں لتھیڑ دی جاتی ہیں، اور بعض اوقات خالص ادویہ سے تیار کی جاتی ہیں، مثلاً صابون وغیرہ۔

اِسہال: اگر براز زیادہ نرم ہو جائے (دست آنے لگیں)، تو اُسے بند کرنے کے لئے سُمَّاقِیَّہ، حِصْرَمِیَّہ، زِرِشْکِیَّہ، حُمَّاضِیَّہ، یا تُفَّاحِیَّہ جیسی کوئی (قابض) غذا کھلائیں۔
ایسی حالت میں چقندر اور روغن کا استعمال کم کر دینا چاہیئے۔ (قرشی)۔

سُمَّاقِیَّہ: سُمَّاق کی غذا۔ حِصْرَمِیَّہ: انگور خام (ترش) کی غذا۔ زِرِشْکِیَہ: زرشک کی غذا۔ حُمَّاضِیَّہ: چوکے کی غذا۔

یہ سب چیزیں ترش اور قابض ہیں۔
چقندر اور روغن کو دستوں کی حالت میں اس لئے روکا گیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ملین ہیں۔

خلاصہ استفراغ و احتباس کے ذیل میں قبض و اسہال کا ذکر مثالاً آگیا ہے، اس لئے کہ صحت کی حالت میں یہ چیزیں دن رات پیش آیا کرتی ہے۔
قبض اگر احتباس کی مثال ہے، تو اسہال، یا اجابت کی نرمی، استفراغ کی ـــــ اِن دونوں صورتوں میں جو تدبیریں بتائی گئی ہیں، اس میں ایک لطیف نکتہ مضمر ہے، جس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے: یعنی قبض کی حالت میں رفع قبض کے لئے جو تدبیریں لکھی گئی ہیں،

وہ سب کی سب ہلکی ہیں، اور غذا رکے قبیلے سے ہیں، جو عام طور پر کھائی جاتی ہیں، ان میں تیز مسہل دواؤں کا نام بھی نہیں آیا۔

علی ہذا اسہال کی صورت میں جو قابض چیزیں لکھی گئی ہیں، وہ بھی ساری کی ساری غذائیں ہیں، جو دن رات کھائی جاتی ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ صحت کی حالت میں اگر کچھ انحرافات نمودار ہو جائیں، تو حتی الامکان غذاؤں اور ہلکی تدبیروں سے کام لیا جائے۔ قوی مسہلات اور قوی قابضات کے استعمال کی اجازت اگر دی جا سکتی ہے، تو شدید امراض کی صورت میں۔

حفظ صحت میں حمّام اور جماع

چونکہ حمّام اور جماع اُن امور میں سے ہیں، جو صحت کی حالت میں عادۃً استفراغ کے باعث بنتے ہیں، اِس لئے مناسب ہے کہ (استفراغ و احتباس کے سلسلے میں) ہم ان دونوں کا بیان بھی لکھیں۔ (قرشی)

چنانچہ حمّام پسینہ اور بخارات کے ذریعہ اور جماع منی کے ذریعہ استفراغ مواد کا موجب ہوا کرتا ہے۔

حمّام

بہترین حمام بہترین حمام وہ ہے جو (۱) پُرانا بنا ہوا ہو، (۲) اس کا پانی شیریں ہو، (۳) اُس کی فضا کشادہ ہو (یعنی اس کے کمرے فراخ ہوں) (۴) اُس کی گرمی اوسط درجہ کی ہو (۵) اس کا پہلا کمرہ مبرّد و مرطب ہو، دوسرا مسخن و مرطب، اور تیسرا مسخن و مجفف۔ (قرشی)

وہ حمام جس کی تعمیر ابھی ہوئی ہو، وہ بُرا اس لئے ہے کہ نئی دیواروں سے چونے اور گچ وغیرہ کے بخارات ایک عرصہ تک نکلتے رہتے ہیں، جو انسان کی صحت کے لئے مضر ہیں، علی الخصوص حمام جیسے گرم مقام میں، جہاں حرارت کی وجہ سے بڑے بڑے سانس لینے پڑتے ہیں ؁

حمام کے تین کمرے، یا تین درجے ——— یعنی بہترین حمام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے مختلف درجات ہوں، جن کی حرارت درجہ بہ درجہ بڑھتی چلی جائے، حتیٰ کہ آخری کمرہ میں اتنی حرارت ہو کہ وہ پسینہ بہا کر بدن میں خشکی (جفاف) پیدا کر دے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ "تیسرا کمرہ مسخن اور مُجفِّف (خشکی پیدا کرنے والا) ہو" ؁

ہدایات متعلقہ حمام	حمام کے گرم کمرے میں (مثلاً تیسرے کمرے میں) یک لخت نہ گھسنا چاہیئے، بلکہ درجہ بہ درجہ ——— علیٰ ہذا یہی اصول حمام سے باہر آنے کا بھی ہے ؁ (قرشی)

یعنی ہر ایک کمرہ میں تھوڑا تھوڑا ٹھہر کر تیسرے گرم کمرے میں جانا چاہیئے یہی حال باہر آنے کا بھی ہے، یعنی گرم کمرہ سے فوراً باہر نہ نکلنا چاہیئے، بلکہ ہر ایک درجہ میں ٹھہر کر ؁

حمام کے گرم کمرہ میں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا غشی (بیہوشی) بیچینی (کرب)، اور خفقان (دل کی دھڑکن) پیدا کرتا ہے ؁

حمام میں ہواء اور پانی کا استعمال	خشک مزاج (یابس المزاج) اصحاب کو چاہیئے کہ وہ حمام کے اندر ہوا سے زیادہ

پانی استعمال کریں ؁

بعض اوقات (ترطیب کی زیادتی کے لئے) اس امر کی ضرورت پیش آتی ہے کہ حمام کے کمرہ میں پانی چھڑک دیا جائے اور یہ پانی حمام کی زمین پر روک لیا جائے تا کہ (زمین کی گرمی سے) بخارات بہت زیادہ اُٹھیں، جیسا کہ تپ دق والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ؁

تر مزاج (مرطوب المزاج) والوں کو چاہیئے کہ وہ حمام کے اندر پانی سے زیادہ ہوا استعمال کریں + (قرشی) +

حمام کے اندر" ہوا استعمال کرنے" کے معنے یہ ہیں کہ جسم پر پانی بہانے کی بجائے حمام میں بیٹھے رہیں، تاکہ حمام کی گرم ہوا، جسم کو لگتی رہے، اور پسینہ بہتا رہے +

بعض اوقات (تجفیف کی زیادتی کے لئے) اس امر کی ضرورت پیش آتی ہے کہ پانی استعمال کرنے سے پہلے پسینہ بکثرت بہایا جائے، جیسا کہ مریضان استسقاء کے ساتھ کیا جاتا ہے + [تجفیف: خشک کرنا]

حمام میں افراط | حمام کے اندر جب تک بدن کی جلد پھولتی جائے، تو سمجھنا چاہیئے کہ ابھی کوئی افراط نہیں ہوئی ہے + لیکن جب بدن لاغر ہونے لگے، اور بے چینی بڑھنے لگے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اب حمام میں زیادتی ہوگئی +

حمام کے بعد | حمام کرنے کے بعد کپڑے (کمبل، لحاف، اور چادر وغیرہ) خوب اُوڑھائے جائیں (اور بیرونی ہوا کی سردی سے جسم کو بچایا جائے)، بالخصوص اگر سردی کا موسم ہو کیونکہ حمام کرنے کے بعد حمام کی گرم ہوا سے بدن ٹھنڈی ہوا میں منتقل ہوتا ہے، ـــــ اور اس لئے کہ حمام کا جو پانی بدن میں سرایت کرکے پیوست ہوجاتا ہے، اس کی عارضی گرمی زائل ہوجاتی ہے، اس لئے وہ سرد ہوکر بدن میں برودت پیدا کردیتا ہے +

مانعات حمام | ایسے شخص کو حمام میں داخل نہ ہونا چاہیئے جسے ورم، یا تفرق اتصال (زخم وجراحت) ہو، یا حُمّٰی عفنیہ ہو ـــــ جس کے مادہ میں ابھی نضج نہ حاصل ہوا ہو + (قرشی) +

لیکن تپ دق اور حمی یوم (تکان وغیرہ کا یک روزہ بخار) ؛ اِن میں تو حمّام علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

حمام، غذا سے پہلے یا بعد	بعض اوقات غذاء کے بعد حمام کیا جاتا ہے، تو اس سے جسم میں فربہی حاصل ہوتی ہے، لیکن اس سے سُدّوں کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ ان سُدّوں سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ سکنجبین سادہ، یا سکنجبین بزوری، جو مناسبِ مزاج ہو، پلائیں۔ (قرشی)

سکنجبین وہ شربت ہے جس کا قوام سرکہ و قند، یا سرکہ و شہد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں بُزُور (تخم) ڈالے جاتے ہیں، تو "سکنجبین بُزُوری" نام رکھا جاتا ہے، اور اگر صرف وہی دونوں اشیاء ہوں تو "سادہ"۔

بعض اوقات حمام کرنے کے بعد غذا دی جاتی ہے، جس سے اوسط درجہ کی فربہی بھی پیدا ہوتی ہے، اور سدوں کا خوف بھی نہیں ہوتا ہے ـــــ یہی حال اس حمام کا ہے، جو غذا کے ہضم ہونے کے بعد کیا جاتا ہے۔ (قرشی)

یعنی اس سے بھی جسم میں فربہی حاصل ہوتی، اور سُدّوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

خلوئے معدہ اور حمام / حمام مُعَرِّق	گاہے معدہ کے خالی ہونے کی حالت میں حمام کیا جاتا ہے، جس سے بدن میں لاغری اور خشکی آتی ہے۔ جو لوگ ریاضت کم کرتے ہیں، ان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ حمام مُعَرِّق (پسینہ لانے والا حمام) زیادہ کیا کریں۔ (قرشی)

غسل بارد

ٹھنڈے پانی سے نہانا	بدن کو قوی کرتا، اور اعضاء میں چستی پیدا کرتا ہے، ساری قوتوں کو سمیٹ کر طاقتور بناتا ہے۔

غسل بارد اُسی شخص کے لئے جائز ہے، جس کا مزاج گرم ہو، اُس کے بدن میں خاصا گوشت ہو، وہ جوان ہو ——— دوپہر کا وقت ہو، اور موسم گرمیوں کا ہو۔

بچے، بوڑھے، اور وہ لوگ جنہیں دست آ رہے ہوں، یا وہ تخمہ یا نزلہ میں مبتلا ہوں، اِن لوگوں کو ٹھنڈے پانی سے نہانا جائز نہیں۔

گرم چشمہ اور گندھک کا چشمہ گرم چشموں (حَمّات) کے پانی میں، اور گندھک کے چشموں میں نہانا بدن کے فضلات و مواد کو تحلیل کرتا؛ فالج، رعشہ، اور تشنج میں فائدہ بخشتا؛ حِکّہ اور جَرَب (سوکھی اور تر کھجلی) کو زائل کرتا؛ عِرق النسا، وجع الورک (کولھے کے درد)، اور جوڑوں کے درد (گٹھیا) میں نفع پہونچاتا ہے۔ (قرشی)۔

عِرقُ النَّساء ایک مخصوص عصبی درد ہے، جو کولھے سے ران، پنڈلی اور پاؤں کے پیچھے تک ٹانگ کے باہر کی طرف اُترتا چلا جاتا ہے۔ یہ درد ایک چوڑے پٹھے (عصبہ عریضہ) میں لاحق ہوتا ہے۔ [لنگڑی کا درد]

حِکّہ وجَرَب : بدن میں جب سادہ طور پر کھجلی اُٹھا کرتی ہے، اور کسی قسم کے دانے نہیں ہوتے، تو اُسے حِکّہ کہا جاتا ہے، اور جب دانے بھی ہوتے ہیں، تو اسے جَرَب کہا جاتا ہے۔ پھر یہ دانے دو قسم کے ہیں: تر اور خشک۔

جماع (صحبت)

جماع : ایک بستر پر زن و مرد کا، شہوانی خواہشات کے ساتھ، اکٹھا ہوتا، اور اِن خواہشات کی تکمیل کرنا۔ اِسے **مُباشرت** اور "ہم بستری" بھی کہا جاتا ہے۔

(اصولِ حفظ صحت کے لحاظ سے) **بہترین جماع وہ ہے**

جو ایسے وقت واقع ہو، جب غذا ہضم ہو چکی ہو، اور حرارت و برودت، اور یبوست و رطوبت کے لحاظ سے جسم میں اعتدال ہو۔ علیٰ ہذا معدہ نہ بالکل خالی ہو، اور نہ بہت زیادہ بھرا ہوا۔

اگر غلطی سے (نامناسب اوقات میں) جماع ہو جائے، تو جتنا نقصان و ضرر بدن کے پُر ہونے (شکم سیر ہونے)، اور بدن کے گرم و تر ہونے کی حالت میں ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ نقصان بدن کے خالی ہونے (بھوکے ہونے) اور بدن کے سرد و خشک ہونے کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ (قرشی)

یعنی خَلاء (خلوِ شکم) کی حالت میں جس طرح جماع ممنوع ہے، اسی طرح مَلاء (شکم سیری) میں بھی ــــ مگر خلاء کی حالت میں زیادہ مُضر ہے۔

اسی طرح بُرودت و یُبوست کے غلبہ کے وقت بھی جماع ممنوع ہے، اور حرارت و رطوبت کے غلبہ کے وقت بھی، ــــ مگر حرارت و رطوبت کی حالت میں اگر غلطی ہو جائے، تو یہ غلطی بُرودت و یُبوست کی نسبت کم مُضر ہے۔

مباشرت کے شرائط | جماع اُسی وقت کرنا چاہئے:

(۱) جب شہوت (خواہش) سخت ہو، اور بلا کسی تکلف کے پورا انتشار پیدا ہوا ہو، ــــ کسی حسین کے تصور سے، اور اس کی طرف نگاہ کرنے سے یہ نہ پیدا ہوا ہو، بلکہ منی کی کثرت اور شدتِ شہوت نے اسے اُبھارا ہو۔

(۲) جب جماع کے بعد جسم ہلکا محسوس ہوا کرے اور نیند آجایا کرے۔

جماع معتدل کے فوائد | جماعِ مُعتَدِل (جس میں افراط

نہ واقع ہو، حرارت غریزیہ کو ابھارتا، بدن کو تغذیہ کے لئے آمادہ کرتا، فرحت و سرور بخشتا، غصّہ کو کم کر دیتا، بُرے تفکّرات اور سوداوی وسوسوں کو زائل کر دیتا، اور اکثر سوداوی اور بلغمی امراض میں نفع پہونچاتا ہے۔ (فرشی)

وَسْوَاس سَوْدَاوِی: بے تکے یا فاسد خیالات، بے سروپا اور بے بنیاد باتوں کا دماغ میں چکر لگانا۔

ترک جماع کا ضرر جو لوگ جماع ترک کر دیتے ہیں، وہ بسا اوقات مرض دُوَار (دَوَرانِ سر)، دُھند (ظلمتِ بَصَر)، ثِقل بدن، ورمِ خصیہ، اور ورم حالب جیسے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پھر جب جماع شروع کر دیتے ہیں، تو یہ امراض جلد ہی دور ہو جاتے ہیں۔

کثرتِ جماع کے نقصانات "جماع کی کثرت" قوتوں کو نڈھال کر دیتی، اعصاب میں ضرر پہونچا کر رعشہ، فالج، اور تشنّج میں گرفتار کر دیتی، اور بینائی میں کافی ضعف پیدا کرتی ہے۔

اِغلام لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے میں اگرچہ منی کم مقدار میں خارج ہوتی ہے ـــــ اس لحاظ سے ضعف و ضرر کم پیدا ہونا چاہیئے ـــــ مگر (چونکہ منی کے خارج کرنے کا یہ ایک غیر طبعی ذریعہ ہے اس لئے) اس فعلِ بد میں تھکا دینے والی حرکتیں کرنی پڑتی ہیں (اس لحاظ سے اس کا اِضعاف بڑھا ہوا ہے)۔ (فرشی)

{اِضعاف: کمزور کرنا، ضعف پیدا کرنا}۔

[حاشیہ: زبان]

تجربہ سے ثابت ہے کہ اِس غیر فطری فعل میں بیحد ضرر و نقصان ہے: ضعفِ باہ، جریان، اضمحلالِ قویٰ، ضعفِ اعضاءِ رئیسہ، یہ سب اس کے

برکات وثمرات اور لازمی نتائج ہیں ✦

وہ عورتیں جن سے جماع ممنوع ہے بڑھیا، بہت چھوٹی لڑکی، حائض (حیض والی)، وہ عورت جسے ایک عرصہ سے جماع کا اتفاق نہ ہوا ہو، بیمار، بدصورت، باکرہ لڑکی ـــــ ان سب عورتوں سے جماع ممنوع ہے، ان ساری صورتوں میں بالخاصّہ شہوت کمزور ہو جاتی ہے ✦ (قرشی)

نفیس کہتے ہیں کہ ساری صورتوں میں اِضعاف کے وجوہ موجود ہیں، لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اِن صورتوں میں شہوت کی کمزوری بالخاصّہ پیدا ہو جاتی ہے، جس میں دلیل بیان کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی ✦

جماعِ محبوب محبوب کے ساتھ جماع کرنا موجب سرور ہے، اور یہ ضعف بھی کم ہی پیدا کرتا ہے، حالانکہ منی بکثرت خارج ہوتی ہے ✦

جماع کی شکل جماع کی جتنی شکلیں ہیں، اُن میں سے بدترین شکل یہ ہے کہ مرد نیچے چت لیٹا ہوا ہو، اور عورت مرد کے اوپر ہو ـــــ اس صورت میں منی دُشواری سے خارج ہوتی ہے، اور کاہے کچھ منی قضیب میں رُک کر متعفن ہو جاتی ہے؛ بلکہ بعض اوقات عورت کی اندام نہانی سے کچھ رطوبتیں بہ کر قضیب کے اندر چلی جاتی ہیں ✦

جماع کی بہترین شکل یہ ہے کہ مرد عورت کے اوپر ہو ـــــ باہم کھیل کود اور ہنسی مذاق کرے، پستانوں اور کنج ران کو گُدگدانے کے بعد مرد عورت کی رانوں کو اوپر اُٹھائے، اور عضوِ خاص سے عورت کی اندام نہانی کو گُدگُدائے پھر جب اُس کی آنکھوں کی حالت بدل جائے، سانس چڑھ جائے، اور وہ مرد سے لپٹنا چاہے، اُس وقت مرد دخول کر کے انزال سے فراغت حاصل کرے ـــــ تاکہ دونوں

منی ایک دوسرے کی امداد کریں (یعنی دونوں کا انزال ایک دوسرے کے قریب ہو)*

جماع کی یہی صورت باعثِ استقرارِ حمل ہے*

باہ کے محرکات جن امور سے قوتِ باہ میں تحریک پہونچتی ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

دوسروں کو مجامعت کرتے دیکھنا؛ جانوروں کی جفتی کا نظارہ کرنا؛ ایسی کتابیں پڑھنا، جو باہ کے متعلق لکھی گئی ہوں؛ طاقتور مردوں کے جماع کے قصے پڑھنا؛ عورتوں کی باریک آوازوں کا سُننا*

پیڑو کے بالوں کا مونڈنا شہوت کو بھڑکاتا ہے*

ترکِ جماع زیادہ عرصہ تک جماع چھوڑ دینے سے نفس اس کو فراموش کر دیتا ہے*

استمنا ہاتھ کی امداد سے منی خارج کرنا (اِسْتِمْنَاء بِالْیَدْ: جلق) موجبِ غم ہے؛ نیز اس سے عضو کی خیزش اور شہوت کمزور ہو جاتی ہے* (قرشی)*

نیز اس سے وہ سارے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں، جو اِغلام کے ذیل میں بتائے گئے ہیں، مثلاً ضعف اعضاءِ رئیسہ اور اس کے تباہ کار نتائج*

موسموں کے تدابیر

ہمارے ملک کی ہوا چونکہ عرب، ایران، اور مصر وغیرہ سے مختلف ہے اس لئے جو تدبیریں عرب و ایران وغیرہ کی کتابوں میں درج ہیں، وہ سب کی سب ہمارے ملک کی ہوا کے مطابق نہیں ہیں: مثلاً اُن ممالک میں فصد کا رواج عام ہے، جس کے فوائد سے وہاں کے لوگ کافی متمتع ہوا کرتے ہیں، مگر ہمارے ملک کا بیشتر حصہ، علی الخصوص مشرقی اور جنوبی حصہ، فصد اور اخراج خون کو برداشت نہیں کر سکتا*

اس کتاب میں موسموں، غذاؤں، اور دوسری چیزوں سے متعلق جو تدبیریں لکھی گئی ہیں، وہ اُن ہی ممالک کے حالات اور اُن کی آب وہوا سے متعلق ہیں۔ چنانچہ ربیع کے تدابیر میں لکھتے ہیں:

موسمِ ربیع

موسم ربیع (بہار) میں جلد ہی فصد وقے کے ذریعہ استفراغ کر لینا چاہئے۔ نیز اس موسم میں حرارت بجھانے والی (مُطفِیات) اور مواد میں سکون بخشنے والی چیزیں (مُسَکِّنات) استعمال کرنی چاہئیں ـــــ گرمی پیدا کرنے والی ساری چیزوں (مُسَخِّنات)، مثلاً حرکت وریاضت کی زیادتی، حمام اور تیز شراب سے بچنا چاہئے۔ اس موسم میں غذاء کی مقدار کم کر دی جائے، اور شراب ممزوج (پانی ملائی ہوئی شراب) زیادہ پی جائے۔

موسم بہار (کے اوائل) میں پوشاک کے طور پر سِنجاب اور ہلکے روئی دار کپڑے پہننے چاہئیں۔ (قرشی)

فصد کا رواج ہمارے ملک میں نہیں ہے، اس کی توجیہ میں کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں خون کی تولید کم ہے، اس لئے ایسے کمزور لوگ فصد کے متحمل نہیں ہو سکتے؛

مگر **قے کا رواج** کیوں کم ہے؟ لاعلمی کے سوا، اس کی کوئی توجیہ نہیں بتائی جا سکتی، ورنہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگوں نے حفظِ صحت کے لئے طبی اصول کے مطابق اسی ملک میں قے کی عادت ڈالی، جس سے ان کی صحت اور اُن کے قوٰی بہت بہتر رہے۔

سِنجاب: ایک جانور کا نام ہے، جس کے بدن پر نرم قسم کی، خاکی رنگ کی، اون ہوتی ہے۔ اس جانور کی کھال کو بھی سِنجاب ہی کہتے ہیں؛ اور اس سے پوشاک کے طور پر پوستین وغیرہ بناتے ہیں۔

موسمِ گرما (صَیف) میں آرام وراحت اور سایہ کی پابندی اختیار کرنی چاہیئے؛ غذاؤں میں ایسی چیزیں کھانی چاہئیں جو ٹھنڈی، صفرا شکن اور لطیف ہوں، مثلاً انار کی غذاء (رُمَّانِیَّہ)؛ ایسی تمام چیزیں چھوڑ دینی چاہئیں، جو گرمی وخشکی پیدا کرنے والی ہیں +

اس موسم میں غذائیں بھی کم کردی جائیں، اور تر میوے، جیسے آلو بخارا تازہ، تربوز، کھیرے زیادہ کھائے جائیں +

موسم گرما میں کَتَّان کا پُرانا کپڑا پہننا چاہیئے + (قرشی) +

کَتَّان: السی کو کہتے ہیں. بعض ممالک میں اس کی ٹہنیوں کے ریشوں سے ململ کے مانند نہایت باریک کپڑے بنائے جاتے ہیں. اس کپڑے کو بھی کَتَّان ہی کہتے ہیں + نہایت باریک ململ اور دوسرے نباتی ریشوں سے آج کل جو باریک کپڑے بنائے جاتے ہیں، اُن کا بھی تقریباً یہی حکم ہے +

موسمِ خریف میں اُن ساری چیزوں سے بچنا چاہیئے، جو بدن میں خشکی پیدا کرتی ہیں (مُجَفِّفَات)؛ علیٰ ہذا جماع کی کثرت، ٹھنڈے ٹھنڈے پانی سے نہانا، اور اس کا پینا، سر کھولنا، اور مرطوب میووں کا زیادہ کھانا بھی اس موسم میں ممنوع ہے +

خریف کے زمانہ میں قے کرنا بخار کا باعث بن جایا کرتا ہے +

نیز موسم خریف میں صبح کی سردی اور دوپہر کی گرمی سے پرہیز کرنا چاہیئے + (قرشی) +

خریف: وہ موسم ہے، جو گرمیوں کے بعد اور سردیوں سے پہلے آتا ہے. اس موسم کا مزاج خشک تسلیم کیا جاتا ہے. مگر ہمارے

ملک کے بیشتر صوبوں میں اس موسم میں بجائے خشکی کے تری ہوتی، اور برساتی ہوائیں چلتی رہتی ہیں *

اس لئے اس موسم میں ہم لوگ خشک چیزوں سے پرہیز کرنے کی بجائے سوکھی، اور بھنی ہوئی چیزیں استعمال کر کے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس موسم میں علی العموم خشک غذائیں اور تلن کی چیزیں ہمارے ملک میں بکثرت مروج ہیں، مثلاً بیسن کی روٹیاں، کباب، مختلف بھنے ہوئے دانے *

موسم سرما کا استقبال گرم اوڑھنوں، اور غَبَبْ اور فِیقَق کی پوشاک سے کرنا چاہئے ——
رہی حَوَاصِل اور دَلَق کی پوستینیں، یہ بہت زیادہ گرم ہیں، اِن کو تو مَبرود و مَرطوب ہی برداشت کر سکتا ہے * (قرشی) *

غَبَبْ: سنجاب کے مانند ایک جانور ہے، جسے "قاقم" بھی کہتے ہیں، اس کی کھال سے پوستینیں تیار کی جاتی ہیں *

فِیقَق: لومڑی کی کھال یا پوستین کو کہتے ہیں *

حَوَاصِل: پرندہ کی قسم سے ایک بڑا جانور مصر میں اکثر ہوتا ہے۔ اس کی داڑھی کے نیچے ایک تھیلی یا پوٹا ہوتا ہے، جس میں مچھلیاں شکار کر کے جمع کرتا ہے، اسی وجہ سے اس کا نام بھی "حواصل" رکھا گیا ہے۔
{حَوْصَلَه: پوٹہ} *

دَلَق: ایک قسم کی جنگلی بِلّی ہے، جس کی کھال سے پوستین تیار کی جاتی ہے *

اس موسم میں هَرِیسه (حلیم) جیسی قوی اور غلیظ غذاؤں کی پابندی کی جائے، گوشت زیادہ کھایا جائے؛ اور حَلَطِفَات، مثلاً رشادہ (حالون، یارائی)، گرم تخم، اور تیز شراب استعمال کی جائے *

موسم سرما میں تئے کرنا ضعف کا موجب ہوتا ہے، اور سخت قسم کی حرکتیں اور قوی ریاضتیں اس موسم میں مفید ہیں * (قرشی) *

ہَرِیْسَہ : ایک عربی غذا ہے، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے گوشت کے ساتھ دوسرے غلوں کو ملا کر بہ ترکیب خاص پکایا جاتا ہے *

مُلَطِّفَات : اخلاط و مواد کو رقیق بنانے والی چیزیں، مثلاً رائی، سرسوں، بابونہ وغیرہ *

موسم سرما میں، بیرونی ہوا کی برودت کی وجہ سے قوت ہاضمہ عام طور پر زیادہ قوی ہوا کرتی ہے، اس لئے اس موسم میں زیادہ قوی اور بھاری غذائیں بہ آسانی ہضم ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے اس موسم میں گوشت زیادہ کھایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس اس قسم کی بھاری غذائیں اگر موسم گرما میں دی جائیں، تو وہ ہضم نہیں ہوتیں *

موسم سرما میں، بیرونی سردی کی وجہ سے، جسم کی حرارت بھی بکثرت ضائع ہوا کرتی ہے، اس لئے اس موسم میں حلوے اور مٹھائیاں بہت موزوں ہیں، اور اس کا رواج بھی عام ہے ——— میٹھی چیزیں تولید حرارت میں بہت زیادہ حصہ لیا کرتی ہیں، اسی وجہ سے مصنف نے میٹھی غذاؤں کے بارے میں کہا ہے کہ یہ "بدن کو گرم کر دیا کرتی ہیں"

جزو دوم

علاج امراض

کُلّیاتِ عِلاج

طب کے عملی حِصّہ کے دونوں اجزاء میں سے "دوسرے جزو" میں امراض کے معالجات کا "عام بیان" کیا جاتا ہے ۔ (قرشی) ۔

اس جزء میں مُعالجات کے کُلّی قوانین، اور عام اُصول لکھے جاتے ہیں، جن کو کلیات علاج کہا جاتا ہے۔ رہا ہر ہر مرض کا تفصیلی علاج؛ وہ فن سوم و چہارم میں درج کیا جائے گا۔

اصول علاج

علاج کے تین اجزاء	علاج تین اجزاء سے مکمل ہوتا ہے:
(۱) تدبیر سے (۲) دواؤں سے (۳) اعمال ید سے	
۔ (قرشی) ۔	

یعنی مذکورۂ بالا تینوں اجزاء میں سے کوئی نہ کوئی چیز علاج کے مقصد میں استعمال کی جاتی ہے ۔

"مذکورۂ بالا ہر سہ اجزاء سے علاج کے مکمل ہونے" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر علاج میں یہ تینوں چیزیں لازماً استعمال کی جاتی ہیں؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ علاج میں اِن تین امور کے علاوہ، کسی چوتھی چیز کی ضرورت نہیں پڑتی: علاج کا مقصد اِن ہی تین امور میں سے

کسی ایک، یا دو، یا تینوں سے حاصل ہو جایا کرتا ہے۔

اَعمالِ یَد (دستکاری) : وہ سارے کام جو طبیب کو علاج کے سلسلے میں ہاتھ سے انجام دینے پڑتے ہیں، مثلاً ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنا، اُکھڑے ہوئے جوڑ کو بٹھانا، چیرنا، عضو کو کاٹ کر الگ کر دینا (قَطع، بَتر) داغنا (کَیّ) ٹانکے لگانا (خِیاطَت) وغیرہ۔ [یَد : ہاتھ، دست]

علمِ طب کا وہ شعبہ، جس میں ہاتھ کے کام بتائے جاتے ہیں، جِراحت کہلاتا ہے، اور وہ امراض جن میں یہ اعمال کئے جاتے ہیں، اَمراضِ جِراحِیہ۔

> **تَدبِیر** اطباء کی اصطلاح میں، اسبابِ ستّہ ضروریہ میں تصرف کرنے (ایر پھیر اور اَدَل بَدَل کرنے) کو کہتے ہیں۔ (قرشی)۔

علاج بذریعہ دواء، اور علاج بذریعہ دستکاری، اِن میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک قسم کی تدبیر ہے، لیکن اصطلاح میں تدبیر صرف اسبابِ ستّہ ضروریہ میں تصرّف (تغیّر و تبدل) کرنے کو کہتے ہیں، کیونکہ صحت کے لئے یہ تدبیر سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

طبیب جب کسی مرض کا علاج کرتا ہے، ــــ دواء سے، یا جراحت سے ــــ تو دورانِ علاج میں کم و بیش ہدایتیں بتاتا ہے :

مریض کو اس قسم کی غذا دی جائے، ایسا پانی پلایا جائے، ایسی ہوا میں رکھا جائے، اس سے اس قسم کی ورزش کرائی جائے، یا اسے سکون سے رکھا جائے، اسے بیدار رکھنے کی کوشش کی جائے، یا سُلانے کی تدبیریں کی جائیں ــــ مریض کو خوش و خرم رکھنے کی تدبیریں کی جائیں، یا اُسے ڈرایا جائے ــــ یہ اور اسی قسم کی دوسری بیشمار باتیں ہیں ــــ یہ ساری باتیں **تدبیر** میں شامل ہیں، جو درحقیقت جزوِ علاج ہیں۔

رہا یہ سُوال کہ علاج کے سلسلے میں جو تدبیریں کی جاتی ہیں، آخر کس اصول و ضابطہ کے تحت ؟

اس سُوال کا جواب بہت سادہ ہے : علاج کے سلسلہ میں ادویہ استعمال

کرتے وقت ہم جس اصول کا لحاظ رکھا کرتے ہیں، اِن تدابیر کے استعمال کے وقت بھی وہی اصول کارفرما ہوتا ہے۔ مثلاً جریانِ خون کے وقت اگر کچھ ایسی دوائیں دی جاتی ہیں کہ ان سے عروق تنگ ہو جائیں، تو اس کے ساتھ ٹھنڈے پانی اور برف سے اس مقام کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے ــــ یہ اصطلاحاً ایک تدبیر ہے، جس کا مقصد بھی، دواء کے مقصد کی طرح عروق کا تنگ کرنا ہے ؛

ضعف ہضم کے مریض کو نمک سلیمانی، یا جوارش جالینوس وغیرہ کھلائی جاتی ہے، اور اسی کے ساتھ اسے ہدایت کی جاتی ہے کہ حسب عمر و حسب مزاج کوئی مناسب جسمانی ورزش بھی کرتا رہے ــــ اس میں پہلی چیز اگر دواء ہے، تو دوسری چیز تدبیر، اور دونوں کا مقصد ایک ہے : معدہ اور امعاء کے فعل کو تیز کرنا ؛

اسی مدعا کی طرف **قرشی** اشارہ کر رہے ہیں :

تدبیر کے احکام، کیفیت کے لحاظ سے، وہی ہیں، جو ادویہ کے ہیں ؛ (قرشی)۔

اس ذیل میں نفیس کہتے ہیں : بدن میں اِن اسباب کی تاثیر دواؤں کی تاثیر کے مانند ہے، اس لئے مقدار اور موقع استعمال کے لحاظ سے اسباب ضروریہ اور ادویہ کا حکم ایک ہی ہونا چاہیئے ؛

لیکن اسباب ستہ ضروریہ میں سے غذاء کے متعلق کچھ خصوصی احکام ہیں (جن کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے)۔ (قرشی) ؛

یعنی یہ کہ غذاء قطعاً روک دی جائے، یا کم کر دی جائے، یا اوسط مقدار میں دی جائے، یا اس کی مقدار بڑھا دی جائے ؛

✓ غذاء کے احکام

غذاء بند کر دینا	چنانچہ غذاء گاہے بالکل روک دی جاتی ہے، جیسا کہ بحران کی حالت میں ــــ اور مرض کے زمانۂ

انتہا میں کیا جاتا ہے، تاکہ طبیعت غذار کے ہضم کی طرف متوجہ ہو کر، مرض کے دفع کرنے سے غفلت نہ برتے۔
اسی طرح مرض کی باری کے دن بھی اسی نیت سے غذار بند کر دی جایا کرتی ہے —— اور اس مقصد سے بھی کہ غذار کے پکنے کی حرارت "بے چینی" نہ بڑھا دے۔ (قرشی)

غذار کے پکنے (طبخہ) کی حرارت اور بخار کی حرارت، جب دونوں جمع ہو جائیں گی، تو بے چینی (کرب) میں لازماً اضافہ ہو جائے گا۔

تقلیل غذار

غذار کے کم کرنے کی دو صورتیں ہیں:
(۱) غذار کی کیفیت، یعنی غذائیت، کو کم کرنا؛
(۲) غذار کی کمیت، یعنی مقدار، کو کم کرنا؛

تقلیل غذار بلحاظ غذائیت بعض اوقات غذار، کیفیت (غذائیت) کے لحاظ سے کم کر دی جاتی ہے، خواہ اس کی مقدار زیادہ ہو، —— جیسا کہ اُن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جن کی بھوک اور ہضم قوی ہونے کے باوجود اُن کے بدن میں اخلاط مقدار میں زیادہ ہوں، یا ردی اخلاط بھرے ہوں۔
اس حالت میں کثیر المقدار غذار، اپنی مقدار کی زیادتی سے، معدہ کو پُر کر دیتی، بھوک بند کر دیتی، اور معدہ کو ہضم میں لگا دیتی ہے، لیکن اس میں غذائیت چونکہ کم ہوتی ہے، اس لئے اُس سے اخلاط کی مقدار بدن کے اندر بڑھنے نہیں پاتی۔
ایسی غذاؤں کی مثال بُقول (ساگ پات) اور فَوَاکہ (پھل، جیسے تربوز، خربزہ وغیرہ) ہیں۔ (قرشی)

~~بعض اوقات غذار، کیفیت کے لحاظ سے کم کر دی جاتی ہے~~

یعنی ایسی غذا دی جاتی ہے، جو اگرچہ مقدار میں زیادہ ہوتی ہے، مگر اس سے پرورش اور غذائیت بہت تھوڑی حاصل ہوتی، اور خون کم بنتا ہے۔

ایسی صورت گنواروں، کسانوں اور محنت مزدوری کرنے والوں میں اکثر ملا کرتی ہے۔ مرض کی حالت میں اگر انہیں لطیف غذائیں تھوڑی مقدار میں دی جائیں، خواہ اُن میں تغذیہ کا سامان کافی ہو، تو اس سے اُن کی تسکین نہیں ہوئی۔ وہ ہر وقت "بھوک بھوک" پکارتے رہتے ہیں۔ ان کی تسکین تو اسی صورت میں ہوسکتی ہے، جبکہ انہیں کوئی غذاء خوب پیٹ بھر کر کھلا دی جائے، خواہ اُس میں تغذیہ بخش اجزاء کم ہی ہوں۔

تقلیل غذا بلحاظ مقدار | بعض اوقات اس کے برعکس کیا جاتا ہے ــــ یعنی غذاء کی مقدار کم کردی جاتی ہے، مگر اس کی غذائیت کم نہیں کی جاتی؛ جیسا کہ اُن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جن کی بھوک اور جن کا ہاضمہ، دونوں کمزور ہوں، اور اُن کا بدن غذاء کا زیادہ محتاج ہو۔
چنانچہ مقدار کم ہونے کی وجہ سے غذاء کا ہضم ہونا اور بدن میں لگنا (استمراء) ممکن ہوتا ہے، ــــ اور چونکہ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے، اس لئے وہ تقویت بخشی اور بدن کی پرورش کرتی ہے۔ (قرشی)

"ـــ بعض اوقات اس کے برعکس کیا جاتا ہے"
یعنی ایسی غذاء دی جاتی ہے، جس کی تھوڑی مقدار بھی، خون زیادہ پیدا کرکے غذائیت اور پرورش زیادہ کرتی ہے۔

تقلیل مقدار و تقلیل غذائیت | بعض اوقات غذاء میں دونوں حیثیت سے، کمی کردی جاتی ہے (تھوڑی مقدار میں ہلکی غذاء دی جاتی ہے)، ــــ جیسا کہ اس وقت کیا جاتا ہے، جبکہ بھوک کی کمی اور ہاضمہ کی کمزوری کے ساتھ بدن بھی مواد سے پُر ہو۔ (قرشی)

عام طور پر مادّی امراض میں یہی اصول مروّج ہے؛ چنانچہ موسمی بخاروں، ورم جگر، ورم طحال، امراض معدہ، اور امراض امعاء وغیرہ میں اکثر اوقات

ہلکی غذائیں تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہیں ۔

تکثیر مقدار و تکثیر غذائیت | گاہے غذاء مقدار اور غذائیت دونوں لحاظ سے بڑھادی جاتی ہے (یعنی زیادہ مقدار میں بھاری غذا دیجاتی ہے، جس سے خون بکثرت بنتا ہے) ــــ جیسا کہ اُن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جنہیں سخت ریاضت کے لئے آمادہ کرنا ہو۔ (قرشی)۔

یا جیسا کہ امراض مزمنہ میں، اور خصوصاً ان کے اوائل میں کیا جاتا ہے، بشرطیکہ بھوک اور ہضم، دونوں قوی ہوں۔

داءُ الفیل، جُذام، اور اسی قسم کے بہت سے مزمن امراض ہیں، جو برسوں چلتے ہیں، اور اکثر اوقات مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتے ایسے بیماروں میں اگر بھوک اچھی ہو، اور ہاضمہ بھی درست ہو، تو غذا نہ مقدار میں کم کی جاتی ہے، اور نہ غذائیت میں ۔

لطیف غذاء | گاہے لطیف اور سریع النفوذ غذاء اختیار کی جاتی ہے (جو رگوں میں جلد نفوذ کر سکے) ــــ ایسا اُس وقت کیا جاتا ہے، جبکہ قوت اور مہلت اتنی نہیں ہوتی کہ کوئی دیر سے نفوذ کرنے والی غذاء ہضم ہو سکے ۔

غذاءِ لطیف، جو جلد نفوذ کرنے والی ہو، غلیظ غذا کے بعد نہ کھلانی چاہیئے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ لطیف غذا جلد ہضم ہو جائے، اور غلیظ غذاء کی وجہ سے جلد نفوذ کرنے کا راستہ نہ پاسکے، اور رُک جانے کی وجہ سے وہ خود بھی فاسد ہو جائے اور پہلی غذاء کو بھی بگاڑ دے۔ (قرشی)۔

اسی اصول پر انار اور انگور کو کلّے پائے کے بعد کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ بھاری غذاء کے بعد ہلکی غذاء کا کھلانا ــــ اگر اصولاً ناجائز ہے تو یہ حکم بہت زیادہ عام اور کلی نہیں ــــ بلکہ محدود ہے، جس کی مثال انار اور کلّے پائے جیسی صورتوں میں پائی جاتی ہے، ورنہ اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے،

تو اکثر اوقات دسترخوان پر مختلف لطافت و غلظت ہی کی غذائیں ہوا کرتی ہیں، جن کو اگر ناجائز کہا جا سکتا ہے، تو دوسرے طور پر ـــــ یعنی رنگ رنگ کی غذاؤں کا ایک وقت کھانا خلافِ اصولِ طبّ ہے۔

غذاء غلیظ | گاہے غذاء غلیظ اختیار کی جاتی ہے، جیسا کہ اُن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جن کے کسی عضو کی حِسّ کو کمزور و سُست کرنا ہو، جس میں (ذکاوتِ حس کی وجہ سے) معمولی اور ادنےٰ اسباب سے درد پیدا ہو جایا کرتا ہو۔ (قرشی)۔

جیسا کہ دماغ کی حِسّ گاہے اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ معمولی آواز اور روشنی سے دردِ سر ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کلّے، پائے وغیرہ اس لئے کھلاتے ہیں کہ دماغ کی حِسّ سُست ہو جائے۔

مگر جب سُدّوں (اور رگوں کے بند ہونے) کا خوف ہو، تو غلیظ غذاء سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ (قرشی)۔

غذاء اور مرض

غذاء اگرچہ قوتوں کی دوست ہے (کیونکہ غذاء ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے) ـــــ مگر یہ قوتوں کی دشمن بھی ہے ـــــ اس لحاظ سے کہ یہ مرض سے بھی دوستی رکھتی ہے، جو قوتوں کا دشمن ہے۔

اس لئے **مرض کی حالت** میں غذاء صرف اسی قدر استعمال کرنی چاہیئے، جس قدر قوتوں کو بحال رکھنے کے لئے ضروری ہو۔ (قرشی)۔

"مرض قوتوں کا دشمن ہے" یہ ایک واضح حقیقت ہے۔

"غذاء مرض سے بھی دوستی رکھتی ہے" اس کا مُدّعا یہ ہے کہ مرض کی حالت میں اکثر اوقات غذاء میں اچھے تصرفات نہیں ہوتے، بلکہ اس قسم کے تغیرات پیدا ہوتے ہیں، جس سے مادّۂ مرض اور اس کی

قوت میں اضافہ ہوجاتا ہے ۔
موسمی بخاروں میں باری کی آمد سے پہلے اگر غذا، کھلادی جائے، اور معدہ کے اندر غیر منہضم غذا، ابھی باقی ہی ہوکہ باری شروع ہو جائے، تو اس وقت اکثر اوقات بخار کے عوارض زیادہ شدید ہوجایا کرتے ہیں ـــــ بالفاظ دیگر، ہم کہ سکتے ہیں کہ غذا، نے مرض سے دوستی کی، اور اس کو قوی کردیا ۔
پیپ بہتے ہوئے زخموں کی صورت میں اگر غذا، بے احتیاطی سے استعمال کی جائے، جس سے وہ معدہ، امعاء، اور جگر وغیرہ میں اچھی طرح ہضم نہ ہوسکے، تو اس سے زخموں کے اِندمال میں رُکاوٹ واقع ہوتی، اور پیپ کے بہاؤ میں ترقی ہوجاتی ہے ـــــ یہ پیپ کہاں سے آئی؟ وہی فاسد غذا، فاسد خون کی صورت میں وہاں پہونچی، اور پیپ میں تبدیل ہوکر خارج ہونے لگی ۔
اس سے ثابت ہوا کہ غذا، کی بے قاعدگی سے مادّۂ مرض میں اضافہ ہوجایا کرتا ہے ـــــ یعنی غذا، مادّۂ مَرَض کی صورت پہن لیا کرتی ہے ـــــ "مرض سے غذا، کی دوستی" کا یہی مفہوم ہے ۔
اس کے علاوہ کچھ اَور ذرائع سے بھی مرض کے عوارض میں غذا، اضافہ کردیا کرتی ہے ۔

مرض مزمن اور مرض حاد میں غذاء

مرض مزمن	مرض کا زمانۂ انتہا جس قدر طویل ہوتا ہے (یعنی اس کی انتہا جتنی زیادہ دیر میں آتی ہے) اُسی قدر قوت کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، تاکہ وہ مرض کے بہت سے مقابلوں کو برداشت کرسکے ۔ اسی وجہ سے مزمن امراض میں ہماری توجہ قوت کی طرف زیادہ رہا کرتی ہے ۔ (قرشی)

یعنی مزمن امراض میں غذا، روکتے نہیں، بلکہ دیتے چلے جاتے ہیں، ـــــ یہ کیسے ممکن ہے کہ مریض کو عرصہ دراز تک فاقہ سے رکھا جائے ۔

پھر انتہا کا زمانہ جس قدر قریب آتا جاتا ہے، اسی قدر

ہم غذاء کم کرتے چلے جاتے ہیں، اس لئے کہ ہمیں پچھلی غذاؤں پر بھروسہ ہوتا ہے ــــ اور اس لئے بھی کہ جنگ کے وقت طبیعت ہلکی پھلکی رہے، اور اُس پر غذاء کا بار نہ ہو۔ (قرشی)

اِنتہاء کا زمانہ : مرض کے انتہاء کا زمانہ دراصل شدید جنگ کا زمانہ ہے، اسی وجہ سے اس زمانے میں عوارض شدید ہوا کرتے ہیں۔ شدید بحران بھی اسی زمانہ میں ہوا کرتا ہے۔

مرض حاد رہے وہ امراض جو چوتھے روز، یا اس سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس قلیل مدت تک قوت قائم رہ سکتی ہے، اس لئے ایسے امراض میں غذاء دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن یہ حکم اُسی وقت صحیح ہے، جبکہ قوت ترکِ غذاء کو برداشت کرنے کے قابل ہو ــــ ورنہ اگر قوت نڈھال ہے، تو خواہ بحران کا وقت کیوں نہ ہو، غذاء ضرور دے دینی چاہئے۔ (قرشی)

بُحران کا وقت چونکہ مقابلہ کی شدت کا وقت ہے، اس لئے مرض حاد میں یہ نازک ترین وقت شمار کیا جاتا ہے اس وقت طبیعت کو قطعاً آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر مرض سے جنگ کرتی رہے۔
لیکن اگر طبیعت فاقہ کی وجہ سے نڈھال ہے، تو اب کسی چیز کی پرواہ نہ کی جائے گی، اور ہر حالت میں غذاء دیدی جائے گی۔

عِلاج بِالدَّواء

دواء سے علاج کرنے کے تین قوانین ہیں:
(قانونِ کیفیت ــــ قانونِ کمیت ــــ قانونِ وقت)۔

(۱) قانونِ کیفیت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کس کیفیت کی دواء اختیار کی جائے؛

"یعنی آیا دواءِ مسخن اختیار کی جائے، یا مبرِد، یا مرطِب، یا مجفف، یا مسہل، مدِر، یا معرِق، وغیرہ +

(۲) قانونِ کمیّت کے دو حصے ہیں:

(ا) دواء کے وزن مقرر کرنے کے قانون +

(ب) دواء کی مقدارِ کیفیت (درجۂ کیفیت و درجۂ عمل) مقرر کرنے کا قانون، یعنی دواءِ مسخن، مبرّد (مسہل، مدر، معرّق) وغیرہ کس درجہ کی اختیار کی جائے +

(۳) قانونِ وقت میں یہ بتایا جاتا ہے کہ کون سی دواء کس وقت اختیار کی جائے +

یہ تین "بنیادی قوانین" کہلاتے ہیں: ان کے علاوہ یہاں اور بھی چند ذیلی قوانین ہیں، جن کی رعایت علاج بالدواء میں کرنی پڑتی ہے۔

ذیلی قوانین

(۱) دواء کس راستے سے بدن کے اندر پہونچائی جائے، کہ وہ جلد سے جلد منزلِ مقصود (اعضاءِ ماؤفہ) تک پہونچکر اپنا اثر دکھائے؛ مثلاً جلد کی راہ، مُنہ کی راہ، مبْرز کی راہ، و علے ہذاالقیاس ؟

(۲) دواء کی کونسی ہیئت اختیار کی جائے، مثلاً گولیوں کی شکل، جوشاندہ خیساندہ کی شکل، یا لعوق وغیرہ کی شکل ؟ مثال کے طور پر کھانسی اور نزلہ اور پھیپھڑے کے نزلہ کو لیا جائے، تو اس میں لعوق (چٹنی) کی شکل بہت انسب ہوا کرتی ہے، جو آہستہ آہستہ دیر تک چاٹی جاتی ہے +

(۳) دواءِ مفرد اختیار کی جائے، یا دواءِ مرکب ؟ کیونکہ بعض اوقات دواءِ مفرد سے غرض مطلوب حاصل نہیں ہوا کرتی ہے، اس لئے اس غرض

کے مطابق دوسری دوائیں شامل کرنی پڑتی ہیں ✦

(۴) دواء نئی استعمال کی جائے، یا پرانی؟ کیونکہ بعض دوائیں پرانی ہونے پر ہی قابل استعمال ہوا کرتی ہیں، اور بعض دوائیں پرانی ہو کر ضعیف و بے اثر ہو جاتی ہیں ✦

بعض تریاقات کے بنانے میں ہدایت کی جاتی ہے کہ ادویہ کو ملانے اور قوام کرنے کے بعد اتنے عرصہ تک انھیں کسی غلہ میں دبا دیا جائے۔ اطریفل زمانی کو زمانی اسی لیئے کہا جاتا ہے کہ اسے تیار کرنے کے بعد ہدایت کی جاتی ہے کہ ایک زمانہ تک اسے جَو وغیرہ میں دبا کر چھوڑ دیا جائے، اس کے بعد استعمال کیا جائے ✦

(۵) کس جوہر کی دواء استعمال کی جائے؟ یعنی اگر مثلاً تعدیل مزاج کے لئے دو مُعتدِل دوائیں متساوی قوت کی ہوں، تو ان دونوں میں سے جس دواء کا جوہر طبیعت وحیات کے لئے زیادہ مناسب ہو، مثلاً ان دونوں میں سے جو خوشبودار، خوش رنگ، اور مرغوب بالطبع ہو، اُسی کو اختیار کرنا چاہیئے ✦

{گیلانی، مُلخصًا}[1] ✦

(۱) قانونِ کیفیت

> دواء کس کیفیت کی اختیار کی جائے؟ یہ اس امر پر موقوف ہے کہ پہلے مرض کی نوعیت معلوم ہو ——
> اس علم کے بعد مرض کی علاج ضد سے کیا جائے (علاج بالضِدّ کیا جائے) ✦ (قرشی) ✦

کیفیتِ دَواء سے ہماری مراد اس وقت دواء کی نوعیتِ عمل ہے ✦ اس قانون کا مُدعا یہ ہے کہ کیفیتِ عمل کے لحاظ سے مرض کے مقابلہ میں کس قسم کی دواء اختیار کی جائے، سخن، مبرد، قابض، مسہل، مدِرّ بول،

[1] مذکورہ تصریحات و افادات علامہ علی حسین گیلانی، شارح قانون کے ہیں، جو مُلخصًا لکھے گئے ہیں۔

حابس بول، معرق، حابسِ عرق، وغیرہ؟

اس قانون کے بارے میں **شیخ الرئیس** فرماتے ہیں:

"دوا کی مطلق کیفیت (بلاتخصیص درجۂ عمل) اختیار کرنے کا قانون اُسی وقت صحیح رہنمائی کر سکتا ہے، جبکہ طبیب کو پہلے مرض کی نوعیت وحقیقت معلوم ہو جائے، جب مرض کی کیفیت و نوعیت معلوم ہو جاتی ہے، تو اس وقت ایسی دوا کا انتخاب کی جاتی ہے، جس کی کیفیت عمل مرض کی کیفیت کی ضد ہوتی ہے، کیونکہ مرض کا علاج **بالضد** ہی کیا جاتا ہے"۔

علاج بالضد **عِلاج بالضِّد** ایک سادہ اصول ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن امراض میں مثلاً عروق کشادہ ہو جاتی ہیں، اور عروق کی کشادگی کی وجہ سے جریان خون ہوتا ہے، اُن میں ہم ایسی دوائیں استعمال کرتے ہیں، جن سے رگیں تنگ ہو جائیں، اور رگوں کی تنگی سے خون بند ہو جائے۔ ایسی دواؤں کو **قابضِ عروق** اور **حابسِ دم** کہا جاتا ہے۔

اس کے برعکس جن امراض وحالات میں رگیں غیر معمولی طور پر تنگ ہو جاتی ہیں، اور عروق کی تنگی سے صدہا آفات (لاغری، تغذیہ کی کمی وغیرہ) لاحق ہو جاتی ہیں، اُن میں ہم ایسی دوائیں استعمال کرتے ہیں، جن سے عروق کشادہ ہو جائیں، جن کو **مُفَتِّح عروق** کہا جاتا ہے۔

جن امراض میں آنتوں کی قوت دافعہ اور حرکت دودیہ سست ہو جاتی ہے، اور ان کی غشاء مخاطی سے رطوبات بلغمیہ کا ترشح گھٹ جاتا ہے، اُن میں ہم ایسی دوائیں استعمال کرتے ہیں، جو آنتوں کی قوت دافعہ اور حرکات دودیہ کو تیز کر دیں، اور رطوبات کے ترشح کو بڑھا دیں، جیسا کہ قبض وغیرہ کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اس قسم کی دوائیں **مُلَیِّنات** اور **مُسہِلات** کہلاتی ہیں۔

اس کے برعکس جن امراض وحالات میں آنتوں کی حرکات دودیہ تیز ہو جاتی ہیں، اور ترشح رطوبات میں غیر معمولی افراط ہو جاتی ہے، جیسا کہ

دستوں کے امراض میں ہوا کرتا ہے، ان میں ہم ایسی دوائیں استعمال کرتے ہیں، جو مذکورہ حالات کے مضاد عمل کرتی ہیں، اور جن کو قابضاتِ امعاء اور مُسکّنات کہا جاتا ہے۔

اسی طرح بدنی حرارت کی شدت میں، جیسا کہ تپ محرقہ میں دیکھا جاتا ہے، بدنی حرارت کو کم کرنے کے لئے مبردات (ادویہ مقلل حرارت) اور برف استعمال کی جاتی ہے؛ اور بدنی حرارت کی کمی کی حالت میں، جیسا کہ غشی و سقوط قوت، اور سردی لگ جانے کی صورت میں ہوا کرتا ہے، اندرونی طور پر گرم چائے، اور گرم دوائیں پلائی جاتی ہیں، اور باہر سے گرمی پہونچانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے؛ کمرہ کی ہوا کو گرم کیا جاتا ہے، گرم کپڑے پہنائے اور اوڑھائے جاتے ہیں، اور گرم تکمید (سینک) کی جاتی ہے۔

استثنائی صورتیں لیکن علاج بالضد کے اس عام قانون کے علاوہ ایسی استثنائی صورتیں بھی ملتی ہیں، جن میں زیادہ سختی کے ساتھ اس اصول کی پابندی نہیں کی جاتی؛ جیسا کہ علامہ علاؤ الدین قرشی شرح قانون میں فرماتے ہیں؛

"(۱) گاہے دستوں کے مرض میں دست لائے جاتے ہیں، اور مسہلات استعمال کئے جاتے ہیں؛ اور قئے کے مرض میں قئے لائی جاتی، اور مقئیات استعمال کئے جاتے ہیں، جس سے یہ دونوں قسم کے امراض اچھے ہو جاتے ہیں"۔ (قرشی)۔

"(۲) حمائے صفراویہ ایک گرم مرض ہے، اور اس کا علاج "سقمونیا" سے کیا جاتا ہے، حالانکہ سقمونیا بھی ایک گرم دوا ہے۔ اسی طرح قولنج اطباء کے نزدیک ایک بارد مرض ہے، اور اس کے علاج میں (درد کی شدت رفع کرنے کے لئے) گاہے "افیون" استعمال کی جاتی ہے، حالانکہ افیون کو اطباء بارد ہی کہتے ہیں"۔ (قرشی)۔

انتباہات علاج بالضد کا یہ قانون محض اُن امراض اور اُن ادویہ میں قابل عمل ہے، جن امراض کی ماہیت معلوم ہے، اور جن ادویہ

کی نوعیت عمل متحقق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے امراض کی اصلی حقیقت انسانی علم میں اب تک نہیں آئی۔ ایسے امراض کی مثال میں دماغی و عصبی امراض کی ایک لمبی فہرست بتائی جا سکتی ہے، اسی طرح بہت سی دواؤں کی نوعیتِ عمل قطعاً معلوم نہیں ہے، اگرچہ تجربہ مہر تصدیق ثبت کر چکا ہے کہ وہ فلاں فلاں امراض کے لئے دوا و شافی ہیں۔ ایسے امراض اور ایسی ادویہ کے بارہ میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیونکر عمل کرتی ہیں، اگرچہ وہ برابر اطباء کے استعمال میں ہیں۔

اسی گروہ میں وہ ادویہ داخل ہیں، جو مثلاً باوجود گرم ہونے کے گرم امراض میں، اور باوجود سرد ہونے کے سرد امراض میں مفید ہیں۔ اسی قسم کی ادویہ کو ہمارے اطباء، **ذُوالخاصّہ** کہا کرتے ہیں، یعنی بالفاظ دیگر وہ اقرار کرتے ہیں کہ "انھیں ان ادویہ کی نوعیتِ عمل معلوم نہیں"۔

جو ادویہ مواد امراض کے ساتھ مل کر ان کے مخصوص مزاج اور ترکیبی اجزاء کو بگاڑ دیتی ہیں، وہ زیادہ تر اسی گروہ میں شامل ہیں، جن کے بارہ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مثلاً بارد ہونے کی وجہ سے گرم مواد کو فاسد کیا کرتی ہیں، یا وہ گرم ہونے کی وجہ سے سرد مواد کو توڑ دیا کرتی ہیں، مثلاً مرض آتشک کے لئے سم الفار اور پارہ کے مرکبات، اور جرب (کھجلی) کے لئے کمیلہ اور گندھک۔

(۲) قانون کمیت

علاج بالدّواء کا دوسرا قانون یہ بتاتا ہے کہ دوا کس مقدار میں استعمال کی جائے، اور اس کی کیفیت کا درجہ کیا ہو۔ (قرشی)

درجات ادویہ تم جانتے ہو کہ جتنی دوائیں گرم یا سرد ہیں، وہ ایک ہی جیسی گرم یا سرد نہیں ہیں؛ بلکہ بعض کم گرم ہیں، اور بعض زیادہ۔

اسی وجہ سے (سرسری طور پر) ہر سرد و گرم دواء کی گرمی و سردی کے چار درجے قائم کر دیئے گئے ہیں۔

پہلے درجہ کی دواء وہ کہلاتی ہے، جس کی گرمی یا سردی کا اثر بدن میں اس قدر تھوڑا ہو کہ وہ محسوس نہ ہو سکے،

درجۂ دوم کی دواء وہ ہے، جس کا اثر محسوس ہو، مگر مضرت نہ پہونچا سکے،

درجۂ سوم کی دواء وہ ہے، جو مضر ہو، مگر مہلک نہ ہو؛

درجۂ چہارم کی دواء وہ ہے، جس کا اثر اس حد تک شدید ہو کہ وہ مہلک ثابت ہو۔

الغرض دواؤں کے درجات امراض کے درجات کی شدّت و خفّت کے لحاظ سے اختیار کئے جاتے ہیں۔

اس کا فیصلہ بہ آسانی اُس وقت ہو سکتا ہے، جبکہ پہلے مندرجۂ ذیل امور کا علم حاصل ہو جائے:

(۱) عضو کی طبیعت؛ (۲) مرض کی مقدار؛ (۳) جنس؛ (۴) عمر؛ (۵) عادت؛ (۶) موسم؛ (۷) پیشہ؛ (۸) ملک (و نسل)؛ (۹) ڈیل ڈول (سَحْنَہ)؛ (۱۰) قوت۔

(۱) عضو کی طبیعت میں چار باتیں شامل ہیں: (۱) مزاج؛ (۲) خِلقت؛ (۳) وضع؛ (۴) قوت۔

(۱) عضو کا مزاج جب اس بات کی تحقیق ہو جاتی ہے کہ — صحت میں عضو کا مزاج کیا تھا، اور اب مرض میں اُس کا مزاج کیا ہو گیا ہے — تو اس سے ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ وہ عضو صحت کے مزاج (مزاج صِحّی) سے کتنا ہٹ گیا ہے — اس کے بعد ہم اُس کے مقابلہ کی دواء اختیار کرتے ہیں۔ (قرشی)۔

یعنی وزن اور درجہ کے لحاظ سے ہم اُس کے مقابلہ کی دواء اختیار کرتے ہیں*
مثلاً بخار اگر ہلکا ہو تو اس میں برف کا استعمال جائز نہیں، اور اگر شدید ہو، مثلاً اُس کی حرارت ۱۰۴، ۱۰۵، یا اس سے زیادہ ہو تو ٹھنڈے پانی اور برف کا استعمال جائز ہے۔ اسی پر دواؤں کی تاثیرات کے درجوں کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے*

(ب) عضو کی خِلقت | **خِلقت** (بناوٹ، ساخت، ترکیب) کے لحاظ سے بعض اعضاء ایسے ہیں، جن کے لئے ہلکی دواء ہی کافی ہو جاتی ہے۔ اس کے اسباب متعدد ہیں: وہ عضو کھوکھلا (پولا: **مُتَخَلْخَل**) ہے ـــــ یا اُس کے اندر، یا باہر، یا دونوں طرف فضائیں ہیں
اور بعض اعضاء اس قسم کے نہیں ہوتے، اس لئے اِن میں زیادہ قوی دواؤں کی ضرورت پڑا کرتی ہے* (قرشی)*

* پہلے بتایا جاچکا ہے کہ عضو کی **خلقت** اور ساخت میں چار باتیں شامل ہیں: عضو کی شکل ـــــ اُس کی نالیاں اور مسامات ومنافذ ـــــ اُس کا جوف ـــــ اُس کی سطح*

(ج) عضو کی وضع | جو اعضاء قریب ہیں، اُن کے لئے وہی دواء کافی ہوتی ہے، جس کی قوت اُن کے مرض کے مقابل ہو (برابر ہو) ـــــ اور جو اعضاء دور ہیں، ان کے لئے زیادہ قوی دواء کی ضرورت ہوا کرتی ہے* (قرشی)*

عضو کی وضع میں دو باتیں شریک ہیں: دوسرے اعضاء سے اس کی مشارکت وتعلق ـــــ محل وقوع*

- اعضاء کی مشارکت و تعلق کے علم سے طبیب کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، اُن میں سے مخصوص ترین اور قابل ذکر فائدہ یہ ہے کہ طبیب اس علم کی مدد سے وہ راستہ اختیار کرتا ہے، جدھر سے مواد کا

استفراغ و امالہ آسان ہوتا ہے، مثلاً وہ مدرات بول استعمال کرتا ہے، یا مسہلات، یا مقیئات، یا معرقات، وغیرہ۔

اس سے ظاہر ہے کہ اعضاء کی مشارکت و تعلق کا علم مقدار دوا کے متعین کرنے میں جتنا فائدہ بخشتا ہے، اس سے زیادہ طریقۂ علاج کے اختیار کرنے میں رہبری کرتا ہے۔

اعضاء کے مقام اور محل وقوع کے علم سے طبیب تین طور پر فوائد حاصل کرتا ہے:

اوّل: اعضاء کے قرب و بُعد سے ــــ جو اعضا معدہ کی طرح منفذ دوا سے قریب ہیں، اُن میں معمولی دوائیں بھی پہونچکر اپنا کام کرجاتی ہیں، اور جو اعضا منفذ دوا سے دور ہیں، ان میں معمولی دواؤں کے اثرات پہونچتے پہونچتے ٹوٹ جاتے ہیں، اس لئے ان میں زیادہ قوی دواؤں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ دواء کی قوت میں وزن اور درجۂ عمل کی زیادتی دونوں باتیں شامل ہیں۔

جو اعضاء اتنے قریب ہیں کہ دوا اُن کے ساتھ براہِ راست ملاقی ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں دواء کی قوت تاثیر مرض کی قوت کے برابر ہونی چاہیئے، کیونکہ یہاں دواء کی قوت کے ٹوٹنے اور کم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

اسی طرح جو اعضاء بعید ہیں، ان میں دوا کی قوت بڑھا کر دینی چاہیئے۔

انتباہ: اعضائے بعیدہ تک دواء کا اثر اس طرح پہونچتا ہے کہ دوائی اجزاء عروق میں منجذب ہوکر اور خون کے ساتھ مل کر عضو ماؤف تک پہونچ جاتے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جس قدر جلد اور جس قدر زیادہ مقدار میں یہ اجزاء ان اعضاء تک پہونچیں گے، اُسی قدر جلد ان کا اثر ظاہر ہوگا۔ اسی اصول کے ماتحت بعض دوائیں پچکاری کے ذریعہ زیر جلد، عضلات، اور عروق وغیرہ میں پہونچائی جاتی ہیں۔

دوم: اعضائے ماؤفہ کے محل وقوع کے علم سے طبیب کو دوسرا

یہ نفع بھی پہونچتا ہے کہ اس علم کے بعد آسانی کے ساتھ وہ یہ جان لیتا ہے کہ کس قسم کی چیزیں اس مرض کی دواؤں کے ساتھ ملائی جائیں، جس سے ان ادویہ کا اثر اعضاء ماؤفہ تک جلد پہونچ سکے۔ مثلاً جب یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ مرض اعضائے بول میں ہے، تو اعضائے بول کی دواؤں کے ساتھ مُدِرّات شامل کردی جاتی ہیں ÷ (شیخ) ÷

مُدِرّات اعضائے بول کے امراض میں ان کی مخصوص ادویہ کے لئے بَدرَقہ اور رہنما بن کر ان کو اعضائے ماؤفہ تک جلد پہونچانے کا ذریعہ بن جاتی ہیں ÷

سوم: محلِ مرض کے علم سے طبیب کو تیسرا فائدہ یہ پہونچتا ہے کہ اس علم کے بعد اُسے بہ آسانی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ عضو ماؤف تک دوا پہونچانے کا کون سا راستہ اختیار کیا جائے۔ مثلاً جب ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ قرحہ زیرین امعاء میں ہے، تو ہم اس کی دوائیں حقنہ کے ذریعہ مبرز کی راہ، پہونچاتے ہیں، اور جب ہمیں یہ علم ہوجاتا ہے کہ قرحہ بالائی امعاء میں ہے، تو ہم اس کی دوائیں منہ کی راہ، پینے کی صورت میں پہونچاتے ہیں ÷ شیخ ÷

انتباہ: بعض اعضاء ایک راستہ سے قریب ہوتے ہیں اور دوسرے راستہ سے دور، مثلاً مثانہ اور رحم، یہ اعضاء منہ سے دور ہیں اور مجرائے بول اور مہبل سے قریب۔ چنانچہ ادویہ مشروبہ کا اثر ان اعضاء تک بہت بعید راستہ سے پہونچتا ہے، اور ادویہ مزروقہ کا منفذ قریب سے، یہی وجہ ہے کہ قرحۂ مثانہ اور قرحہ رحم وغیرہ کی صورتوں میں پچکاریوں کا استعمال زیادہ مناسب اور مؤثر ثابت ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق کھانسی کی دوائیں بصورت لعوق وحبوب انسب ہوا کرتی ہیں، اور ہدایت کی جاتی ہے کہ گولیاں منہ میں رکھی جائیں اور دیر تک ان کا رس چوسا جائے، اور لعوق کو شب و روز میں کئی بار ذرا ذرا چاٹا جائے ÷

(د) عضو کی قوت | چنانچہ جن اعضاء کی قوتِ حس تیز ہے، یا جو اعضاء شریف یا رئیس ہیں، ان کے امراض میں تیز دوا دینے کی جراٗت نہیں کی جاتی، ـــــ نہ ان میں سخت سردی پہونچانی جائز ہے ـــــ نہ ان کے مواد کو کسی قابض دواء کے بغیر، جو ان اعضاء کی قوتوں کی حفاظت کرے تحلیل کرنا درست ہے ـــــ نہ ایسے اعضاء پر "زنگار" جیسی کوئی (سمّی) دواء استعمال کرنی جائز ہے، جس میں (زندگی وحیات کے) مخالف کوئی کیفیت ہو ـــــ اور نہ ایسے اعضاء کے مواد کا یکبارگی استفراغ کرنا جائز ہے۔ (قرشی)

عضو کی قوت کے علم سے مقدار اور قوت دواء کے اختیار کرنے میں طبیب دو طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے:

اوّل: اعضاء کی ریاست و شرافت کا لحاظ: جو اعضاء دماغ، دل، جگر، معدہ، اور خصیتین کی طرح رئیس و شریف ہیں، ان میں قوی اور شدید العمل دوائیں ہم بڑی احتیاط سے استعمال کرتے ہیں، اور حتی الامکان ہم زیادہ قوی دواؤں کے استعمال سے ان اعضاء کو خطرہ میں ڈالا نہیں کرتے۔

دوم: عضو کی حس کی ذکاوت و سستی کا لحاظ: چنانچہ آنکھ جیسے ذکی الحس اور عصبی اعضاء میں ایسی دواؤں کو تھوڑی مقدار میں بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہیئے، جو تیز، لذّاع، اور موذی ہوں، مثلاً سم الفار، ہڑتال، چونہ، بھلانواں، جمالگوٹہ، آکھ کا دودھ وغیرہ۔

(۲) مقدارِ مرض | معمولی اور ہلکے امراض میں لازماً ہلکی ہی دواء کافی ہو جاتی ہے، اور قوی اور سخت امراض قوی اور تیز دواء کے محتاج ہوتے ہیں۔ (قرشی)

مقدارِ دواء (بلحاظِ وزن و درجۂ عمل) کے اختیار کرنے میں مرض

کی مقدار کا پہلے سے اندازہ ہونا چاہیئے. یہ اصول بہت ہی بدیہی اور ظاہر ہے. مثلاً جن امراض میں بدنی حرارت عارضی طور پر بہت شدید ہوجاتی ہے، اُن میں حرارت کے بجھانے کے لئے ہمیں شدید مبردات کی حاجت ہوا کرتی ہے، اور جن امراض میں عارضی برودت شدید ہوتی ہے، اُن میں تسخین کے لئے ہم شدید مسخنات کے محتاج ہوتے ہیں. لیکن جب حرارت و برودت میں اتنی شدت نہیں ہوتی ہے تو ضعیف دواؤں پر ہم اکتفا کیا کرتے ہیں ؛

دس کا بقیہ

مذکورہ بالا دس امور میں سے باقی ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں ؛ (قرشی) ؛

اور ان میں سے جن (دو امور) کی تفصیل بیان کی گئی ہے، انہیں پر بقیہ امور کو قیاس کرنا چاہیئے :

(۳) جنس عورتوں کو مردوں کی نسبت ہلکی اور تھوڑی مقدار میں دوا دی جاتی ہے؛ کیونکہ عورتیں فطرۃً مردوں کے مقابلہ میں ضعیف القویٰ اور ذکی الحس ہوتی ہیں. علیٰ ہذا بعض ادویہ میں عورتوں کے ایام حیض کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے، جن کے استعمال سے خون حیض میں اضافہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے؛

مثلاً حبیات اجامیہ کے لئے برگ کا استعمال ؛

(۴) عمر بچوں کو جوانوں کی نسبت حسب عمر دوا ہلکی اور تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے ؛

مقدارِ بالغ اور عمروں کے لحاظ سے قدر شربت ادویہ کی کتابوں میں جو مقدار خوراک لکھی جاتی ہے، وہ دراصل پوری خوراک ہوتی ہے، جو جوانوں کے لئے بتائی جاتی ہے ؛ اس مقدار کو مقدار بالغ اور مقدار کامل کہا جاتا ہے. بچپن اور بڑھاپے میں اسی معیار کے لحاظ سے کمی

کی جاتی ہے۔ بڑھاپے میں یہ اختلاف تھوڑا ہے، یعنی جوانوں کی خوراک سے بڑھاپے میں کسی قدر کم کردی جاتی ہے؛ لیکن بچپن سے جوانی تک حسب عمر یہ اختلاف بہت زیادہ ہے، جس کی وجہ ظاہر ہے۔ کیونکہ بچہ کے قویٰ میں یوم ولادت سے جوان ہونے تک بڑے بڑے انقلابات واقع ہوتے ہیں؛ اسی تناسب کے لحاظ سے دواء کی خوراک عمر کی کمی کے ساتھ چھوٹی ہوتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی دواء کی مقدار بالغ ساٹھ رتی ہے، تو چھ ماہ سے کم عمر بچہ کے لئے اس کی مقدار تخمیناً تین رتی (یعنی پوری مقدار کے مقابلہ میں $\frac{3}{60}$ ہوگی) ——— اسی طرح چھ ماہ سے ایک سال تک کے لئے چار رتی ($\frac{4}{60}$) ——— ایک سال سے دو سال تک کے لئے پانچ رتی ($\frac{5}{60}$) ——— دو سال سے تین سال تک کے لئے آٹھ رتی ——— تین سال سے چار سال تک کے لئے دس رتی ——— چار سے چھ سال تک کے لئے پندرہ رتی ——— چھ سے دس سال تک کے لئے بیس رتی ——— دس سے تیرہ سال تک کے لئے پچیس رتی ——— تیرہ سے سولہ سال تک کے لئے تیس رتی ——— سولہ سے اٹھارہ سال تک کے لئے چالیس رتی ——— اٹھارہ سے بیس سال تک کے لئے پچاس رتی ÷

اکیس سال سے ساٹھ سال تک معیاری عمر ہے، جس میں پوری خوراک (مقدار بالغ) یعنی ساٹھ رتی دی جاتی ہے ÷

ساٹھ سال کے بعد حسب ضعف مقدار کامل میں قدرے کمی کردی جاتی ہے، علی الخصوص قوی اور سمی ادویہ میں ÷

(۵) عادات اگر کوئی شخص کسی دواء کا عادی ہو، مثلاً افیون، شراب، بھنگ، سنکھیا وغیرہ کا، تو اس دواء کی تھوڑی مقدار سے کچھ اثر نہیں ہوتا، بلکہ ضرورت کے وقت زیادہ مقدار میں دی جاتی ہے۔ افیون کی طبی مقدار دو چاول سے ایک رتی تک ہے، مگر بہت سے افیونی ایک وقت میں تین ماشہ، اور

اس سے زیادہ کھا لیا کرتے ہیں، جو دوسرے غیر عادی لوگوں کے لئے ایک مہلک مقدار ہے۔ اس حالت میں اگر کسی طبیب نے عندالضرورت ایسے شخص کو دواءً ایک رتی کی مقدار میں افیون دی، تو مطلوبہ تاثیر ہرگز حاصل نہ ہوگی۔ یہی حال سنکھیا وغیرہ کا بھی ہے۔ عادت کے بعد سمی دواؤں کے مقابلہ میں قوت برداشت بہت بڑھ جاتی، اور اس کے ذاتی اثرات آہستہ آہستہ کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے عادت کو طبیعتِ ثانیہ کہا گیا ہے۔

(۶) موسم اور وقت

ادویہ کی مقدار خوراک پر موسم اور وقت کا بھی اثر پڑتا ہے؛ مثلاً بعض گرم دوائیں موسم گرما میں زیادہ نہیں دی جاتیں، اور موسم سرما میں بعض سرد دوائیں۔ اسی طرح بعض دوائیں خاص موسم میں زیادہ مؤثر ہوا کرتی ہیں۔

علیٰ ہذا بعض دواؤں کی ضرورت دن کے کسی خاص حصے میں زیادہ ہوا کرتی ہے، مثلاً صبح کے وقت عموماً کمزور مریضوں کو ضعف کا غلبہ ہوا کرتا ہے، اس لئے اس وقت مقویات و محرکات زیادہ دیئے جاتے ہیں۔

(۷) پیشہ

بعض پیشے اس قسم کے ہیں، جن سے بدن کے مواد تحلیل ہوتے رہتے ہیں، مثلاً لوہار کا پیشہ، حمام میں کام کرنے والوں کا پیشہ، ان میں زیادہ گرم وخشک دوائیں اور قوی مسہلات نہیں دی جاتیں، اور بعض سرد پیشوں میں زیادہ گرم دوائیں دی جاسکتی ہیں، مثلاً دھوبیوں اور ملاحوں کا پیشہ۔

(۸) مُلک ونسل

بعض ممالک اور بعض قوموں میں بعض دواؤں کی برداشت زیادہ ہوتی ہے، اور تاثیرات مطلوبہ کے لئے بڑی مقدار میں دینی پڑتی ہے، اور بعض ممالک میں اس کے برعکس۔ اسی طرح گرم ممالک میں بعض گرم دوائیں اور سرد ممالک میں بعض سرد دوائیں احتیاط کے ساتھ تھوڑی مقدار میں

دی جاتی ہیں ۔

(۹) سحنہ (ڈیل ڈول) لاغروں اور چھوٹے قد وقامت کے لوگوں کو دوائیں (علی الخصوص مسہلات اور سمی ادویہ) نسبتہً چھوٹی خوراکوں میں دیجاتی ہیں، اور فربہ اور بڑے ڈیل ڈول کے آدمیوں کو بڑی خوراکوں میں ۔

(۱۰) قویٰ زیادہ قوی لوگ زیادہ تیز دوائیں بڑی مقدار میں برداشت کر سکتے ہیں، اور کمزور و نازک لوگوں کو ہلکی ہی دواء تھوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے ۔

مزید دس امور

مذکورۂ بالا دس امور کے علاوہ **قانون کمیت** کے ذیل میں مزید دس امور کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، جو مقدارِ دواء کے اختیار کرنے میں دخل رکھتے ہیں :

(۱۱) مزاج مریض مزاج عضو کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس وقت مریض کے مزاج سے مراد یہ ہے کہ آیا وہ بلغمی ہے، دموی ہے، صفراوی ہے، سوداوی ہے، یا عصبی اور ذکی الحس ہے۔ مقدار خوراک میں اکثر اوقات یہ باتیں بھی موثر ہو جاتی ہیں: بعض دوائیں، مثلاً کچلہ، بلغمی مزاجوں میں زیادہ برداشت ہوتی ہیں، اور بعض دوائیں عصبی مزاجوں میں بڑی احتیاط کے ساتھ دی جاتی ہیں ۔

(۱۲) ھواء علاج کے وقت موجودہ ہوا کا لحاظ رکھنا طبیب کا اہم فریضہ ہے، جیسا کہ شیخ نے ہدایت کی ہے۔ بہت سے امراض گرم اور مرطوب ہوا کی وجہ سے ترقی پکڑ لیتے ہیں، اور بہت سے امراض محض تبدیل ہوا سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح فضاء کی ہوا گرم ہو تو اس سے ادویہ محللہ، منضجہ، اور مسہلہ کے افعال میں امداد پہونچ جاتی ہے، اس لئے ایسے وقت میں دواء کی کم مقدار بھی کافی

ہوجاتی ہے، اور برودت ہوا کے وقت ان کے اثرات میں رکاوٹ واقع ہوتی ہے، اس لئے ایسے وقت میں دوا کی نسبتہً زیادہ مقدار مطلوب ہوتی ہے۔

(۱۳) سابقہ تدابیر سابقہ تدابیر (از قسم دوا، وغذا وغیرہ) کس قسم کے گزر چکے ہیں، یہ بھی مقدار دوا میں مؤثر ہوتے ہیں، کیونکہ بعض دوائیں اس قسم کی ہیں کہ اگر وہ پہلے ارادۃً یا اتفاقاً کھائی گئی ہیں، تو ان کے بعد بعض ادویہ بڑی مقدار میں برداشت ہوجاتی ہیں، اور زیادہ مقدار میں مؤثر ہوتی ہیں، مثلاً وہ دوائیں جن کے افعال متضاد اور متقابل ہوتے ہیں۔ اگر پہلے کوئی تشنج پیدا کرنے والی دوا کھائی گئی ہے، تو اس کے بعد دافع تشنج ادویہ کی بڑی مقدار مؤثر ہوگی۔

(۱۴) اوقاتِ امراض مرض اپنے اوقات (ابتدا، تزیّد، انتہا، اور انحطاط) میں سے کس وقت میں ہے؟ یہ بھی مقدار خوراک میں مؤثر ہوتا ہے۔ بعض ادویہ انتہاء مرض کے وقت زیادہ مقدار میں دی جاتی ہیں، اور ابتدا میں کم۔

(۱۵) بحران بحرانی امراض میں علاج کے وقت مقدار اور قوتِ دوا میں بحران کے قرب و بعد کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اگر اسہال و تلیین کی ضرورت ہوتی ہے، تو بحران کے دن ملینات اور ہلکے مسہلات دئے جاتے ہیں، خصوصاً ایسے امراض میں جن کے بحران اسہال کی صورت میں ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح جن امراض میں بحران پسینہ کی صورت میں ہوا کرتے ہیں، ان میں بحران کے دن قوی معرقات کے دینے سے بعض اوقات پسینہ کی اتنی شدت ہوجاتی ہے کہ مریض نڈھال ہوجاتا ہے۔

(۱۶) مسلکِ دوا دوا کس راستے سے بدن کے اندر پہنچائی ہے، یہ بھی مقدار خوراک پر مؤثر ہوتی ہے۔

مثلاً جو دوائیں کسی مقدار میں کھلائی جاتی ہیں، اگر براہ مستقیم بصورت حقنہ اس دواء کے پہونچانے کی ضرورت ہو تو مقدار ماکول سے زیادہ دی جاتی ہیں۔ اس حکم سے کچلہ مستثنیٰ ہے۔ کچلہ کو براہ مستقیم کم مقدار میں دینا چاہیئے۔ اس کے برعکس اگر یہی دواء براہ راست زیر جلد، اندرون عروق و عضلات داخل کی جائے تو کھانے کی مقدار سے بہت کم، حتیٰ کہ نصف، یا اس سے بھی کم، اختیار کی جاتی ہے۔

(۱۷) خیالات وعقائد

وہم وخیال بدن کے اندر سینکڑوں امور کے موجب ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے الوَھْمُ خَلّاق کہا جاتا ہے، اسی طرح یہ مقدار خوراک پر بھی مؤثر ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی دواء کے متعلق مریض کو پختہ اعتقاد ہو کہ وہ بہت زیادہ مؤثر ہے، اور اس کی تھوڑی مقدار بھی اُس کے بدن میں بہت کافی اثر پیدا کر دیا کرتی ہے تو وہی اس دواء کی تھوڑی مقدار سے بہت زیادہ اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح کسی دواء کے متعلق مریض کے خیالات خراب ہیں، یا وہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک بے اثر چیز ہے، تو بہت ممکن ہے کہ اس دواء کی تھوڑی مقدار تجربہ میں غیر مؤثر ثابت ہو۔ ایسی حالت میں دواء کی مقدار کو گاہے بڑھانا پڑتا ہے، اور گاہے کسی اور طریقے پر خوبصورتی کے ساتھ اُس کے عقیدہ کو بدلنا پڑتا ہے۔

[الوَھْمُ خَلّاق
وَھم (بہت سی چیزیں) پیدا کر دیا کرتا ہے۔]

(۱۸) معدہ کا امتلاء وخلا

معدہ کا امتلاء وخلاء بھی مقدار دواء پر مؤثر ہوتا ہے، چنانچہ خلوئے معدہ میں ادویہ کی تھوڑی مقدار بھی زیادہ اثر پیدا کرتی ہے اور امتلاء معدہ کی حالت میں بعض ادویہ کا اثر مفقود و معدوم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اگر کوئی خاص ضرورت داعی نہیں ہوتی، تو

دوائیں نہار منہ اور خلوئے معدہ کے اوقات میں دی جاتی ہیں، ضرورت خاص کی بے شمار صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ دوا مثلاً سمی ہو، اور سمی ہونے کی وجہ سے خلوئے معدہ میں لذع و خراش کی باعث بنتی ہو تو مجبوراً ایسی حالت میں دوائیں کھانے کے بعد استعمال کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے ۔

(۱۹) امراضِ موجودہ امراض موجودہ، مقدار دوا پر اس طرح مؤثر ہوتے ہیں کہ بعض امراض کی موجودگی میں بعض ادویہ کی بڑی مقدار قابل برداشت ہوتی ہے، اور بعض ادویہ کی قوت برداشت گھٹ جاتی ہے۔ آتشک کی موجودگی میں پارہ اور سم الفار زیادہ مقدار میں استعمال کئے جا سکتے ہیں، اور ورم گردہ کی موجودگی میں ان ادویہ کی بہت قلیل مقدار قابل برداشت ہوتی ہے ۔

(۲۰) طبیعۃِ مخصوصہ بعض لوگوں میں یہ عجیب غیر معمولی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ کسی خاص دوا یا غذاء سے حیرتناک طور پر متأثر ہوا کرتے ہیں، مثلاً بعض دواؤں کی بہت ہی قلیل مقدار سے خلاف توقع زبردست تأثر کا اظہار کرتے ہیں، یا اس کے برعکس بڑی مقداروں سے بھی غیر متأثر رہتے ہیں جس کی بظاہر کوئی طبی تاویل بتائی نہیں جا سکتی۔ اسی وجہ سے ایسے لوگوں کی طبیعت کو طبیعۃ مخصوصہ، یا خصوصیتِ مزاجی کہا جاتا ہے اس لئے دماغ میں ایسے امور بھی محفوظ رہیں۔ اس حقیقت کا علم عام طور پر تجربہ و اتفاق کے بعد ہی ہوا کرتا ہے ۔ گاہے مریض خود بتا دیا کرتا ہے کہ اس پر فلاں دوا خاص طور پر مؤثر، یا غیر مؤثر ہوا کرتی ہے ۔

اس قسم کے حیرت انگیز اتفاقات سم الفار، افیون، دھتورہ، پارہ، اور اس کے مرکبات، اور دیگر سمیات میں بارہا ہوا کرتے ہیں کہ بعض لوگ ان کی تھوڑی مقدار سے زیادہ متأثر ہو کر ہلاک تک ہو جاتے ہیں، اور

بعض لوگ بڑی مقداروں سے بھی نہیں متاثر ہوتے۔

(۳) قانون وقت

عِلاج بالدَّواء کے قوانین ثلاثہ (تین قوانین) میں سے تیسرا قانونِ وقت ہے (کہ کون سی دوا) کس وقت استعمال کرنی چاہئے ـــــ اس قانون میں پہلے یہ معلوم کرنا پڑتا ہے کہ مرض اپنے چاروں اوقات میں سے کس وقت میں ہے:

مثلاً ورمِ حار اگر زمانۂ ابتداء میں ہو تو اس پر صرف رادِع دواء برتی جاتی ہے؛

اگر زمانۂ انتہاء میں ہو تو صرف مُحَلِّل؛

اگر اِن دونوں زمانوں کے درمیان (زمانۂ تزیّد میں) ہو تو اِن دونوں قسم کی دواؤں کو ملا کر استعمال کرتے ہیں؛

اور اگر زمانۂ انحطاط میں ہو تو صرف مُحَلِّل دوائیں استعمال کی جاتی ہیں۔ (قرشی)۔

دواءِ رَادِع: عروق کی سکیڑنے والی ٹھنڈی دوا۔
دوا رادِع کے استعمال سے فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ عضو متورّم میں مادّہ کی آمد بند ہو جاتی ہے (انصبابِ مادّہ رُک جاتا ہے)۔
(رادع: لوٹانے والی)

قانونِ وقت میں ورمِ حار کا تذکرہ مثال کے طور پر آیا ہے، جس سے مُدّعا یہ ہے کہ اسی طرح ہم سارے امراض میں مختلف اوقات کا لحاظ کرتے ہیں، اور ان ہی اوقات کے لحاظ سے مختلف تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔

علّامہ علی حسین گیلانی فرماتے ہیں:

"ترتیبِ اوقاتِ دَواء میں زیادہ تر مرض کے اوقات کا لحاظ کیا جاتا ہے"۔

قانونِ ترتیبِ وقت میں مذکورۂ بالا اصول کے علاوہ بہت سے اُمور کا لحاظ کیا جاتا ہے، مثلاً ـــــــ

بعض دواؤں کو خاص طور پر خلوئے معدہ میں دینے کی ہدایت کی جاتی ہے، جیسے قتل دیدان شکم کے لئے جو دوائیں کھلائی جاتی ہیں، اُن کا بہترین عمل خلائے معدہ کی صورت میں ہوا کرتا ہے؛ اور سہی دوائیں عموماً غذا کے بعد، جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ اسی طرح مرکبات فولاد بھی اکثر غذا کے بعد دئے جاتے ہیں۔

ادویہ مسہلہ میں جو دوائیں بطئی العمل ہیں، مثلاً ایلوا اور اس کے مرکبات (حب صبر، حب شبیار، حب ایارج، وغیرہ) وہ عموماً شب کو سوتے وقت کھلائی جاتی ہیں؛ اور دوسرے قوی العمل مسہلات زیادہ ترصبح کے وقت؛ تاکہ نیند کی حالت میں بار بار اُٹھنا نہ پڑے، اور بیمار اور تیمار دار کو زیادہ پریشانی نہ ہو۔

مُدِرّاتِ حیض عام طور پر حیض کے مقررہ دنوں میں اور اس سے پہلے متصلہ دنوں میں زیادہ مؤثر ہوتی ہیں۔

نیند لانے والی ادویہ (مُنَوِّمات) کا اُس وقت دینا زیادہ مناسب اور مؤثر ہوا کرتا ہے، جبکہ طبعی طور پر وقت بھی نیند کا متقاضی ہو، جیسا کہ علامہ نفیس نے شرح اسباب میں ہدایت کی ہے۔

حموضتِ معدہ میں ادویہ بورقیہ، یعنی شور دواؤں سے ترشی کی حدت کو توڑا جاتا ہے، ایسی دوائیں غذا سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے، یا تین چار گھنٹے بعد دی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس جو دوائیں حموضتِ معدہ کو بڑھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، وہ غذا سے متصل استعمال کی جاتی ہیں۔

علیٰ ہذا ترتیب اوقات دوا دہی میں یہ بھی داخل ہے، کہ حتیٰ الامکان ادویہ ایسے اوقات میں دی جائیں کہ مریض کی راحت میں زیادہ خلل نہ واقع ہو۔ ادویہ کا بار بار جگا کر دینا عموماً اچھا نہیں سمجھا جاتا؛ ہاں اگر کوئی ضرورت شدید

ہی اس کی طالب ہو، تو مجبوراً اس مکروہ عمل کو اختیار کرنا پڑتا ہے، جیسا کہ افیون کی سمیت میں ہدایت کی جاتی ہے کہ مریض کو سونے نہ دیا جائے، اور حتی الامکان اسے جگانے کی کوشش کی جائے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی دواء دینی ہے، تو مریض کی نیند کا ہرگز خیال نہ کیا جائے، اور اسے باربار بیدار کر کے دواء کی خوراکیں دینی چاہئیں۔

چند مفید عام معالجات

چند اچھے معالجات میں سے، جو اکثر امراض میں مشترک طور پر مفید ہیں، حسب ذیل ہیں:

(۱) فرحت و مسرت؛

(۲) ایسے لوگوں کی ملاقات، جن کے دیدار سے خوشی حاصل ہوتی ہو۔

(۳) ایسے لوگوں کی صحبت و ہم نشینی، جن سے مریض شرماتا اور لحاظ کرتا ہو، اور اُن کی موجودگی سے مریض کو اُنس و دلچسپی ہو۔

چنانچہ بعض جان سے جاتے ہوئے ناتوان عاشق بھی معشوق کو یکایک دیکھ کر تندرست ہوگئے ہیں۔

(یہ سوں علاجِ روحانی کے قبیلے سے ہیں)

(۴) یہی حال لذیذ خوشبوؤں اور اچھے راگ گانوں کا ہے۔

(۵) بعض اوقات ایک ہواء سے دوسری ہواء میں ——— ایک مسکن سے دوسرے مسکن میں ——— اور ایک موسم سے دوسرے موسم میں منتقل ہونا مفید ثابت ہوا کرتا ہے۔

(تبدیل ہواء، تبدیل مقام، تبدیل موسم)

(۶) بعض اوقات کسی خاص ہیئت کا بدلنا بھی نفع پہونچاتا ہے، مثلاً (بیٹھے بیٹھے یکبارگی اُٹھ کر) سیدھا کھڑا ہو جانا دردِ کمر کو دور کر دیتا ہے۔ اور کسی چمکدار چیز کی طرف

نیز نگاہ سے گھورنا مرض حول (بھینگا پن) میں فائدہ پہونچاتا ہے۔ (قرشی)

[تبدیل ہیئت]

علاج رُوحانی علاج رُوحانی سے مراد وہ علاج ہے، جس کا تعلق روح (نفس) کے جذبات وخیالات سے ہو۔

یہ مسلمات سے ہے کہ جس طرح غم والم، اور غیض وغضب کے وقت نفس کے بعض منافی جذبات موجب آفات وامراض ہوجایا کرتے ہیں، حتیٰ کہ فرطِ غم سے دق جیسے مہلک امراض میں انسان مبتلا ہوجاتا ہے، اسی طرح بعض مناسب جذبات وخیالات، مثلاً مفرح خبریں، خوشی ولذت کے واقعات سے بہت سے امراض زائل ہوجایا کرتے ہیں۔ اس قسم کی چیزیں بعض اوقات بلا شرکت غیرے خود مستقل علاج ہوتی ہیں، اور بعض اوقات دوسرے دوائی علاج وغیرہ کے ساتھ شفاء میں معاون ثابت ہوا کرتی ہیں۔ یہ غیر دوائی علاج کی ایک صورت ہے۔

مسرت بخش نغمہ وسرود اور لذیذ گانے، قوت ارادی سے مریض کے خیالات کو پھیر دینا، اور اس کو یقین دلا دینا کہ تمہارا مرض جاتا رہا، یا فلاں وقت جاتا رہے گا، یہ سب چیزیں بھی "روحانی علاج" میں شامل ہیں، جو بعض اوقات حیرت انگیز طور پہ اپنا اثر دکھاتی ہیں۔

احترام والوں کی صحبت کے بارے میں شیخ نے لکھا ہے:
بعض اوقات ایسے لوگوں کا مریض کے پاس رہنا مفید ثابت ہوا کرتا ہے، جن سے مریض جھینپتا اور لجاتا ہے، ایسے محترم لوگوں کی صحبت مریض کے لئے اس وجہ سے سود مند ہوا کرتی ہے کہ وہ بہتیری غلط کاریوں اور بدپرہیزیوں سے بچاتا رہتا ہے۔

تبدیلِ آب وہوا تبدیل ھقام اور تبدیل آب وھواء سے دو باتیں حاصل ہوا کرتی ہیں:

(۱) بُری اور غیر موافق آب وہواء سے اچھی اور موافق آب وہواء

میں مریض آجاتا ہے، جس سے طبیعت کو فائدہ پہونچتا، اور وہ دفع مرض پر قادر ہو جاتی ہے ۔

(۳) تبدیل مقام کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے نئے نئے اور دلچسپ مناظر آتے رہتے ہیں، جس سے نفس میں ایک قسم کا انبساط حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ نفس کا انبساط بجائے خود ایک مؤثر علاج ہے، اور اس سے بدنی افعال (تغذیہ، تنمیہ، مواد میں استحالہ و تغیر وغیرہ) میں بیحد اچھا اثر پڑا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تبدیل آب و ہوا کے علاج کو شیخ نے "علاجِ روحانی" کے قریب بتایا ہے ۔

علاوہ ازیں ان دونوں کے باہمی قرب کو دوسرے طور پر بھی سمجھایا جا سکتا ہے: یعنی جس طرح علاج روحانی میں بلا دوا کے اور بلا ظاہری سامانِ علاج کے استعمال کے، فائدہ حاصل ہو جاتا ہے، اسی کے قریب قریب تبدیل آب و ہوا بھی ہے، جس سے بعض اوقات دوا کے بغیر ہی فائدہ ہو جاتا ہے ۔

تبدیلِ وضع وضع اور ہیئت کی تبدیلی ایک علاج ہے، اور اس سے بعض آفات دور ہو جایا کرتے ہیں، چنانچہ بعض اوقات اعضاً کا درد محض وضع بدل لینے سے، مثلاً درد کر کھڑے ہو جانے سے، دور ہو جایا کرتا ہے اسی طرح اگر پھوڑے کا مریض ایسی وضع میں ہو کہ پیپ کو نکلنے اور بہنے کا موقعہ نہ مل رہا ہو، تو ایسی صورت میں یہ نہایت مفید ثابت ہوا کرتا ہے کہ مریض کی وضع تبدیل کر دی جائے، اور اُسے ایسی ہیئت میں رکھا جائے کہ پیپ کے بہاؤ میں کوئی رکاوٹ نہ پیش آئے ۔

غیر دوائی تدابیر کی دوسری مثالیں غیر دوائی علاج کی بہت سی مثالوں میں سے شیخ دو ایک مثالیں اور بھی بتاتے ہیں:

"علی ہذا بہ تکلف ایسی ہیئت و حرکت کا پیدا کرنا، جس سے کوئی ٹیڑھا عضو سیدھا ہو جائے، یا جس سے مزاج میں کوئی تغیر پیدا ہو جائے، اسی قسم کا (غیر دوائی) علاج ہے، جیسا کہ بھینگے بچہ (اَحوَل) کے لئے یہ تدبیر

کی جاتی ہے کہ وہ (مخالف جانب) ترچھی نظر سے کسی چمکدار چیز کو گھور کر دیکھا کرے"۔۔۔۔ یا مثلاً مریضان لقوہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ آئینہ چینی میں اپنا منہ دیکھا کرے۔ ان تدابیر میں مریض کو بہ تکلف چہرہ اور آنکھوں کو ہموار اور سیدھا کرنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے، اس لئے بعض اوقات اس تکلف سے یہ اعضاء ٹھیک ہو جاتے ہیں"۔ شیح +

مرض حَوَل میں چونکہ آنکھ کا ڈھیلا بعض عضلات کے غیر طبعی سکیڑ سے پھر جاتا ہے، اس لئے دونوں نگاہیں ایک زاویہ پر نہیں جمتیں، بچپن اور کم عمری میں، جبکہ تمام اعضاء ملائم اور نازک ہوتے ہیں، حَوَل کا علاج اس تدبیر سے کیا جاتا ہے کہ جس طرف آنکھ پھر گئی ہے، اس کے مقابل جانب چراغ جیسی کوئی روشن چیز رکھ دی جاتی ہے، تاکہ بچہ اس طرف شوق اور تکلف سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ اس حالت میں آنکھ کا ڈھیلا چونکہ مقابل جانب زور سے کھنچتا ہے، اس لئے بعض اوقات (خاص کر جبکہ مرض مزمن نہ ہو گیا ہو) آنکھ سیدھی اور درست ہو جاتی ہے +

آئینۂ چینی | مریض لقوہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ تاریک کمرہ میں رہے، اور آئینہ چینی میں اپنا منہ دیکھتا رہے، اس عمل سے مرض میں افاقہ کیوں ہوتا ہے؟ اس کی توجیہ اطباء نے اس طرح بیان کی ہے: "چونکہ مریض کو اپنا منہ آئینہ میں تکلف اور دشواری سے نظر آتا ہے، اور وہ جدوجہد کرنے پر مجبور ہوتا ہے، اس جدوجہد اور ریاضت سے مادۂ مرض تحلیل ہو جاتا ہے"۔ +

آئینہ چینی | میں کیا خصوصیت ہوتی ہے؟ ابھی تک مجھے اس کی پوری تحقیق نہ ہو سکی؛ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حلبی آئینوں کی طرح چینی آئینہ بھی بہترین ہوتا ہے، جو کبھی طبقۂ امراء میں مروج و مستعمل تھا۔ رہا یہ سوال کہ بہترین آئینہ میں مریض کا چہرہ دشواری سے کیوں نظر آئے گا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تاریک کمرہ میں ہوتا ہے، اور تاریکی کی حالت میں وہ اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھتا ہے +

از قفا آئینہ چینی شکست + خوب شد، سامان خود بینی شکست

امراضِ ترکیب اور تفرق اتصال

کا بیان کلام جزئی میں مناسب ہو گا

امراض ترکیب اور تفرق اتصال کا علاج کلی طور پر بیان کرنا دشوار ہے، اس لئے ان کا علاج یہاں کلیات میں درج نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ دوسرے حصوں میں، جہاں تمام امراض کا تفصیلی بیان درج ہے (کلام جزئی: جزئیات) وہاں یہ بھی لکھا جائے گا۔

اس لئے اب ہم سوء مزاج کے امراض کا علاج لکھتے ہیں۔ (قرشی)

سوءِ مزاج کا علاج

بیشتر امراض میں سوء مزاج

اعضاء کے مزاج سے مراد وہ امتزاجی ہیئت وکیفیت ہے،

جو عناصر کے باہمی امتزاج و آمیزش کے بعد حاصل ہوتی ہے! یہ امتزاجی ہیئت وکیفیت ہر عضو میں مخصوص ہوتی ہے — بہ الفاظ دیگر: ہر عضو میں عناصر کی کمیت وکیفیت کا ایک خاص تناسب ہوا کرتا ہے، جس کی وجہ سے ہم ہڈی کو کرّی سے، اور چربی کو گوشت سے امتیاز دیا کرتے ہیں: یہ ایک بدیہی حقیقت اور کھلی صداقت ہے۔

جب یہ صادق ہے تو سوء مزاج کے وجود سے انکار کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ ذیابیطس، خنازیر، سل ودق، حمیات اجامیہ (تپ موسمی) اورام اور سلعات (رسولیاں) کے اقسام، فالج ولقوہ، تشنج وتمدد، کزاز گٹھیا، نقرس، وغیرہ، اور عفونت اور دیگر مواد کے سارے امراض میں سوء مزاج یقیناً پایا جاتا ہے۔

اسی طرح امراض ترکیب کی بہت سی قسموں کے ساتھ بھی اعضاء کے

طبعی مزاج بدل جایا کرتے ہیں، یعنی بیشتر امراض ترکیب کے ساتھ امراض مزاج بھی پائے جاتے ہیں؛ خواہ دونوں ایک وقت عارض ہوں، یا آگے پیچھے۔ جب کوئی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے، یا کوئی جوڑ اوکھڑ جاتا ہے، تو شاید ہی کوئی ایسی مثال ملتی ہو کہ اس کے ساتھ درد و ورم نہ ہو؛ اور یہ ظاہر ہے کہ سوءمزاج (مزاج کی خرابی) کے بغیر ورم کے پائے جانے کی کوئی صورت نہیں۔

سوءمزاج سادہ ومادّی

اعضاء کے مزاج کی خرابیاں، دو قسم کی ہیں:

(الف) کبھی اعضاء کے مزاج میں اس قسم کی خرابی ہوتی ہے جو سادہ طور پر گرمی، یا سردی وغیرہ پہونچانے سے دور ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ کوئی ایسا مادّہ نہیں ہوتا، جس کو متغیر کرنے اور بدن سے نکالنے کے لئے انضاج و استفراغ کی طوالت درکار ہو۔ ایسے سوءمزاج کو سا ذج (سادہ) اور بلا مادّہ کہا جاتا ہے۔ مثلاً دھوپ میں چلنے سے درد سر لاحق ہو جاتے، تو سادہ طور پر اس کا یہ علاج کافی ہے کہ مریض کو سایہ میں رکھا جائے، ٹھنڈا پانی پلایا جائے، اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرایا جائے۔

اسی طرح بعض امراض موسم سرما کی ٹھنڈی ہوا سے، یا ٹھنڈا پانی پینے سے لاحق ہوتے ہیں، جو سر اور بدن کو گرم کرنے سے دور ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی صادق ہے کہ صرف گرمی یا سردی پہونچنے سے بہت جلد بدن کے اخلاط و اعضاء میں تغیرات و استحالات پیدا ہو جاتے، اور سوءمزاج سادہ سوءمزاج مادّی میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ اسی کو اطباء نے اپنی زبان میں اس طرح بتایا ہے کہ "دھوپ میں چلنے سے اخلاط بدن میں احتراق ہو جایا کرتا ہے"۔

اخلاط کے احتراق (جل جانے) سے مراد وہ تغیرات ہیں، جو حرارت کی وجہ سے بدن کے مواد میں لاحق ہو جاتے ہیں، جس سے اُن کے طبعی صفات بدل جاتے، اور مفید ہونے کی بجائے افعال بدن میں خلل

پیدا کرتے ہیں ۔

علیٰ ہذا اطبا کہا کرتے ہیں کہ "برودت سے بدن کے اخلاط و مواد میں جُمُود لاحق ہو جایا کرتا ہے، اور یہ کہ برودت اعضاء کے لیے ایک مار ڈالنے والی، مخدر، اور حرکات و افعال میں رکاوٹ ڈال دینے والی کیفیت ہے"۔

اخلاط کے جُمُود (جم جانے) سے مراد یہ نہیں ہے کہ بدن کی رطوبتیں برف کی طرح منجمد ہو جاتی ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بدن کے مواد و رطوبات میں جو تغیرات و استحالات طبعاً ہوا کرتے ہیں، اور جس رفتار سے ہوا کرتے ہیں، اُن میں رکاوٹ واقع ہو جاتی، اور تغیرات کی سابقہ رفتار سست ہو جاتی ہے۔ علیٰ ہذا اس سے اعضاء کی قوت حیوانیہ (قوتِ حیات) اور قوتِ مناعت باطل یا ناقص ہو جایا کرتی ہے کسی عضو کی قوتِ حیات کا بطلان حقیقت میں اُس عضو کی موت ہے۔

تبدیل مزاج اور استفراغ

"سوءِ مزاج جب کسی مادہ کے بغیر ہوتا ہے، تو اس میں صرف یہ کافی ہوا کرتا ہے کہ ہم محض مزاج کو (سادہ طور پر) تبدیل کر دیں (اور کسی قسم کا استفراغ، بصورت اسہال، ادرار، تعریق، وغیرہ نہ کریں)"۔ مثلاً اعضاء میں غیر معمولی طور پر حرارت لاحق ہو گئی ہو، تو اس میں سادہ طور پر برودت پہونچائیں، اور اگر ان میں برودت لاحق ہو گئی ہو، تو حرارت پہونچانے کی صورتیں اختیار کریں۔

"اور جب سوءِ مزاج مادہ کے ساتھ ہوتا ہے (مادّی ہوتا ہے) تو ہمیں اس مادہ کا استفراغ کرنا پڑتا ہے" شیخ

یعنی بدن سے مواد کو خارج کرنا پڑتا ہے، خواہ پہلے ان مواد میں کچھ تغیرات و استحالات پیدا کرنا پڑے (اِنضاج) یا بلا تغیرات پیدا کئے یونہی نکالنا پڑے۔

اِنضاجِ مادّہ

اس کی وضاحت یہ ہے کہ امراض کے مواد دو قسم

کے ہیں :

(۱) بعض مواد اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ استفراغ کی کسی صورت کے ذریعہ آسانی کے ساتھ خارج ہوجایا کرتے ہیں، مثلاً فصد کے ذریعہ خون کا استفراغ کسی منضج کا محتاج نہیں ہے۔ اسی طرح قے اور اسہال کے ذریعہ معدہ اور امعاء کے جوف کے موجودہ مواد اکثر اوقات خارج ہوجایا کرتے ہیں، اور مزید تغیر و استحالہ کے محتاج نہیں ہوتے۔

(۲) لیکن بعض مواد اعضاء کی ساخت اور رگ وپے میں اس طرح پیوست ہوتے ہیں کہ جب تک ان میں اور اعضاء میں خاص قسم کے تغیرات حاصل نہ ہوں، یہ اسہال، ادرار، قے، وغیرہ کے ذریعہ خارج نہیں ہوا کرتے۔ ایسی حالت میں استفراغ سے پہلے اس امر کی ضرورت داعی ہوتی ہے کہ ان میں مناسب تغیرات پیدا کرلئے جائیں، اور طبیعت کو اس کام کے لئے موقعہ دیا جائے، اس کے بعد ان کے نکالنے کی کوشش کی جائے۔ انہی تمہیدی تغیرات کا نام نُضْج و اِنْضَاج ہے، اور جو دوائیں طبیعت کے اس عمل میں امداد کیا کرتی ہیں، انہیں مُعَدِّلات اور مُنْضِجَات کہا جاتا ہے۔

"اس کے بعد گاہے فقط یہی استفراغ کافی ہوجاتا ہے، (اور کسی دوسرے علاج کی مزید ضرورت باقی نہیں رہتی۔) بشرطیکہ اس استفراغ کے بعد کچھ سوءمزاج، اپنی سابقہ پائداری و استحکام کی وجہ سے، باقی نہ رہ گیا ہو؛ اور گاہے یہ استفراغ کافی نہیں ہوا کرتا ہے، بلکہ استفراغ مادہ کے بعد تبدیل مزاج کی مزید تدبیریں بھی کرنی پڑتی ہیں، بشرطیکہ استفراغ کے بعد کچھ سوءمزاج باقی رہ گیا ہو (اور مادۂ مرض پورے طور پر دفع نہ ہوا ہو)" شیخ۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ سارے مزاجی امراض کے علاج کی دو صورتیں ہیں :

(۱) تعدیل و تبدیل مزاج۔ (۲) استفراغ مادہ۔

یعنی: — کسی مرض کے علاج میں اسہال، ادرار، تعریق، تقیئہ وغیرہ کے ذریعہ بدن کے مواد کو خارج کیا کرتے ہیں (استفراغ) — یا ایسی

چیزیں استعمال کرتے ہیں، جن سے اعضاء کے مزاج میں استفراغ کے بغیر تبدیلی واقع ہو جاتی ہے (تبدیل مزاج) ÷

پھر علاج کے سلسلہ میں گاہے یہ دونوں باتیں استعمال کی جاتی ہیں، اور گاہے صرف ایک (تبدیل، یا استفراغ) کافی ہو جاتی ہے ÷

یہ بھی یاد رہے کہ گاہے ایک عرصہ تک، اور پے در پے دونوں باتیں استعمال کی جاتی ہیں، پھر بھی ہٹیلے امراض کے علاج میں ناکامی یا مشکل سے کامیابی حاصل ہوتی ہے ÷

مثال: شدید بخاروں میں ٹھنڈا پانی پلانا، نیم، گلو، شاہترہ چرائتہ حب کرنجوہ وغیرہ کھلانا، ٹھنڈے پانی سے نہلانا، ٹھنڈی ہوا میں مریض کو رکھنا اگر **تبدیل مزاج** میں داخل ہے، تو پسینہ لانا، مسہل دینا، قے کرانا، اور پیشاب لانا **استفراغ مادہ** میں شامل ہے۔ اسی مثال پر سارے امراض کو قیاس کیا جا سکتا ہے ÷

اسی طرح امراض کے علاج کے سلسلہ میں غذا، ہوا، حرکت و سکون وغیرہ کے متعلق جو ہدایتیں اور پرہیز کی باتیں بتائی جاتی ہیں، وہ بھی دراصل تبدیل مزاج، یا استفراغ میں داخل ہوتی ہیں، مثلاً ورزش کرنے سے بدن میں حرارت بڑھتی ہے، اور پسینہ آتا ہے علی ہذا مناسب غذاؤں سے تولید حرارت میں امداد ملتی ہے، اور بدن سے جو اجزا کم ہو گئے ہیں وہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ پھر غذاؤں میں کچھ دوائی اجزا پائے جاتے ہیں، جن سے مختلف شفائی اغراض میں امداد حاصل کی جاتی ہیں، مثلاً بعض غذائیں قابض ہوتی ہیں، جو جاری دستوں کے بند کرنے میں امداد کرتی ہیں، اور بعض دوائیں ملین، جو قبض امعا کو رفع کر دیا کرتی ہیں ÷

مرض مزاج ابتدائی اور مستحکم وغیرہ کا علاج

اس لحاظ سے مرض مزاج (سوءِ مزاج) کے علاج کی تین صورتیں ہیں کہ وہ کس دور میں ہے:

(۱) ایا پورے طور پر پیدا ہو چکا ہے؟ (۲) یا ابھی کچھ ہی پیدا ہوا ہے اور مزید ترقی باقی ہے؟ (۳) یا ابھی پیدا نہیں ہوا ہے، مگر پیدا ہونے کا اندیشہ ہو چلا ہے ÷

(۱) اگر کوئی مرض مزاج پورے طور پر پیدا ہو چکا ہے، جس کو سوءِ

مزاج مُستحکم کہا جاتا ہے، خواہ زیادہ پائدار ہو، یا کم، توظاہر ہے کہ اب تحفظ اور بچاوے کی کوئی صورت نہیں۔ بلکہ اس وقت اس کی تدبیر محض یہ ہے کہ جو مزاجی کیفیت مرض کے طور پر لاحق ہوگئی ہے، اسے توڑ کر دور کیا جائے، یعنی موجودہ مرضی اور غیر طبعی کیفیت کے مضاد و مخالف دوسری کیفیت پیدا کی جائے۔ اس کو بلاکسی قید کے علاج بالضد کہا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا اس کو مُداوات مُطلقہ (بلا قید علاج) بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً گٹھیا (حدار) کا علاج ہم سورنجان اور گیلدے، اور حمیات اجامیہ (تپ موسمی) کا علاج ہم گلو، نیم، اور حب کرنجوہ سے کریں، اور بخاروں کی شدت کم کرنے کے لئے حرارت بجھانے والی چیزیں استعمال کریں، جن کو مُطفیات اور مقلل حرارت کہا جاتا ہے، مثلاً آب سرد، اور برف وغیرہ۔

(۲) اگر مزاجی مرض پیدائش کے دوران میں ہوتا ہے، یعنی کم و بیش وہ پیدا ہو چکا ہے، اور ترقی و استحکام کے مدارج ابھی باقی ہیں، تو اس صورت میں اس کی تدبیر و اصلاح یہ ہے کہ مرض کا جتنا حصہ لاحق ہو چکا ہے اس کا علاج (سوءمزاج مستحکم کے اصول پر) کیا جائے، اور جتنا ابھی باقی ہے، اس سے تحفظ اور بچاوے کے لئے ایسی روک تھام کی جائے، کہ وہ اصلی سبب ہی رُک جائے، اور مرض کی ترقی آیندہ نہ ہو سکے۔ علاج و مداوا کی یہ صورت دراصل تحفظ سے مرکب ہوئی، اسی لئے اس کو بلا قید علاج نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً ورم حار لاحق ہو، اور ابھی ابتدائی منزل میں ہو، تو ورم کے لاحق شدہ اتنے حصے کا علاج حسب اصول مناسب ادویہ سے کیا جاتا ہے، اور اس مقصد سے کہ ورم بڑھنے نہ پائے، مقام ورم پر رادع (ٹھنڈی چیزیں) استعمال کرتے ہیں، اور اسہال وغیرہ کے ذریعہ بدن اور خون کا تنقیہ بھی کرتے جاتے ہیں، تاکہ مادہ کا زور ورم کی طرف سے کم ہو۔

(۳) اگر کوئی مزاجی مرض اب تک پیدا نہیں ہوا ہے، لیکن مخصوص

آثار و قرائن سے پتہ چل رہا ہے کہ اس کے ہونے کا قوی امکان ہے، تو اس صورت میں ہمیں قبل از وقت محض پیش بندی کے لئے روک تھام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس قسم کی تدبیر کو تحفظ (بچاوا) کہا جاتا ہے۔

[گاہے اس کو تقدّم بالحفظ (پیشگی بچاوا) ھی کہا جاتا ہے۔]

اس تفصیل کے بعد اب قرشی کا "کلام موجز" پڑھو:

سوء مزاج کی تین قسمیں ہیں: (۱) مستحکم ـــــ (۲) پیدا ہونے والا ـــــ (۳) پیدائش کے ابتدائی دور میں۔

(۱) سوء مزاج مُستَحکم کی تدبیر یہ ہے کہ علاج بالضد کے اصول سے کام لیا جائے۔

شذرات (۱) سوء مزاج بارد کا زوال ابتدا میں آسان، اور انتہا میں مشکل ہے۔

سوء مزاج حار کا حال اس کے برعکس ہے۔

(ب) بدن میں رطوبت پہنچانے (ترطیب) کی نسبت خشکی پیدا کرنا زیادہ آسان، اور تھوڑی مدت میں ممکن ہے۔

(۲) اگر سوء مزاج پیدا ہونے والا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس سے محفوظ رہنے کے لئے (تقدّم بالحفظ کے طور پر) اس کے سبب کو زائل کیا جائے۔

(۳) اگر سوء مزاج اپنی پیدائش کے ابتدائی زمانہ میں ہے، تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں قسم کے تدابیر استعمال کئے جائیں۔ (قرشی)

یعنی علاج بالضد بھی کیا جائے، اور تقدم بالحفظ کے تدابیر بھی کام میں لائے جائیں۔

سوء مزاج بارد سریع الزوال ہے، یا سوء مزاج حار؟

سوء مزاج حار اور مرض حار دونوں بلحاظ مصداق

مترادف ہیں۔ اسی طرح سوء مزاج بارد اور مرض بارد: اس تمہید کے بعد اب وہی سوال اس طرح قائم کیا جا سکتا ہے کہ مرض حار سریع الزوال ہے، یا مرض بارد؟ اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ کوئی امر متعین اور دائمی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دار و مدار مادۂ مرض کی نوعیت اور اس کے خبث کی قلت و کثرت پر ہے۔ بعض امراض اگرچہ حار ہیں، مگر علمی دنیا میں اب تک ان کا علاج ہی معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ اگر ہم یہ کہدیں کہ امراض باردہ کے مقابلہ میں امراض حارہ جلد تر اور آسانی کے ساتھ زائل ہو جایا کرتے ہیں، تو ایسے امراض کو کہاں رکھا جائے گا۔

سوء مزاج کا علم قبل از وقت کسی سوء مزاج (مزاجی مرض) کے پیدا ہونے کا علم قبل از وقت کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گاہے اس کا علم مخصوص قرائن و آثار سے قبل از وقت ہو جایا کرتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو عادتاً مسخنات سے درد سر لاحق ہو جایا کرتا ہو، اور اس کا ہمیں علم ہو، اس کے بعد اُسے گرم ہوا، اور دھوپ میں چلنے کا، اور کسی گرم چیز کے استعمال کرنے کا اتفاق پڑے، تو ہم قبل از وقت درد سر پیدا ہونے کا حکم لگا سکتے، اور اس کے تحفظ کی تدبیریں کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال خریف کے موسم میں تپ موسمی (حمّی اجامیہ) کا شکار ہوا کرتا ہو، تو یہ ظاہر ہے کہ بخار میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک مدت تک چند تمہیدی علامتیں پیدا ہوا کرتی ہیں، جس کو مَلیلہ کہا جاتا ہے۔ اب وہی شخص نئے سال برسات کے موسم میں وہی علامتیں پانے لگا مثلاً دردسر، ثقل دماغ، بدن میں بوجھ، بھوک کی کمی، اعضا شکنی، انگڑائی، جمائی، وغیرہ، جس سے پورے طور پر اس شخص کو اندیشہ ہو گیا کہ بخار آنے والا ہے۔ اس لئے اس کے تحفظ اور بچاوے کی فکر میں لگ کر وہ ملینات سے آنتوں کو صاف کر ڈالے، غذا کم کر دے، اور کوئی مناسب دوا، مانع حمی استعمال کرے، تو بہت ممکن ہے کہ بخار کی آمد رُک جائے۔

سوء مزاج اگر سادہ ہو، تو اُس میں صرف تبدیل مزاج

کافی ہے — ایسی چیزوں سے جو سوء مزاج کے مضاد کیفیت رکھتی ہوں۔
اور اگر سوء مزاج مادّی ہو، تو اس کے مادّہ کا استفراغ کرنا چاہئے۔
پھر اگر اس کے بعد بھی سوء مزاج (کم و بیش) رہ جائے، تو اسے (علاج بالضّد کے اصول سے) بدل دیا جائے۔ (قرشی)
یعنی استفراغ کے بعد تبدیلِ مزاج کی کوشش کی جائے۔

استفراغ کے احکام

مرض مادّی، یا مرض سوء مزاج، کے اصول علاج میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ جب مرض کے مواد بدن میں موجود ہوتے ہیں، تو ان کو کسی نہ کسی طرح نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی کا نام استفراغ ہے۔ بھرگاہے طبیعت اس پر خود قادر ہوجاتی ہے، جسے **استفراغ طبعی** کہا جاتا ہے، مثلاً خود بخود دستوں کا جاری ہوجانا، قے کا آنا، پسینہ کا بہ نکلنا، خون حیض اور پیشاب کا جاری ہوجانا، وغیرہ؛ — گاہے اس امر کی ضرورت داعی ہوتی ہے کہ استفراغ مادہ میں معالج طبیعت کی امداد کرے، جسے **استفراغ صناعی** کہا جاتا ہے، مثلاً طبیب کا ارادۃً مسہل دینا، قے لانا، اور پیشاب اور حیض کے ادرار کی کوشش کرنا، نکسیر کے خون کو جاری کرنا، عروق کو کاٹ کر (فصد کرکے) خون کا بہانا، پکے ہوئے پھوڑے میں شگاف دے کر پیپ اور دوسرے مواد کا بہانا، وغیرہ۔
الغرض مادّہ خواہ کسی صورت میں خارج ہو، یا خارج کیا جائے، اسے استفراغ کہا جاتا ہے۔
پھر استفراغ گاہے **قوی اور شدید** ہوتا ہے، مثلاً جمالگوٹہ وغیرہ سے اسہال کا جاری کرنا، جس سے دن رات میں پانچ چھ، یا آٹھ نو دست جاری ہوجائیں، اور فصد کے ذریعہ سے آدھ سیر، یا تین پاؤ خون کا

نکال لینا، اور گا ہے استفراغ ہلکا اور معمولی ہوتا ہے، مثلاً ملینات امعاء دے کر آنتوں کا صاف کر لینا، معمولی طور پر ایک دو قے کا لانا، ہلکے طور پر پیشاب، حیض، نفاس، یا پسینہ کا بہانا، وغیرہ ٭

اس کے بعد، یہ ظاہر ہے کہ استفراغ، جس قدر زیادہ قوی اور شدید ہوگا، اُسی قدر اس کے اصول سخت ہوں گے، اور اُس کے شرائط کی پابندی لازمی ہوگی، اور جس قدر وہ ہلکا اور ضعیف ہوگا، اسی قدر اس کے اصول ہلکے اور پابندیاں کمزور ہوں گی ٭

ذیل میں استفراغ کے اصول اور شرائط لکھے جاتے ہیں، جن کی پابندی ہر استفراغ میں، حسب مراتب کرنی پڑتی ہے ۔ علاوہ ازیں یہ بھی اصولی بات ہے کہ ضرورت شدید کے وقت سارے شرائط اور اصول کی ساری جکڑ بندیاں سراسر ٹوٹ جایا کرتی ہیں، جو ایک بدیہی حقیقت ہے، جیسا کہ ذیل میں بتایا جائے گا ٭

استفراغ کیونکر کرنا چاہئے، اور کب؟

اُصول وشرائطِ اِستفراغ

جن چیزوں سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ استفراغ اصولاً صحیح اور برمحل ہے، وہ دس ہیں: ا امتلاءؔ ـــ قوتؔ ـــ مزاجؔ ـــ اعراض ملائمہ (یا اعراض لازمہ، جو دوران استفراغ میں پیدا ہو جاتے ہیں، یا پہلے سے پائے جاتے ہیں) ـــ سحنہؔ ـــ عمرؔ ـــ موسمؔ ـــ ملکؔ کی ہوا کی حالت ـــ استفراغ کی عادت ـــ پیشہؔ ٭

چنانچہ جب ان امور مذکورہ کا رُخ مقتضائے استفراغ کے خلاف واقع ہوتا ہے، تو استفراغ کی ممانعت کرنی پڑتی ہے ٭

اَعرَاض مُلَائمہ (یا اعراض (لازِمہ) سے وہ عوارض مراد ہیں، جو دوران استفراغ میں پیدا ہو جاتے ہیں، یا بدن مریض میں پہلے سے پائے جاتے ہیں، جس کی مثالیں آئندہ آنے والی ہیں ٭

ذیل میں ہر چیز کی تفصیل و توضیح پیش کی جاتی ہے:

وہ امور جن کا ہر استفراغ میں لحاظ رکھنا ضروری ہے، دس ہیں:

(۱) اِمتلاء (مواد کا اجتماع)؛ چنانچہ خلاء (بدن کا مواد سے خالی ہونا) لازماً مانع استفراغ ہے۔ (قرشی)۔

ایسی حالت میں کسی طرح استفراغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

افادہ: ان تمام بیانات میں جہاں جہاں استفراغ کی بات کہی گئی ہے، قوی استفراغ مراد ہے، نہ کہ معمولی، اور خفیف استفراغات، جو کسی حالت میں روکے نہیں جاتے۔

(۲) قوت ضعف و ناتوانی مانع استفراغ ہے۔ لیکن بعض اوقات استفراغ کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ناتوانی غالب ہو جاتی ہے، جو ان خرابیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ آسان ہیں، جو استفراغ نہ کرنے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس لئے استفراغ کر دیا جاتا ہے (اور حرکت کی ناتوانی کی پرواہ نہیں کی جاتی)، پھر استفراغ کے بعد (مقویات کے ذریعہ) ناتوانی کا تدارک کر دیا جاتا ہے۔ (قرشی)۔

تینوں قسم کے قوٰی، حیوانیہ، نفسانیہ، اور طبعیہ، میں سے خواہ کوئی قوت بھی ضعیف ہو، یا ان کے ضعیف ہو جانے کا اندیشہ ہو، دونوں صورتوں میں استفراغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ "ترک استفراغ کی مضرت" کے مقابلہ میں کسی "قوت کے ضعف" کو اختیار کر لیا کرتے ہیں، مگر استفراغ کو نہیں روکتے۔ (شیخ)۔

ایسا اس وقت کرتے ہیں، جبکہ ترک استفراغ کی مضرت بہت شدید اور اہم ہوتی ہے، مادہ مقدار میں کثیر اور ہیجان میں ہوتا ہے؛ اس لئے اس

وقت اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ استفراغ کی وجہ سے ضعف پیدا ہوجائیگا؛ چنانچہ عمل مسہل کے اواخر میں بعض اوقات تشنج، سدر و دوار اور ضعف حرکت لاحق ہوجاتا ہے، یعنی مریض اتنا کمزور و ناتوان ہوجاتا ہے کہ اس میں چلنے پھرنے کی سکت باقی نہیں رہتی، اور فصد و مسہل کے بعد غشی لاحق ہوجاتی ہے *

لیکن اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ خواہ کوئی قوت بھی ضعیف ہو، ہم اس کی مطلق پرواہ ہی نہیں کیا کرتے، بلکہ یہ محض قوائے حسیّہ و حرکیّہ یعنی محض قوائے نفسانیہ کے ساتھ مخصوص ہے (نہ کہ عام قویٰ اس میں شریک ہیں) * (شرح) *

علیٰ ہذا اس وقت بھی ہم استفراغ کو ترک استفراغ پر ترجیح دیتے ہیں، جبکہ ہمیں یہ توقع ہوتی ہے کہ اگر استفراغ سے (بالفرض) کوئی خطرہ لاحق ہوگیا، اور کوئی قوت کمزور ہوگئی، تو ہم اس کا تدارک کرسکیں گے۔ اس بارہ میں ساری قوتیں شریک ہیں، قوائے نفسانیہ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے * (سیج) *

یعنی جب ہمیں خطرات کے تدارک و اصلاح کی توقع ہوتی ہے، تو ہم کسی قوت کے ضعف کی پرواہ نہیں کرتے، اور استفراغ کو نہیں روکتے *

یہ ظاہر ہے کہ استفراغ کے لئے ہر مزاج میں ایک جیسی استعداد نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ بعض مزاج قوی استفراغ کے ہرگز متحمل نہیں ہوسکتے *

(۳) مزاج — حرارت و یبوست کی افراط، یا برودت کی افراط، اور خون کی کمی مانع استفراغ ہے * (قرشی) *

مزاج میں اگر حرارت و یبوست کا یا برودت و یبوست کا شدید غلبہ ہو، اور ان مزاجوں کے ساتھ کوئی ردی مادّہ نہ ہو، جو کمتر اور شاذ و نادر ہی ہوا کرتا ہے، تو ان صورتوں میں کسی قوی استفراغ کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی مادّہ کی وجہ سے مزاج میں حرارت، و یبوست، یا

برودت ویبوست لاحق ہوگئی ہو، تو ظاہر ہے کہ ان مواد کا نکالنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر صفراء کی زیادتی سے حرارت و یبوست کی فراوانی ہو، تو لامحالہ صفراء کو نکالنا پڑے گا۔

"رہا مزاج کا حار رطب ہونا، اس صورت میں آزادی اور فراخدلی کے ساتھ استفراغ کی اجازت دی جا سکتی ہے"۔ (شیخ)۔

الغرض استفراغ کے لئے مناسب ترین مزاج "مزاج حار رطب" ہے جبکہ بدن میں حرارت کے ساتھ رطوبت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

(۴) سَحْنہ	(ڈیل ڈول): اگر بدن لاغر ہو، یا بہت زیادہ پولا (مُتَخَلْخَل) ہو، یا نہایت فربہ ہو، تو ان حالات میں بھی استفراغ ممنوع ہے۔ (قرشی)۔

(سَحْنہ ڈیل ڈول، اِسٹملیٹ، فربہی کے لحاظ سے جسمانی حالت)

یعنی استفراغ میں بدن کی فربہی و لاغری کا اگر لحاظ کیا جائے، تو حد درجہ کی لاغری اور حد درجہ کا بدنی تخلخل مانع استفراغ ہیں؛ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں تحلیل قوت اور ضعف کا اندیشہ ہے۔ (شیخ)۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص نحیف و نخیف اور لاغر ہو، اور اس کے خون میں صفراء کا غلبہ ہو، تو ایسے شخص کے علاج کے وقت مناسب یہی ہے کہ استفراغ نہ کرایا جائے؛ بلکہ (تبدیل مزاج اور غلبۂ صفراء کو توڑنے کے لئے) مناسب دوائیں دی جائیں، اور ایسی (ٹھنڈی) غذائیں کھلائی جائیں، جن سے خون صالح مائل بہ برودت و رطوبت پیدا ہو۔ اس حیلہ و تدبیر سے بعض اوقات تو صفراء کے مزاج کی اصلاح ہو جاتی ہے لا اس کا غلبہ ٹوٹ جاتا ہے، اور کسی مزید علاج کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی؛ اور بعض اوقات اس سے مریض کے بدن میں اتنی تقویت پہونچ جاتی ہے کہ اب وہ استفراغ کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے؛ (اور پہلے اگر اس میں اتنی سکت نہ تھی، تو اب تدابیر سے اس کے

بدن میں اتنی سکت پیدا ہو جاتی ہے) ۔ (مسیح) ۔

علیٰ ھذا جو لوگ عادتاً کم خوراک ہوں، اور استفراغ سے بچنے کی کوئی ادنیٰ امید بھی موجود ہو، تو ان میں بھی استفراغ کی جرأت ہرگز نہ کرنی چاہئے ۔

(لاغر) کی طرح (**زیادہ فربہی** بھی) اس وجہ سے مانع استفراغ ہے کہ اس صورت میں غلبۂ برودت کا اندیشہ ہوتا ہے (یہ ربیعہ شحمی فربہی میں ہوا کرتا ہے)، اور یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ جب رگوں کو استفراغ کے ذریعہ خالی کر دیا جائے گا، تو گوشت (فربہ گوشت) کے نیچے رگیں دب کر بند ہو جائیں گی[1]، جس سے حرارت گھٹ جائیگی یا (اس بندش کے مقام سے) فضلات واپس ہو کر احشاء کی طرف چلے جائیں گے ۔ (یہ اندیشہ لحمی فربہی میں نہیں ہو سکتا ہے) ۔ (مسیح) ۔

[1] رگوں کے بند ہونے سے دورانِ خون رک جائے گا، تولید حرارت کا سلسلہ بند ہو جائے گا، اور جسم تجدید حصہ نہ ہو سکے گی، جس کو "حرارت کا انحطاف" کہا جا سکتا ہے ۔

(۵) **اعراض لازمہ**	مرض، ذرب (اسہال) کی صلاحیت اور آنتوں کے
زخم کی قابلیت استفراغ سے مانع ہے ۔ (قرشی) ۔	

آعَرَاض لازمہ (اعراض ملازمہ) یعنی بدن مریض کے برے عوارض بھی مانع استفراغ ہوا کرتے ہیں، مثلاً مریض میں پہلے ہی سے ذرب اور تشنج کی استعداد و قابلیت کا پایا جانا ۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ مریض کو مسہل کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔

علیٰ ہذا اسہال کی غرض سے کسی شخص کو مسہل پلایا گیا، مگر دست نہ آئے، تو ایسی صورت میں مسہل پر مسہل دینا خطرناک ہے ۔

(۶) **عمر**	بڑھاپا، اور بچپن، یہ دونوں عمریں استفراغ سے مانع ہیں ۔ (قرشی) ۔

یعنی ایسی (بچپنے کی) عمر بھی مانع استفراغ ہے، جس میں اعضاء کا پورا نشوو نما نہ ہوا ہو، اور ایسی (بڑھاپے کی) عمر بھی، جس میں اعضاء گھٹنے اور گھلنے لگے ہوں +

(۷) وقت	سخت موسم استفراغ سے مانع ہے؛ (قرشی) +

یعنی سخت گرمی کا وقت، اور سخت سردی کا وقت، یہ دونوں مانع استفراغ ہیں +

(۸) ملک	نہایت گرم اور نہایت سرد ممالک میں استفراغ ممنوع ہے + (قرشی) ؛

نہایت گرم ممالک (مقاطات[1]) میں بھی استفراغ حرام ہے، کیونکہ (۱) مسہل ادویہ زیادہ تر گرم ہی ہوا کرتی ہیں، اور دو گرمیوں کا اکٹھا ہو جانا ناقابل برداشت ہے: دوائے مسہل کی گرمی، اور ہوائے ملک کی گرمی،
(۲) اس لئے بھی گرم ممالک میں مسہل دینا حرام ہے کہ ایسے ممالک میں بدنی قوی ڈھیلے ڈھالے اور کمزور ہوا کرتے ہیں،
اور (۳) اس لئے بھی کہ بیرونی ہوا کی گرمی تو مادہ کو باہر کی طرف جذب کرنا چاہتی ہے، اور دوائے مسہل اندر کی طرف (آنتوں کی طرف) کھینچنا چاہتی ہے؛ یہ باہمی کشمکش اور کھینچ تان مقابلۂ جنگ کی سی صورت اختیار کر لیتی ہے، جس سے دوا کا پورا عمل نہیں ہونے پاتا +
اسی طرح شمالی سمت کے نہایت سرد ممالک بھی مانع استفراغ ہیں + (مسیح) +

[1] مقاطات۔ قیظ سے مشتق ہے، جس کے معنی شدت گرما کے ہیں

(۹) پیشہ	وہ پیشے جن سے بدن کے مواد زیادہ تحلیل ہوا کرتے ہیں، مثلاً حمام کی نوکری استفراغ سے مانع ہے + (قرشی) ؛

یعنی ایسے پیشے بھی مانع استفراغ ہیں، جن میں مواد خود بخود بکثرت

خارج ہوا کرتے، اور طبعاً استفراغ پاتے رہتے ہیں؛ مثلاً حمام کی نوکری، باربرداری کی مزدوری، **خلاصہ** یہ کہ وہ سارے پیشے مانع استفراغ ہیں، جو تکان کے باعث ہو سکتے ہیں ۔

(۱۰) عادت	جن لوگوں کو استفراغ کی عادت نہ ہو، اُن میں سخت دواء سے استفراغ کرنا جائز نہیں ۔ (قرشی) ۔

اِسی وجہ سے اُن لوگوں میں تیز دوا کا مسہل نہیں دیتے ہیں، جنھوں نے کبھی مسہل نہ لیا ہو۔ علیٰ ہذا جن کو عادت نہ ہو، انھیں سخت دواء سے قے بھی نہیں کرائی جاتی ہے ۔

مقاصدِ استفراغ

مناسب ہے کہ ہر استفراغ میں مندرجۂ ذیل پانچ امور کو مقصد بنایا جائے :

(۱) خلط موذی کا اخراج	اس مادّہ کو خارج کیا جائے جو اپنی کمیّت (مقدار) یا کیفیت سے بدن کیلئے باعث اذیت بنا ہوا ہو ۔ (قرشی) ۔

یعنی استفراغ کے وقت اُسی مادّہ کو نکالا جائے، جس کا بدن سے خارج کرنا مناسب ہے، (یعنی محض مادّۂ فاسدہ اور **خِلط موذی** کے نکالنے کی کوشش کی جائے)۔ ایسی صورت میں (جبکہ مادہ فاسدہ بدن سے نکل جائیگا) بلاشبہ استفراغ کے بعد راحت و آرام محسوس ہوگا ۔

ہاں، یہ اور بات ہے کہ استفراغ کے بعد (مواد کے گزرنے سے) عروق و مجاری میں تکان (کی سی کیفیت) پیدا ہو جائے؛ یا (استفراغ کی گڑ بڑ سے) بدنی حرارت بھڑک اُٹھے؛ یا حمائے یوم پیدا ہو جائے؛ یا استفراغ کے لوازمات میں سے کوئی دوسرا مرض لاحق ہو جائے؛ مثلاً دستوں کی کثرت سے گاہے آنتیں چھل جاتی ہیں (سحج امعاء) اور ادرار بول کے اثر سے گاہے مثانہ زخمی ہو جاتا ہے (تقرح مثانہ) ۔ شیخ ۔

اِن تمام صورتوں میں گو استفراغ فی نفسہٖ مفید ہی ہے، مگر اس کا فائدہ اُس وقت بظاہر محسوس نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات فائدہ کا احساس اُن مذکورہ عوارض کے زائل ہونے تک ملتوی ہو جایا کرتا ہے، جو استفراغ کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

مثلاً کسی شخص نے مسہل کے ذریعہ اپنے بدن کا تنقیہ کرایا، لیکن اثنائے مسہل میں دستوں کے اثر سے آنتوں میں سحج لاحق ہو گیا، اور سحج کی تکلیف دامنگیر ہو گئی تو تاوقتیکہ سحج میں آرام نہ ہو، مریض کو تنقیہ کا فائدہ محسوس نہ ہوگا۔

(۲) استفراغ بقدر برداشت | استفراغ (مواد کا اخراج) بقدر برداشت کیا جائے (اتنا ہو کہ نہایت ضعف و نقاہت لاحق ہو جائے)۔

تذکرہ : اگر اخلاط و مواد استفراغ کے ذریعہ بکثرت خارج ہوں، تو اس سے ہرگز ڈرنا نہ چاہیئے، بلکہ جب تک ایسے مواد نکلتے رہیں، جو خارج ہونے کے قابل ہوں اور مریض میں اس کی برداشت ہو (نہایت کمزور نہ ہو گیا ہو) تو مواد کے بکثرت خارج ہونے سے خوف نہ کھانا چاہیئے۔

تذکرہ : اگر "صفراء کا مسہل" دیا گیا جس سے آخر میں (صفراء خارج ہونے کے بعد) "بلغم" خارج ہونے لگا، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ مسہل صفراء کا عمل پورا ہو گیا (اور اب بدن میں صفراء باقی نہیں رہا ہے)۔ اسی طرح جب بلغم کے بعد "سوداء" خارج ہونے لگے تو بدرجۂ اولیٰ سمجھنا چاہیئے (کہ صفراء کا کامل تنقیہ ہو چکا)۔

لیکن اگر خون خارج ہونے لگے، تو وہ خطرہ کی بات ہے (اور اس وقت دستوں کو فوراً روک دینا چاہیئے)۔

تذکرہ : دستوں اور قے کے بعد پیاس لگنا، اور

نیند کا غلبہ ہونا تنقیہ بدن کی دلیل ہے ۔ (قرشی)

استفراغ کے پانچ مقاصد میں بعض مصنفین دوسرے مقصد (استفراغ بقدر برداشت ہو) کی بجائے یہ لکھتے ہیں :

" استفراغ کے وقت یہ بھی بطور اندازے کے متعین کرلیا جائے کہ کتنی مقدار میں مادے کو نکالنا ہے ؛ مثلاً مسہل دینا ہے، تو کس درجہ کا دیا جائے ، جس سے ایک دو دوست آجائیں، یا آٹھ دس ؛ اس کے لئے اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بدن میں مادۂ مرض کی مقدار کتنی ہے، بدنی قوت کیسی ہے، اور وہ عوارض کیسے ہیں جو استفراغ کے بعد عموماً پیدا ہوجایا کرتے ہیں، کیونکہ اگر استفراغ سے اس قسم کے عوارض کے پیدا ہونے کا کوئی اندیشہ ہو، تو پہلے یہ اندازہ قائم کریں کہ وہ عوارض اور تکلیفات کتنے استفراغ سے لاحق ہوسکتے ہیں، اسی اندازے کے مطابق استفراغ میں کمی کردیں، تاکہ اس کمی کی وجہ سے ان تکلیفات کا تدارک ہوجائے یعنی وہ عوارض پیدا ہی نہ ہونے پائیں " ۔

(۳) مواد کا رُخ | مواد اُس رُخ سے خارج کئے جائیں، جدھر وہ مائل ہوں :

چنانچہ اگر متلی ہو، تو قے کے ذریعہ تنقیہ کیا جائے ؛ اور اگر پیٹ میں مروڑ ہو، تو اسہال کے ذریعہ استفراغ کیا جائے ۔ (قرشی)

یعنی استفراغ کے وقت مواد کے میلان کا رُخ دیکھا جائے کہ کس طرف اُس کی توجہ ہے، اور طبیعت کس راستہ سے مادہ کو خارج کرنا چاہتی ، مثلاً اگر متلی ہو، تو سمجھنا چاہیئے کہ مادہ کا میلان قے کی طرف ہے ، ایسی حالت میں مادہ کو قے کی صورت میں خارج کرنا چاہیئے ؛ اور اگر آنتوں میں بوجھ اور مروڑ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ مادہ کا میلان دستوں کی طرف ہے، ایسی حالت میں مادہ کو دستوں کے ذریعہ خارج کرنا چاہیئے ۔

(۴) مخرج طبعی آدنے ہو | (۱) جس راہ سے مواد خارج

کئے جائیں، وہ اُن کے خارج ہونے کا طبعی راستہ (مخرجِ طبعی) ہو! ــــــ (۲) جس عضو کی طرف مواد منتقل کئے جائیں، وہ کم رتبہ (اَدْنیٰ) ہو، ــــــ (۳) عضو ماؤف کے ساتھ لگاؤ رکھتا ہو؛ جیسے امراض جگر کے لئے دائیں باسلیق ؛ ــــــ (۴) نیز اُن مواد کو برداشت کرنے کے قابل ہو، جو اس کی طرف آئیں " قرشی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ :

"استفراغ کے وقت مواد کے رُخ اور ان کی توجہ کے لحاظ سے اس شریک عضو کو دیکھا جائے، جس عضو سے یہ مواد خارج ہو سکتے ہیں " مثلاً امراض کبد میں امتلاء صفراء کے وقت مُدِرّات صفراء دے کر اثنا عشری میں گرانا اور پھر دستوں کے ذریعہ خارج کرنا، اور یرقان کی صورت میں عروق کے صفراء کو براہ گردہ و مثانہ (مدرات بول کے ذریعہ) خارج کرنا ؛

یہ خیال کہ جگر کے ساتھ دائیں باسلیق کو اتنا لگاؤ ہے کہ جگر کے مواد دائیں باسلیق ہی کی فصد سے خارج ہو سکتے ہیں، اور طحال کے ساتھ بائیں باسلیق کو اسی قسم کا تعلق ہے ــــــ اس کی تاویل دُشوار ہے ؛

" اس قسم کی باتوں میں اگر غلطی کی گئی، اور مادہ کو بیقاعدہ طور پر ایسے عضو سے نکالنے کی کوشش کی گئی، جہاں سے وہ خارج نہیں ہو سکتے، تو اس سے بعض اوقات بجائے فوائد کے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں" ؛

" یہ بھی ضروری ہے کہ جس عضو کی راہ مادہ کو خارج کیا جائے، وہ عضو مریض سے، جس سے مادہ کا استفراغ مطلوب ہے خسیس اور کم رتبہ ہو؛ تاکہ ایسا نہ ہو کہ مادہ مرض خسیس اور کم رتبہ عضو سے ایک شریف اور بلند مرتبہ عضو کی طرف چلا جائے (اور پہلی آفت سے دُگنی آفت پیدا ہو جائے)"

" یہ بھی ضروری ہے کہ جس عضو سے مادہ خارج کیا جائے، وہ ان مواد کے خارج ہونے کا طبعی راستہ (مخرج طبعی) ہو " مثلاً وہ مواد جو [illegible] سے براہ محدب اجوف میں داخل ہو جاتے ہیں، ان مواد کے [illegible]

اعضائے[1] بول مخرج طبعی ہیں، اور وہ مواد جو جگر سے براہ مقعر مجرائے صفرا اور پتہ میں داخل ہو جاتے ہیں، ان مواد کے لئے آنتیں مخرج طبعی ہیں÷

[1] چنانچہ ذیابطیس میں شکر کبدی براہ بول خارج ہوا کرتی ہے اور جگر کا صفرا پتہ اور مجرائے صفرا میں ہوتا ہوا دستوں کی راہ طبعاً نکلا کرتا ہے۔

استثنائی صورت "گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس عضو کی طرف مادہ مندفع ہو رہا ہے، اصولاً اسی عضو کی راہ اس کو نکالنا چاہیئے اگر اس عضو میں کوئی ایسی علت یا مرض ہے کہ ادھر سے مواد کا گزارنا خوف و خطر سے خالی نہیں، ایسی حالت میں ضرورت اس امر کی دامنگیر ہوتی ہے کہ مادہ کو اس عضو کی بجائے کسی دوسرے عضو کی طرف منتقل کر دیا جائے جو اس کے لئے زیادہ موزوں ہو"÷

مثلاً صفراوی مواد جگر کے مقعر حصے سے طبعاً آنتوں کی طرف مائل ہوا کرتے ہیں، اور اصولاً اسی راستہ سے خارج کئے جاتے ہیں لیکن اگر معائے مستقیم میں قرحہ ہو، تو جگر کے ان مواد کو دستوں کی صورت میں خارج کرنا مناسب نہ ہوگا بلکہ اس کے لئے کوئی اور حیلہ کرنا پڑے گا، مثلاً ایسی ادویہ کھلانا، جن سے صفرا کی پیدائش میں کمی ہو، اور موجودہ صفرا کی حدت میں مناسب سکون حاصل ہو (مُقلّلاتِ صفراء، و مُعدّلاتِ صفراء)÷

دوسری صورت "بعض اوقات (ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس عضو کی طرف مادہ مندفع ہو رہا ہے، اس میں اگرچہ کوئی مرض موجود نہیں ہے، لیکن) یہ اندیشہ رہتا ہے کہ (اگر اس طرف مادہ کو متوجہ کیا گیا، تو) انہیں غلبۂ مواد (اور اخلاط کے گزرنے) کی وجہ سے اس عضو میں کوئی مرض نہ لاحق ہو جائے"۔ مثلاً ناک، آنکھ، اور ارد گرد کے مواد اگر (نزلہ و قرحہ وغیرہ کی وجہ سے) حلق کی طرف جا رہے ہوں (یا اگر ان مواد کو غرغرہ وغیرہ کے ذریعہ حلق کی طرف مائل کیا جائے) تو بعض اوقات اس سے خناق کے پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اسی طرح جگر کے مواد جب آنتوں پر گرتے ہیں، تو بعض اوقات سحج و خراش امعاء، اسہال، پیچش، اور مغص وغیرہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے÷

ایسی صورت میں مناسب یہی ہے کہ نرمی اور آہستگی سے کام لیا جائے (سارے مواد کو پہلی مثال میں یک لخت حلق کی طرف مائل نہ کیا جائے، بلکہ حتی الامکان دوسرے راستوں سے، مثلاً اسہال وغیرہ کی راہ ان کو خارج کیا جائے، اور دوسری مثال میں سارے مواد کو آنتوں کی طرف شدید مسہل کے ذریعہ مائل نہ کیا جائے)۔

انتباہ "یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ نرمی اور آہستگی سے کام لینا، اور مادہ کو مقتضائے توجہ کے خلاف دوسری طرف پھیر دینا "مقتضائے طبیعت" کے خلاف ہے، کیونکہ بعض اوقات طبیعت خود بھی اس قسم کا کام کرجاتی ہے، یعنی گاہے ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاص عضو کمزور ہے، اور طبیعت اس کو بچانا چاہتی ہے، اس حالت میں طبیعت اس کو بچا کر مادّہ کو دوسرے غیر معتاد راستہ سے نکال دیتی ہے (جو اس کے طبعی رُخ کے خلاف ہوتا ہے)" شیخ۔

شذرہ یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض امراض کے مواد کسی خاص حرکت اور لگاؤ کے باعث ماؤف اعضاء سے دور کے اعضاء میں منتقل ہوجاتے ہیں، ورم اصل الاذن (ورم نکف: کن پھیڑ) کا مادہ گاہے خصیوں کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے بہت سے امراض و آفات میں ان کے مواد مختلف اعضاء کی طرف چلے جایا کرتے ہیں۔ اسی مدعا کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے:— "بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبیعت مادہ کو ایک عضو سے دوسرے دور کے عضو مقابل کی طرف روانہ کردیتی ہے، جس میں ایک دشواری سی پیدا ہوجاتی ہے، مثلاً گاہے سر کا مادہ مقعد کی طرف، یا پنڈلی اور قدم کی طرف چلا آتا ہے، جس میں صحت کے ساتھ اس کا پتہ چلنا "دشوار" ہوجاتا ہے کہ آیا یہ مادہ سارے دماغ سے آیا ہے، یا کسی ایک حصہ سے"۔

(۵) استفراغ نضج کے بعد مواد کا استفراغ "نضج دینے" کے بعد ہونا چاہیئے:— مزمن امراض میں یہ ضروری ہے،— اور حاد امراض میں بہتر ہے۔

ہاں اگر مادّہ جوش میں ہو، تو نضج دیئے بغیر خارج کرنے

میں اتنا ضرر نہیں پہنچ سکتا، جتنا کہ اُسے یونہی چھوڑ دینے میں ہو سکتا ہے؛

ایسے جوش کی صورت میں بغیر منضج پلائے مادہ خارج کر دیا جاتا، اور منضج سے پکانے کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے، کیونکہ مادہ کے جوش سے بہت سے خطرات کا اندیشہ ہے؛

شیخ نے لکھا ہے: "استفراغ کے وقت یہ بھی دیکھا جائے کہ آیا (نضج اور مناسب تغیرات و استحالات کے لحاظ سے) مادہ کے استفراغ کا صحیح وقت آگیا ہے، یا نہیں؟" شیخ؛

نضج مادّہ اور استفراغ

یہ پہلے بتایا گیا ہے کہ بعض امراض کے مواد اعضاء کی ساخت اور خون وغیرہ میں پائے جاتے ہیں، اور وہ ان سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتے جب تک ان میں اور اعضاء میں خاص قسم کے تغیرات حاصل نہ ہوں۔

میعادی امراض، جو ایک خاص میعاد کے بعد ختم ہوا کرتے ہیں، ان کے میعادی ہونے کی وجہ یہی ہے کہ طبیعت اس عرصہ میں مادۂ مرض کے اندر تغیرات و استحالات پیدا کرتی رہتی، اور ان کو خارج ہونے کے لئے آمادہ کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح پیپ کا بننا بھی نُضجِ مادّہ کی ایک مثال ہے، جس میں کم و بیش عرصہ خرچ ہوا کرتا ہے، اور پیپ کی شکل میں مختلف اقسام کے مواد متغیر ہو کر خارج ہوا کرتے ہیں؛

استفراغ مادہ کے لئے انتظار نضج کی ضرورت کہاں کہاں ہے، اور کن امراض میں یہ واجب ہے، اور کن میں غیر ضروری، یا بہتر؟ اس کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ امراض مزمنہ میں بلا اختلاف استفراغ سے پہلے نضج دینا واجب ہے؛

رہے امراض حادّہ، اس میں متقدمین کا اختلاف ہے:

ایک گروہ جس میں جالینوس و رازی وغیرہ داخل ہیں، یہ کہتا ہے کہ امراض حادہ میں استفراغ و اسہال کے لئے نضج کے انتظار کی قطعاً

ضرورت نہیں ہے ۔

دوسرا گروہ، جس میں شیخ بھی شامل ہیں، یہ کہتا ہے کہ استفراغ کامل، مثلاً اسہال قوی، بلا نضج اور بلا تیاری کے اصولاً ناجائز ہے۔ اس گروہ کے نزدیک مرض خواہ حاد ہو، یا مزمن، دونوں صورتوں میں قانون علاج یہ ہے کہ استفراغ قوی سے پہلے منضج پلایا جائے ۔

شیخ الرئیس فرماتے ہیں :

"جالینوس کا یہ عقیدہ ہے کہ نضج کا انتظار محض مزمن امراض میں کرنا چاہیئے، اور دوسرے امراض میں انتظار نضج کی ضرورت نہیں۔ (چنانچہ امراض حادہ میں جالینوس کے اصول کے مطابق نضج کے انتظار کی قطعاً ضرورت نہیں)" ۔

جالینوس اور نضج مادہ : جالینوس امراض حادہ میں انتظار نضج کی اس لئے ضرورت نہیں سمجھتا ہے کہ اس کے خیال میں نضج سے مقصود مادّہ کی ترقیق ہے! اور امراض حادہ کا مادہ خود رقیق ہوا کرتا ہے اس لئے اس میں نضج کی ضرورت ہی نہیں، لیکن شیخ اس خیال کو ضعیف سمجھتا ہے، اور یہ بتانا چاہتا ہے کہ جالینوس نے نضج کا مفہوم غلط سمجھا ہے، نضج سے مقصود "ترقیق" نہیں ہوا کرتا ہے، بلکہ "تعدیل قوام" یعنی مادہ کے قوام کو اوسط درجہ پر لے آنا، اور یہ ظاہر ہے کہ امراض حادہ میں اگر مواد رقیق ہوتے ہیں، تو اس لحاظ سے وہ بھی نضج کے محتاج ہیں، تاکہ وہ کسی قدر غلیظ ہو کر اوسط درجہ پر آجائیں۔

استفراغ بلا نضج | جو گروہ استفراغ قوی کے لئے نضج کو ضروری سمجھتا ہے، وہ بھی اس کا قائل ہے کہ بعض حالات میں نضج کے بغیر استفراغ کرنا نہ صرف جائز، بلکہ ضروری اور واجب ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ نضج کا انتظار کرنا بعض اوقات مہلک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ نے اُن استثنائی صورتوں کا اس طرح ذکر کیا ہے :

مادہ کا ہیجان | "اگر مادہ مقدار میں زیادہ ہو، وہ حرکت و ہیجان میں ہو،

اور اِدھر اُدھر منتقل ہو رہا ہو، اور تجھے یہ اندازہ ہو کہ اتنی مہلت نہیں ہے کہ مادّہ کو نضج دیا جائے، اور یہ گمان ہو کہ اگر فوراً تنقیہ نہ کیا گیا، اور نضج کے انتظار میں چھوڑ دیا گیا، تو ممکن ہے کہ اس اثناء میں سرسام اور دوسرے خطرناک عوارض پیدا ہو جائیں، تو ان صورتوں میں انتظار نضج کے بغیر استفراغ کر دینا ضروری ہے"۔

بُقراط کا قول ہے: "دوائے مسہل نضج مادہ کے بعد دینا چاہیئے، ابتداء مرض میں اس کا استعمال مناسب نہیں؛ ہاں اگر مادۂ مرض جوش و ہیجان میں ہو، تو ایسا کرنا اور بلا نضج کے انتظار کے مسہل دینا جائز ہے۔ اس قسم کے مرض کو مَرَض مُهَیّاج کہتے ہیں"۔

یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ بقراط کے قول میں "دوائے مسہل" سے قوی مسہل مراد ہے، ورنہ ہلکے مسہل کا ابتدائے مرض میں دینا تو بیشتر امراض میں ایک قانون علاج ہے جس سے طبیعت قوی و قادر ہو کر نضج واستحالہ کے کام کو زیادہ تیزی سے انجام دینے کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح امراض حادہ کے بارہ میں شیخ بتاتے ہیں:

"رہے امراض حادّہ، تو ان میں بھی بہتر یہی ہے کہ نضج مادہ کا انتظار کیا جائے، علی الخصوص اُس وقت، جبکہ ان امراض کے مواد میں جوش و حرکت نہ ہو۔ لیکن اگر ان کے مواد جوش و حرکت میں ہوں، تو (انتظار نضج سے پہلے ہی) بعجلت تمام استفراغ کرا دینا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ نضج کے بغیر مادہ کے اخراج میں خطرات کا اتنا اندیشہ نہیں ہو سکتا، جتنا کہ مادہ کے جوش و ہیجان سے خطرات کا امکان ہو سکتا ہے، ـــ علی الخصوص اس وقت جبکہ اخلاط میں حرکت و ہیجان کے علاوہ رقت بھی موجود ہو؛ ـــ اور علی الخصوص اُس وقت جبکہ مادہ ابھی عروق ہی کے اندر ہو، (عروق سے باہر نکل کر) اعضاء (کی ساختوں) میں پیوست نہ ہو چکا ہو"۔ شیخ۔

کیونکہ اعضاء کی ساختوں میں پیوست ہو چکنے کے بعد نضج سے پہلے مادہ کا خارج کرنا

یا وہ دشوار ہوتا ہے گیلانی +

وقت کی کمی | "اسی طرح اس وقت بھی انتظار نضج کے بغیر ہم مادّہ کا اخراج کر دیتے ہیں، جبکہ ہمیں یہ بے اطمینانی ہوتی ہے کہ شائد مادّہ کے نضج پانے تک بدنی قوت قائم نہ رہ سکے گی؛ لیکن استفراغ سے پہلے احتیاطاً یہ دیکھ لیتے ہیں کہ مادہ رقیق ہے یا غلیظ" (شیخ) +

یعنی اس حالتِ مجبوری کے باوجود یہ پھر بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ؛ یا مادّہ اس قدر غلیظ تو نہیں ہے کہ ہماری کوشش اخراج ناکام رہے یا اس قدر رقیق اور عضو میں پیوست تو نہیں ہے کہ استفراغ میں قطعاً ناکامی ہو، اور اس سے محض ضعف میں اضافہ ہو جائے +

مادّہ کی رقت | "مادّہ مرض جبکہ رقیق ہو، لیکن وہ عضو کے اندر پیوست نہ ہو، یا جبکہ وہ معتدل القوام ہو، تو اس کے استفراغ میں تامل کرنے کی ضرورت نہیں"؛ "لیکن اگر مادّہ گاڑھا اور غلیظ ہو تو قبل اس کے کہ انہیں رقیق بنا لیا جائے، حرکت میں لانا (استفراغ کرنا) ہرگز روا نہیں ہے" (شیخ) +

مجاری کا انسداد | "ان حالات میں (جن میں انتظار نضج کے بغیر استفراغ کر دینے کی اجازت ہے) منافذ و مجاری کا خیال رکھنا سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ پہلے سے بند نہ ہوں (ورنہ استفراغ کی صورت میں باوجود کوشش کے مواد خارج نہ ہو سکیں گے)" (شیخ) +

اسی لئے ضروری ہے کہ مسہلات قویہ کے استعمال سے پہلے آنتوں کو پہلے سے صاف کر لیا جائے، اور باعثِ انسداد اگر ورم ہو تو اسے تحلیل کر لیا جائے +

تحقیق و رفعِ اختلاف

نضج مادّہ کے بارے میں دونوں فریق کے اصول، گو بظاہر باہم بہت زیادہ بعید معلوم ہوتے ہیں، لیکن اگر تجسس کے ساتھ ان کے اعمال و ہدایات کو فرداً فرداً مختلف امراض میں بغور دیکھا جائے، تو عملاً دونوں فریق اس قانون میں زیادہ بعید نہیں رہیں۔ علاوہ ازیں استفراغ بلا نضج کے جواز کی جو جو صورتیں شیخ و

بقراط نے بتائی ہیں، یہ بہت زیادہ وسیع اور لچکدار ہیں، اور تقریباً تمام امراض حادّہ میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں، مثلاً مادّہ کی کثرت، حدت، جوش و ہیجان، خطرات کی زیادتی اور مہلت کی کمی وغیرہ +

پھر یہ بھی محقق اور مسلم ہے کہ اکثر اوقات استفراغ سے گو نفس مادّہ ممرِضہ خارج نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے مواد خارج ہوتے ہیں، مگر استفراغ اور تنقیہ کی وجہ سے بعض اعضاء کے افعال تیز ہو جاتے ہیں، اور طبیعت نضج اور دفع مرض پر زیادہ قادر ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس سے پہلے قولِ بقراط کے ضمن میں بتایا گیا ہے +

۳ امالہ و جذبِ مواد

گا ہے مواد کسی شریف عضو سے کسی ایسے ادنیٰ درجہ کے عضو کی طرف جذب کئے جاتے ہیں، جو مواد کی توجہ اور اس کے میلان کے مخالف جہت میں ہوتا ہے، خواہ مادّہ خارج نہ کیا جائے، جیسا کہ "سادہ سنگھیوں" (محاجم) سے کیا جاتا ہے (جن سے مادّہ کھنچ بھی آتا ہے، مگر باہر خارج نہیں ہوتا + (قرشی) +

ادویہ کے افعال و آثار میں یہ بتایا جاتا ہے کہ مُسہِل سے خون اور مواد کی توجہ آنتوں کی طرف ہو جاتی ہے: یہاں کی رگیں ممتلی ہو جاتی ہیں، غشاء مخاطی میں امتلاء ہو جاتا ہے، اور متعلقہ ساختیں اور گلٹیاں زیادہ کام کرنے لگ جاتی ہیں؛ ــــــ مُدِرّ بَول سے؛ اسی طرح مواد و رطوبات کی توجہ آلات بول کی طرف ہو جاتی ہے اور گردوں میں امتلاء دموی ہو جاتا ہے؛ ــــــ مُعرِّقات سے جلدی عروق پھول جاتی ہیں، اور جلد میں خون کی آمد بڑھ جاتی ہے؛ ــــــ مُدِرّاتِ حیض سے خون کی توجہ رحم، خصیۃ الرحم، اور دیگر آلات متعلقہ کی طرف بڑھ جاتی ہے؛ ــــــ ادویۂ مُحمِّرہ، کاوِیہ، مُنفِطہ اور

دوسری ادویہ لَذَّاعَہ جب جلد پر لگائی جاتی ہیں، تو جلدی عروق پھول جاتی ہیں؛ ان میں ایک قسم کا امتلاء دموی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اور بھی انجذاب مواد کی صورتیں ہیں۔

خون کے ظروف، یعنی رگیں، چونکہ تمام بدن میں پھیلی ہوئی ہیں، اور یہ نالیاں آپس میں تعلق و اتصال رکھتی ہیں؛ نیز خون ایک سیّال اور دوڑنے والا جسم ہے، جس کی مقدار کم و بیش فرق کے ساتھ بدن میں محدود و مُعیّن ہے، اس لئے جب بدن کے کسی حصہ میں خون زیادہ ہو جاتا ہے، تو اسی تناسب سے بدن کے دوسرے حصوں میں اس کی مقدار گھٹ جاتی ہے۔

بہت سے امراض و حالات میں امتلاء دموی کی کثرت موجب آفات ہوتی ہے، جسے کم کرنے کے لئے مواد کے بہاؤ کو کسی دوسری جانب تیز کر دیا جاتا ہے، تاکہ ماؤف رقبہ میں خون کا امتلاء گھٹ جائے۔ طبی اصطلاح میں اس عمل کو اِمَالَہ (مادّہ کے رُخ کو پھیر دینا) کہا جاتا ہے۔

[اِمَالَہ: مائل کر دینا، موڑ دینا، پھیر دینا۔]

اِمَالَہ "طب" میں ایک وسیع اصطلاح ہے، اور اس مقصد کے لئے مختلف ذرائع کام میں لائے جاتے ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

امالہ کے اغراض و مقاصد بکثرت ہیں:

(۱) تسکین درد و سوزش کے لئے۔
(۲) کسی عصبی ہیجان و خراش کو کم کرنے کے لئے۔
(۳) طبیعت کو جگانے اور بیدار کرنے کے لئے۔
(۴) تحلیل ورم کے لئے۔
(۵) رسولی اور گلٹیوں کی تحلیل کے لئے۔
(۶) کسی رطوبت یا مادّہ کو جذب کرنے کے لئے، جو زیر جلد، یا کسی

جوف میں جمع ہو گئی ہو۔

(۷) کسی استفراغ جاری کو بند کرنے کے لئے، مثلاً نزیف دموی (جریان خون)، یا قے، یا ادرار بول وغیرہ کو کم یا بند کرنے کے لئے۔

(۸) مادہ مرض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے۔

اِمالۂ قریب اور بعید مادہ گاہے خلاف قریب (قریب کے مخالف عضو) کی طرف جذب کیا جاتا ہے؛ اور گاہے خلافِ بعید (دور کے مخالف عضو) کی طرف۔ (قرشی)۔

خلافِ قریب اور بعید خون اور مواد کا امالہ گاہے کسی عضو قریب کی طرف کیا جاتا ہے، اور کبھی عضو بعید کی طرف۔ چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

"مادہ کو "اپنی جگہ" سے نکالنے اور ہٹانے کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں":

اوّل: مادہ کو کسی دور کے عضو مخالف کی طرف جذب کرنا (ایسے عضو کو "خلافِ بعید" کہا جاتا ہے)۔

دوم: مادہ کو کسی قریب کے عضو مخالف کی طرف جذب کرنا (ایسے عضو کو "خلاف قریب" کہا جاتا ہے)۔

"**تمثیل:** مثال کے طور پر ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک مرد ہے، جس کے منہ کے بالائی حصّے سے خون بکثرت جاری ہے، اور دوسری عورت ہے، جس کی بواسیر سے خون خوب بہ رہا ہے؛ اس صورت میں ہمارے لئے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) یا ہم خلاف قریب کی طرف مادہ کو پھیر کر نکالیں گے؛ (۲) یا خلاف بعید کی طرف"۔

چنانچہ جب ہم خلافِ قریب کی طرف پھیر کر مادہ کو نکالنا چاہیں گے، تو ہمارے لئے یہ مناسب ہوگا کہ پہلی مثال میں نکسیر پیدا کرکے ناک کی طرف مادّہ کو پھیر دیں؛ اور دوسری مثال میں ادرار حیض کے

ذریعہ رحم کی طرف"۔
"لیکن اگر ہم (مرد وعورت کی دونوں مثالوں میں) خلافِ بعید کی طرف مادّہ کو جذب کرنے کا ارادہ کریں گے، تو پہلی مثال میں ہم زیریں حصۂ بدن کے عروق ومقامات سے خون خارج کریں گے، اور دوسری مثال میں بالائی حصہ بدن کے عروق ومقامات سے"۔ (شرح)۔
اسی طرح سرسام کی حالت میں تحلیل ورم اور تخفیف امتلاء کے لئے قوی مسہلات اور حقنوں سے آنتوں کی طرف مواد کا جذب کرنا، یا باسلیق یا قیفال کی فصد کرنا امالۂ بعید ہے، اور دردِ سر کی حالت میں تسکین درد کے لئے ماتھے پر ادویہ لذاعہ لگانا امالۂ قریب ہے۔
طبی مقاصد اور شفائی اغراض کے لحاظ سے بعض اوقات امالۂ بعید مناسب ہوتا ہے، اور امالۂ قریب قطعاً مناسب نہیں۔ مثلاً سرسام میں دستوں کا جاری کرنا؛ اور بعض اوقات امالۂ قریب، مثلاً دردِ سر کی مثال میں پیشانی میں دواء لاذع لگانا، اور ورمِ جگر کی صورت میں ضماد خردل مقامِ جگر پر باہر لگانا، اور گاہے بیک وقت دونوں، امالۂ بعید وقریب، استعمال کئے جاتے ہیں، مثلاً سکتہ کی صورت میں مُعَطِّسات اور حقنوں کا استعمال۔
بعض اوقات امالۂ بعید ہی مناسب ہوتا ہے، اور امالۂ قریب قطعاً مناسب نہیں۔ مثلاً دماغ کے دائیں نصف میں اگر ورم ہو تو اس کا امالہ بائیں طرف ہرگز مناسب نہ ہوگا۔ اسی حقیقت کا اظہار شیخ الرئیس اس طرح کر رہے ہیں:
قانون | "جب (طبی مصالح کی بناء پر) مادّہ کو خلافِ بعید کی طرف جذب کرنا ہو، تو مناسب یہ ہے کہ وہ عضو دونوں قطروں (طول وعرض) کے لحاظ سے دور نہ ہو، بلکہ ایسے عضو کی طرف جذب کرنا چاہیئے جو محض ایک قطر کے لحاظ سے دور ہو، یعنی ان دونوں اقطار (طول وعرض)

میں سے جو زیادہ بعید (اور دراز) ہو"۔

"تمثیل۔ چنانچہ اگر مادّہ بالائی حصّۂ بدن کے دائیں جانب ہو، تو اس مادّہ کو زیرین حصّۂ بدن کے بائیں جانب نہ کرنا چاہئے (کیونکہ یہ تو دونوں قطروں کے لحاظ سے دور ہوگیا)؛ بلکہ اُسے یا تو زیرین حصّۂ بدن کے اُسی دائیں طرف جذب کرنا چاہئے، جو زیادہ بہتر ہے، یا بالائی حصّۂ بدن کے بائیں طرف؛ بشرطیکہ دونوں جانبوں کے درمیان (کم ازکم) اتنا فاصلہ تو ہو، جتنا کہ ایک کندھے کو دوسرے کندھے سے ہے؛ دونوں جانبوں کی حالتِ قرب ایسی نہ ہو، جیسی سر کے دائیں بائیں جانبوں کی ہے؛ کیونکہ جب مادّہ سر کے دائیں طرف ہوتا ہے (مثلاً دماغ کے دائیں نصف میں ورم ہوتا ہے) تو اُسے زیرین بدن کی طرف (اسہال، حقنہ وغیرہ کے ذریعہ) پھیر دیا جاتا ہے، نہ کہ سر کے بائیں طرف۔ (شیخ)۔

یعنی "خلاف بعید" کی طرف جذب کرنے میں یہ ضروری ہے کہ دونوں جانب باہم اتنے قریب نہ ہوں، جتنے سر کے دونوں ——— دائیں اور بائیں ——— جانب باہم قریب ہیں۔

اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ اگر علاجی مصالح کی بناء پر مادّہ کو "خلاف بعید" کی طرف جذب کرنا ہو، تو مجذوب الیہ اور مجذوب منہ کے درمیان کم ازکم اتنا فاصلہ ضرور ہونا چاہئے، جتنا ایک کندھے کو دوسرے کندھے سے ہے۔ اس کے برعکس اگر دونوں کے درمیان اتنا تھوڑا فاصلہ ہو، جتنا سر کے دائیں اور بائیں جانبوں کے درمیان ہے، تو اسے "خلاف قریب" سمجھنا چاہئے، نہ کہ خلاف بعید۔

{ مَجذُوب اِلَیہ : جدھر مادّہ جذب کیا جائے۔
مَجذُوب مِنہ : جدھر سے مادّہ کھینچ کر لایا جائے۔ }

شیخ کے اسی مدّعا کو قرشی نے قانونِ شیخ کے خلاصہ میں اس طرح ظاہر کیا ہے:

مگر مادہ کو خلافِ بعید کی طرف جذب کرنے میں یہ شرط ہے کہ اُسے کسی ایسے عضو کی طرف جذب نہ کیا جائے، جو دو قطروں (طول و عرض) میں بعید ہو — بلکہ اس صورت میں مادہ کو ایسے عضو کی طرف جذب کرنا چاہیے، جو دونوں قطروں (طول و عرض) میں سے دراز ہو؛

مثلاً — اگر دائیں ہاتھ میں ورم ہے، تو اس کا مادہ بائیں ٹانگ کی طرف جذب نہیں کرنا چاہیے — بلکہ اُسے یا دائیں ٹانگ کی طرف جذب کیا جائے، — اور یہی بہتر ہے — یا بائیں ہاتھ کی طرف ÷ (قرشی) +

انتباہِ ضروری سر کے دائیں طرف اگر امتلاء ہو، مثلاً دماغ کے دائیں نصف میں ورم ہو، اور ہم اسے کسی طرح[1] بائیں ٹانگ کی طرف مائل کرنا چاہیں، تو کیا اس سے دعوی امتلاء میں یہاں تخفیف حاصل نہ ہوگی؟ ہوگی، اور یقیناً ہوگی؛ کیونکہ عروق و اعصاب کے ذریعہ باہمی انصال اتنا گہرا ہے کہ دماغ کے دونوں حصوں کو دونوں ٹانگوں سے تقریباً یکساں تعلق ہے +

[1] مثلاً بائیں ٹانگ کی عروق کی فصد کریں، یا ران کی جڑ کے قریب کس کر باندھ دیں +

جذب و امتلاء کسی عضو کی طرف مادہ کو اس حالت میں جذب کرنا مناسب نہیں، جبکہ بدن میں امتلاء ہو (جبکہ بدن مواد سے بھرا ہوا ہو) — یا اُس عضو کی طرف، جدھر مواد جذب کرنا ہے، کوئی دوسرا مادہ بھی متوجہ ہو؛ — اِن دونوں حالات میں اگر کسی عضو کی طرف مواد جذب کیے گئے تو عضو مجذوب الیہ کی طرف اس قدر مواد جذب ہو کر چلے جائیں گے کہ پھر اُن کو اِس عضو سے اُس

طرف کو پھر دفع کرنا مشکل ہو جائے گا، جدھر سے وہ جذب ہو کر آئے ہیں (یعنی پھر اُن کا لوٹانا دشوار ہو جائیگا) * (قرشی) *

بہ الفاظِ دیگر ــــ بدن میں، یا عضو مجذوب منہ میں (جدھر سے مادّہ پھیرنا ہے) غیر معمولی امتلاء نہ ہو، کہ امالہ کے بعد دوسرے مواد اِدھر آ کر مزید آفت ڈھادیں *

امالہ اور تسکین درد	جذب و امالہ کے وقت (اگر کہیں درد ہو تو) پہلے درد کو ٹھہرا لینا چاہئے، کیونکہ درد مواد کو اپنی طرف کھینچتا ہے، اس لئے تمہارے جذب اور درد کے جذب، دونوں میں باہم کشمکش پیدا ہو جائے گی * (قرشی) *

درد اپنی طرف مواد جذب کرے گا، اور تم اُس کے مخالف جانب جذب کرنا چاہو گے، اس لئے کچھ بھی نہ ہو سکے گا *

شیخ نے لکھا ہے:

"جب تم کسی مادہ کو "دور" جذب کرنا چاہو، تو اگر اس مقام میں درد ہو، (تو) پہلے تم اُس مقام مجذوب منہ کے درد میں (اگر ممکن ہو تو) سکون پیدا کر لو؛ تاکہ وہاں کے درد اور تمہارے جذب و امالہ کی کشمکش کم ہو جائے، کیونکہ درد خود بھی **جذّاب** ہے (یعنی درد مقام درد کی طرف مواد کے **انجذاب** کا ذریعہ ہے)" *

درد جذّاب	طبیعت مقامِ درد کی طرف جب توجہ کرتی ہے، تو مقامی

عروق کو پھیلا کر اُس طرف خون اور روح زیادہ مقدار میں روانہ کرتی ہے، اور وہاں مواد کا انصباب شروع ہو جاتا ہے۔ اسی معنے سے درد کو "جذّاب" کہا جاتا ہے *

ہاں اگر جذب و امالہ اسی مقصد سے کرنا ہو کہ اس عضو کا درد کم ہو جائے، جیسا کہ دردِ سر کی صورت میں پیشانی پر، اور بعض احشاء کے درد میں بیرونی جلد پر ادویہ لذاعہ اس مقصد سے لگاتے ہیں کہ مادہ کا امالہ جلد کی طرف ہو جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے *

قانون "مادہ کو تم کسی طرف جذب کرنا چاہتے ہو، مگر ادھر جذب نہیں ہو رہا ہے، تو اس بارہ میں تمہیں زیادہ سختی نہ برتنی چاہیئے؛ کیونکہ گاہے اس قسم کی سختی سے مادہ جوش و ہیجان میں آجاتا، رقیق بن جاتا، اور پھر منجذب نہ ہونے کی وجہ سے دردناک عضو کی طرف اُس کی توجہ اور بھی بڑھ جاتی ہے"۔ شیخ۔

جذب و امالہ کی دوسری شرطیں

گیلانی فرماتے ہیں کہ اس مقام پر لوگ اور بھی چند شرطوں کا ذکر کیا کرتے ہیں:

(۱) جذب و امالہ سے پہلے مواد کی توجہ اپنے طبعی مخرج کی طرف نہ ہو؛ اور اگر اُس کی توجہ پہلے سے مخرج طبعی کی طرف ہو، تو دوسری طرف جذب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۲) مخرج طبعی کی طرف اگر مادہ کو متوجہ کرنے میں ضرر کا اندیشہ ہو، تو اسے دوسری طرف پھیر دیا جائے۔

(۳) فصد وغیرہ کے ذریعہ کسی عضو سے مواد کے خارج کرنے میں اگر یہ اندیشہ ہو کہ انصباب مادہ کی وجہ سے یہاں کوئی بڑی آفت پیدا ہو جائے گی، تو اس عضو کی طرف مادہ کا امالہ نہ کیا جائے۔

(۴) کسی عضو شریف کی طرف، یا ایسے عضو کی طرف مادہ کا امالہ نہ کیا جائے، جس میں قوت برداشت تھوڑی ہو۔

(۵) اگر یہ صورت ہو کہ امالہ کی وجہ سے مادہ کسی عضو پر گزرے گا، اور اس "عبورِ مادہ" سے کسی آفت کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو امالہ نہ کرنا چاہیئے۔

(۶) جس عضو سے مادہ کو دوسری طرف پھیرنا مقصود ہے، امالہ میں کوئی ایسی صورت اختیار نہ کرنی چاہیئے کہ بدن کے مواد کا گزر اسی عضو کی طرف سے ہو، اور اسی راستہ سے مادہ کو چلنا پڑے۔

(۷) عضو مجذوب الیہ میں انصباب مادہ کی پہلے ہی سے بہت زیادہ قابلیت نہ ہو؛ ورنہ اِدھر یکبارگی ناقابل برداشت طور پر

مادہ چلا آئے گا *

(۸) امالہ کی صورت میں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ مجذوب الیہ اور مجذوب منہ کے درمیان اعصاب و عروق کے ذریعہ شرکت و تعلق ہو۔ چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

"جذب و امالہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مشارکت اہی کا لحاظ کیا جائے (یعنی جس عضو کی طرف مادہ کو جذب کرنا ہے، اور جس عضو سے جذب کرنا ہے، دونوں کے درمیان اس قسم کی مشارکت اور تعلق ہونا چاہیئے کہ مادہ کا انجذاب بہ آسانی ہو سکے)۔ چنانچہ حیض کو بند کرنے کے لئے چھاتیوں پر اس مقصد سے سنگھیاں (محاجم) کھچوائی جاتی ہیں کہ (رحم سے) ایک شریک عضو کی طرف خون منجذب اور مائل ہو جائے" *

(۹) جذب و امالہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جہت اور رُخ کی مخالفت کا لحاظ کیا جائے (یعنی مادۂ مرض کا جدھر رُخ ہو، اُس کے خلاف جانب اُسے پھیر دیا جائے)۔ چنانچہ دائیں جانب کا مادہ بائیں جانب اور بالائی جانب کا مادہ زیریں جانب، اور گہرے اعضا کا مادہ سطحی اعضاء کی جانب جذب کیا جاتا ہے *

امالہ بلا استفراغ "(مادہ کو مقام مرض سے ہٹانے میں) بعض اوقات محض اسی قدر کافی ہو جایا کرتا ہے کہ مادہ کو کسی طرف پھیر دیا جائے، خواہ بدن سے اس کا استفراغ نہ کیا جائے (اور اسے باہر نہ نکالا جائے)؛ کیونکہ تنہا جذب ہی سے مادہ کی توجہ عضو سے ہٹ جاتی ہے، خواہ مادہ کو باہر خارج نہ کیا جائے" *

الغرض بعض اوقات فقط جذب و امالہ سے، استفراغ کئے بغیر مقصود حاصل ہو جایا کرتا ہے؛ مثلاً (تسکین درد کے لئے، یا امالہ مواد کے لئے) محض مقابل کے اعضاء کو کس کر باندھنا، یا محاجم کا لگانا، یا **اَدْوِیَہ مُحَمِّرَہ** کا جلد پر استعمال کرنا؛ المختصر کسی تدبیر

سے (عضو مقابل میں) درد پیدا کرنا (ایلام)" سیخ ۔

ادویۂ مُحَمِّرَہ وہ دوائیں کہلاتی ہیں، جو جلد کی طرف خون کو جذب کرکے اُسے سُرخ کردیتی ہیں، مثلاً رائی، سداب وغیرہ ۔

جذب و امالہ کی صورتیں مادّہ کو کسی عضو سے دوسرے عضو کی طرف پھیرنے کی صورتیں متعدد ہیں :

(۱) مسہل سے مادہ آنتوں کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے ؛

(۲) مدر بول سے گردہ اور مثانہ کی طرف ؛

(۳) مُعَرِّق اور دلک و مالش سے جلد کی طرف ؛

(۴) مُقی سے معدہ کی طرف ؛

(۵) مدر حیض سے رحم کی طرف ؛

(۶) ادویہ لاذعہ و مُہَیِّجَہ سے مقام لذع کی طرف، خواہ جلد میں لذع پیدا کیا جائے، یا غشاء بلغمی وغیرہ میں، چنانچہ ضماد خردل (رائی کا لیپ) اس کی ایک عام مثال ہے۔ اسی طرح ادویہ لذاعہ جب بطور ہلاس کے ناک میں داخل کی جاتی ہیں، تو مواد کی توجہ ناک کی غشاء کی طرف ہوجاتی ہے ؛

(۷) ورم و تَقَرُّح سے مقام ورم و قرحہ کی طرف ؛

(۸) ریاضت سے عضو مُرتاض کی طرف ؛

(۹) ایلام (درد پہونچانے) سے درد کے مقام کی طرف۔ اس اخیر صورت میں عضو کی بندش اور حجامت وغیرہ بھی شامل ہیں ۔

جذب و امالہ میں جتنے اسباب مؤثرہ ابھی بتائے گئے ہیں، سب میں مشترک طور پر یہ بات پائی جاتی ہیں کہ ان اسباب سے اس عضو متعلق کی رگیں پھول جاتی ہیں، اور خون کا دوران تیز ہوجاتا ہے ۔

امراض و حالات جن میں امالہ کیا جاتا ہے تسکین درد و سوزش کے لئے ۔ دردسر میں پیشانی پر ادویہ لذاعہ (مثلاً کافور، جوہر پودینہ وغیرہ) لگائی جاتی ہیں، جس سے یہاں سوزش پیدا ہوجاتی

ہے۔ یہ بیرونی سوزش اندرونی درد میں اکثر اوقات تخفیف کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح سنگ گردہ اور حصات الکلید جب اپنی اپنی نالیوں (حالب اور مجرائے صفراء) میں گزرنے لگتا ہے، تو اس وقت شدید درد پیدا ہوتا ہے۔ اس حالت میں تسکین درد کے لئے باہر ادویہ لذّاعہ (محمرہ وکاویہ) لگاتے ہیں۔ علیٰ ہذا درد عرق النساء، عصابہ، اور دوسرے عصبی دردوں کی تخفیف کے لئے بھی امالہ کی یہ صورتیں برتی جاتی ہیں۔ گاہے درد کمر کی حالت میں (ماؤف عضلات کی تسکین) کے لئے ادویہ لذّاعہ لگائی جاتی ہیں +

(۲) عصبی ہیجان کی تسکین کے لئے ___

مرض اختناق الرحم میں جلد پر ادویہ لذّاعہ استعمال کی جاتی ہیں +

اسی طرح گاہے معدہ کے کسی عصبی ہیجان سے ہچکی قائم ودائم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں معدہ کے مقام پر ادویہ محمرہ وغیرہ (مثلاً ضماد خردل) لگائی جاتی ہیں +

(۳) طبیعت کو بیدار کرنے کیلئے ___ غشی، سُبات، اور سموم مخدرہ کی سباتی حالت میں جلد پر ادویہ لذّاعہ لگائی جاتی ہیں، تاکہ جلدی اعصاب کے لذع سے دماغ میں تحریک و ہیجان پیدا ہو، اور اس سے طبیعت بیدار ہو جائے +

(۴) تحلیل ورم کے لئے ___ اور ورم کے زور کو گھٹانے کے لئے ورم جگر، ذات الجنب، ذات الریہ، ورم معدہ، ورم امعاء، ورم طحال، ورم صفاق، اور دیگر اورام کی حالت میں جلد پر ادویہ محمرہ یا منفطہ (آبلہ انگیز) یا کاویہ (داغ ڈالنے والی) لگائی جاتی ہیں، اور گاہے جونک اور پچھنوں کا استعمال کیا جاتا ہے +

بعض اوقات ان حالات میں فصد بھی کی جاتی ہے، جو ایک مفید طریقۂ علاج ہے اگرچہ اس کا رواج اس زمانہ میں کم ہو گیا ہے +

ورم دماغ (سرسام) کی حالت میں قوی مسہلات اور حقنے کئے

جاتے ہیں، اور فصد کے ذریعہ خون نکالا جاتا ہے، جس سے مرض میں غیر معمولی فائدہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ان اعمال سے امالۂ خون کے باعث دماغ کے دوران خون میں تخفیف حاصل ہو جاتی ہے، اور امتلاء گھٹ جاتا ہے۔

ورم حلق، ورم حنجرہ، ورم لوزتہ، اور خناق وغیرہ کی صورتوں میں حقنہ اور فصد کے علاوہ گاہے مقامی طور پر باہر سے ادویہ محمرہ لگائی جاتی ہیں۔

جب کوئی شدید ضرب پہونچتی ہے، اور وہاں شدید امتلاء دموی اور ورم لاحق ہو جاتا، یا ورم کے پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے، تو اس وقت امالہ کی غرض سے فصد اور اسہال کئے جاتے ہیں، جو نافع ثابت ہوتے ہیں۔

(۵) رسولی اور گلٹیوں کی تحلیل کیلئے

باہر جلد پر ادویہ لذاعہ (کاویہ ومحمرہ وغیرہ) استعمال کی جاتی ہیں، جس سے ان کی تحلیل و انجذاب میں مدد ملتی ہے، کیونکہ ایسی دواؤں سے مقامی طور پر اعمال تغذیہ و استحالہ تیز ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں رسولی، صلابت، اور گلٹیاں تحلیل ہو جاتی ہیں۔

گاہے کمزور زخموں اور ناصوروں میں، جہاں تغذیہ کی قوت ضعیف ہوتی ہے، مقامی تغذیہ کو تیز کرنے کے لئے ادویہ کاویہ و محمرہ استعمال کی جاتی ہیں، تاکہ وہاں کی عروق کشادہ ہو جائیں، اور خون اور روح کی آمد و رفت بڑھ جائے۔

(۶) جذب رطوبت و مادہ کے لئے

استسقاء صدر، استسقائے مفاصل وغیرہ میں باہر جلد پر ادویہ کاویہ سے داغ لگائے جاتے ہیں، جو مذکورہ بالا صورت (۵) پر عمل کرکے فائدہ پہونچاتے ہیں۔ اسی طرح جلد کے نیچے کی ساخت میں اگر رطوبت جمع ہو گئی ہو (تر ہل رطوبی) تو اس صورت میں ادویہ کاویہ ومحمرہ

وغیرہ مفید ثابت ہوتی ہیں ۔

(۷) استفراغ جاری کو بند کرنے کے لئے ——— امالہ کے مختلف ذرائع کام میں لائے جاتے ہیں، مثلاً: ———

(الف) پیشاب کی کثرت کو روکنے کے لئے پسینہ لایا جاتا ہے؛

(ب) قے کو روکنے کے لئے دست لائے جاتے ہیں؛ یا معدہ کے مقام پر ادویہ محمرہ وکاویہ لگائی جاتی ہیں ۔

(ج) جریان خون کو بند کرنے کے لئے کسی متقابل مقام پر سخت بندش لگائی جاتی ہے، جس سے دم پیدا ہو جائے، مثلاً نکسیر کو بند کرنے کے لئے رانوں کو کس کر باندھ دیا جاتا ہے ۔

(۸) انتقال مادہ مرض کے لئے ——— مرض نقرس میں انگوٹھے کے جوڑ، یا قدم کے دوسرے مفاصل پر ادویہ محمرہ (مثلاً ضماد خردل وغیرہ) لگائی جاتی ہیں۔ یہ عمل اس وقت کیا جاتا ہے، جبکہ مادۂ نقرس کے اثر سے احشاء اور اندرونی اعضاء متاثر ہو جاتے ہیں، جس سے نقرس کا موذی مادہ اندرونی اعضاء سے منتقل ہو کر قدموں میں آجاتا ہے۔ اس کو تحویل اور تبعید مرض بھی کہا جاتا ہے ۔

[تحوِیل: پھیر دینا۔ تبعید: دور کر دینا]

فصد اور مسہل

جب فصد اور اسہال دونوں ضروری ہوں، اور سارے اخلاط کی مقدار طبعی تناسب (نسبت طبعی) پر ہو، تو ایسی حالت میں پہلے فصد کھولنی چاہیئے، ——— پھر فصد کے بعد اگر کسی خلط کا غلبہ موجود ہو تو اس خلط کا مناسب طریقہ سے استفراغ کر دیا جائے ۔ (قرشی)

ــــ فصد اور اسہال دونوں ضروری ہوں ــــ یعنی خون کی زیادتی بھی ہو، جس سے فصد کرنا ضروری ہو گیا ہو، اور دوسرے اخلاط و مواد کی کثرت

بھی ہو، جس سے مسہل دینا ضروری ہوگیا ہو۔

ٹ سارے اخلاط کی مقدار طبعی نسبت پر ہو ٹ یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک خلط کا غلبہ زیادہ نمایاں ہو، اور دوسری خلط کا غلبہ کم، بلکہ سارے اخلاط تقریباً یکساں طور پر بڑھ گئے ہوں، اور اس وجہ سے فصد اور اسہال دونوں کی ضرورت یکساں ہو۔

ٹ تو پہلے فصد کھولنی چاہیئے ٹ کیونکہ فصد سے خون کے ساتھ سارے اخلاط خارج ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کسی خلط کا غلبہ موجود ہو، تو اس خلط کا استفراغ کردیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ فصد ہی سے خون اور سارے اخلاط خارج ہوکر حالات ٹھیک ہوجائیں۔

اور اگر ایسا نہ ہو، تو پہلے اُس خلط کو خارج کرنا چاہیئے، جس کا غلبہ ہے، پھر فصد کھولنی چاہیئے ـــــ لیکن فصد اور دوسرے استفراغ کے درمیان کچھ مہلت دینی چاہیئے۔ (قرشی)۔

ٹ اگر ایسا نہ ہو ٹ یعنی سارے اخلاط کی زیادتی طبعی نسبت پر اور یکساں نہ ہو، بلکہ اُن کا غلبہ کم و بیش ہو، اور فصد و استفراغ کی ضرورتیں بالکل برابر نہ ہوں، تو جو خلط نمایاں طور پر غالب ہے، پہلے اُسے خارج کرنا چاہیئے، پھر فصد کھولنی چاہیئے۔

لیکن فصد اور استفراغ کے درمیان کچھ مُہلت ہونی چاہیئے ـــــ یعنی ایک ہی روز مثلاً فصد و مسہل کو جمع نہ کرنا چاہیئے، بلکہ درمیان میں ایک دو روز مہلت دے کر ـــــ تاکہ زیادہ ناتوانی نہ پیدا ہونے پائے۔

فصد کی ضرورت کے وقت دوا اور پلانا	اکثر اوقات ایسی حالت میں (استفراغ کی) دوا پلانا، جبکہ فصد کرنا ضروری ہو، مریض کو بخار اور اضطراب (بے قراری) میں مبتلا کردیتا ہے۔ (قرشی)۔

یعنی بدن میں خون کا غلبہ ہے، اس لئے فصد کی ضرورت ہے

ایسی حالت میں فصد کرنے کی بجائے دوا مسہل پلا دی گئی، تو ظاہر ہے کہ دوا مسہل سے خون تو خارج ہو نہیں سکتا۔ ہاں اس سے خون اور اخلاط میں جوش پیدا ہو جاتا ہے، جس سے بخار اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے ÷

امتلاء بلحاظ کیفیت	لگا ہے استفراغ کا حکم دیا ہے، نہ اس لئے کہ بدن کے اندر اخلاط کی کمّیّت (مقدار) زیادہ ہے، بلکہ محض اس لئے کہ اخلاط کی کیفیت ردی اور فاسد ہوتی ہے ؛
استظہار، یا تقدم بالحفظ	یا استظہار، یا تَقَدُّم بِالحِفظ (پیشگی بچاوے) کے لئے — ایسے لوگوں میں، جنہیں کسی مرض کی عادت ہو — علی الخصوص موسم ربیع میں ÷ (قرشی) ÷

استظہار اور تقدم بالحفظ: دونوں کے معنے "کسی مرض سے بچنے کے ہیں" لیکن ان دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر وہ مرض عادت کے طور پر ہمیشہ پیدا ہوا کرتا ہو، تو اس کے لئے "تقدم بالحفظ" بولتے ہیں، اور اگر وہ عادت کے طور پر پیدا نہ ہوا کرتا ہو، بلکہ کسی خاص علامت سے اُس کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو اُس سے بچنے کو "اِستِظہار" کہتے ہیں ÷

موسم ربیع میں بعض مواد جو پہلے ساکن پڑے ہوئے تھے، حرکت و جوش میں آکر امراض و آفات پیدا کر دیا کرتے ہیں، اس لئے اگر پہلے ہی سے مسہل وغیرہ کے ذریعہ بدن کو پاک کر لیا جائے، تو ان امراض کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے ÷

فاقہ کرانا اور سلانا (صَوم و نَوم)	بعض لوگوں کو استفراغ سے (مثلاً قے و مسہل سے) نفرت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں (اگر امتلاء کی وجہ سے استفراغ کی ضرورت

ہو تو) استفراغ کے عوض مریض سے روزے رکھوانے (یعنی فاقے کرانے) چاہئیں، اور اُسے سُلانا چاہئے ــــــ اور فاقہ کرانے اور سُلانے کے دوران میں (دوسرے ذرائع سے) اُس سوءِ مزاج کا تدارک بھی کرنا چاہئے جو اس امتلاء سے پیدا ہو گیا ہے ✽ (قرشی) ؎

اس مدعا کو شیخ نے اس طرح ادا کیا ہے:

"بسا اوقات ایسا بھی ہوا کرتا ہے، کہ (امتلاء کی موجودگی کی وجہ سے) استفراغ کی ضرورت تو دامنگیر ہوتی ہے، مگر کسی مجبوری سے استفراغ کرنا دشوار ہوتا ہے؛ ایسی صورت میں اس کے سوا کوئی تدبیر وحیلہ کارگر نہیں ہے کہ مریض سے روزے رکھوائے جائیں (فاقہ کرایا جائے) اور اُسے ہدایت کی جائے کہ وہ سویا کرے، اور موجودہ امتلاء کی وجہ سے جو سوءِ مزاج لاحق ہو گیا ہے، اُس کا مناسب تدارک کیا جائے" ✽

بیرونی ذرائع سے استفراغ | گاہے مادہ اُن ذرائع سے خارج کیا جاتا ہے، جو باہر سے خشکی پیدا کرتے اور مادہ کو چوستے ہیں، (مُجَفِّفات) جس طرح مریض استسقاء کو ریت پر سُلایا جاتا ہے ✽

"بیرونی طور پر ادویہ مجففہ نا شفہ کا لگانا بھی بعض اوقات استفراغ ہی کا کام کرتا ہے، جیسا کہ گاہے استسقاء والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے" ✽ سیح ؎

(اَدْوِیَہ مُجَفِّفَہ نَاشِفَہ ۔ رطوبت کی خشک اور جذب کرنے والی دوائیں)

استسقاء کے مریضوں کو گاہے گرم ریت میں بہ ترکیب خاص سے دبایا جاتا ہے، گاہے گرم ریت پر لوٹنے کے لئے اُنہیں بتایا جاتا ہے، اور گاہے اُن کے اعضاء پر جاذب رطوبات دوائیں بطور تکمید کے استعمال کی جاتی ہیں ✽

ورزش، مالش اور حمام گرم بھی استفراغ کے قائم مقام ہیں، اور وہ سارے کام، جن میں بدنی حرارت بڑھ جاتی، اور قوت مغیرہ کا کام تیز ہو جاتا ہے ✽

اَدْوِیہ مسہلہ کی تعدیل | گاہے استفراغ کے لئے ایسی دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے، جن کی کیفیت اُس خلط کی کیفیت کے مطابق (یکساں) ہوتی ہے، جس کا خارج کرنا مدنظر ہے (مثلاً گرم خلط

کے لئے گرم ہی دوا کی ضرورت پڑتی ہے) اس لئے اُن دواؤں کی تعدیل ایسی چیزوں کی آمیزش سے کرنی چاہئے، جو دست لانے میں اِن دواؤں کے موافق بھی ہوں، اور اُن کی کیفیت کی تعدیل بھی کردیں، جیسا کہ "صفراء" کے اخراج کے لئے حب محمودہ (سقمونیا) استعمال کی جاتی ہے (جو صفراء کی طرح گرم ہے) تو اس کی تعدیل ہلیلہ زرد (بڑی ہڑ) ملا کر کی جاتی ہے ۔ (قرشی)۔

ہلیلہ زرد صفراء کو بھی خارج کرتی ہے، اور بارد ہونے کی وجہ سے سقمونیا کی حرارت کی بھی تعدیل کردیتی ہے ۔

مسہل دواء سے قے آنا

گاہے مُسہل "مقی" میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس کے متعدد وجوہ ہیں

(۱) معدہ کمزور ہوتا ہے؛
(۲) مسہل لینے والا مرض تخمہ (بدہضمی) میں مبتلا ہوتا ہے، (جس میں پہلے ہی سے قے جاری رہتی ہے)،
(۳) پاخانہ خشک (اور قبض) ہوتا ہے؛
(۴) دواء مسہل مکروہ اور بُری ہوتی ہے (جس کی نفرت سے قے آجاتی ہے) ۔ (قرشی)۔

(۵) دواء مسہل میں کوئی مقی جزء بھی ہوتا ہے، مثلاً عصارۂ ریوند مسہل ہونے کے علاوہ مقی بھی ہے ۔

مقی کا مسہل بن جانا

گاہے دواء مقی "مسہل" میں تبدیل ہو جاتی ہے، جس کے متعدد وجوہ ہیں:

(۱) مریض سخت بھوکا ہوتا ہے؛
(۲) قے کرنیوالا پہلے سے دستوں کے مرض (ذرب) میں مبتلا ہوتا ہے؛
(۳) وہ قے کا عادی نہیں ہوتا ۔ (قرشی)۔

اس مقام پر بعض لوگوں نے دو وجوہ کا اور بھی اضافہ کیا ہے:

(۴) مریض کا معدہ قوی ہوتا ہے (اور قوت کی وجہ سے معدہ دواء مقی

کی ادویوں سے کم متأثر ہوتا ہے)۔

(۵) دوائے مقئ کے جوہر میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ معدہ سے امعاء کی طرف جلد اُتر جائے۔

قَے اور اخلاط	صفراوی قَے کے لئے جوان زیادہ موزوں ہیں — صفرا میں قَے کی راہ خارج ہونے کی صلاحیت سب سے زیادہ ہے — سوداء کا حال اس کے برعکس ہے — اور بلغم بَین بَین۔ (قرشی)۔

یعنی قَے کے جتنے حادثات ہوا کرتے ہیں، اگر اِن کے اعداد جمع کئے جائیں، تو صفراوی قَے کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی — اس سے کم بلغمی کی، — اور سب سے کمتر سوداوی کی۔

اسہال سوداوی کی طرح قے سَوْدَاوِیّ میں سیاہی کم و بیش ہوا کرتی ہے جس کا مدار دوسری چیزوں کی آمیزش، اور سوداوی مادّہ کی مقدار پر ہے۔

دوائے مسہل اور اس کا عمل؟

مُسْہِل دواء سے جو دست آتے ہیں، اس میں تین مختلف مذاہب ہیں:

(۱) "صحیح مذہب" (جمہور کا مذہب) یہ ہے کہ وہ دواء اپنی خاصیت اور اپنی کشش سے کسی خاص خلط کو جذب کرتی ہے، خواہ وہ خلط گاڑھی ہو، یا پتلی۔

(۲) دوسرا مذہب یہ ہے کہ مسہل دواء میں کسی خاص خلط کو جذب کرنے کی خاصیت اور کشش نہیں ہوتی، بلکہ ہر مسہل دواء پہلے رقیق اخلاط کو خارج کرتی ہے، اس کے بعد غلیظ کو، اس کے بعد اُس سے غلیظ کو۔

(۳) "جالینوس" کا مذہب یہ ہے کہ ہر ایک مسہل دواء اُسی خلط کو جذب کرتی ہے، جس سے اس کی مشابہت ہوتی ہے، یعنی اپنے مناسبہ اور اپنے ہم جنس خلط کو ہم جنس ہونے کی وجہ سے جذب کرتی ہے۔

ذیل میں مصنف اسی چیز کو بیان کرنا چاہتا ہے:

(۱) مسہل دواء اپنی مخصوص قوت جاذبہ سے دست لایا کرتی ہے، جو فقط اُسی خلط کو جذب کرتی ہے، جس کے ساتھ اُسے

خاص لگاؤ ہوتا ہے ۔

(۲) متقدمین کا مذہب | مسہل دوا سے دست آنے کی صورت یہ نہیں کہ "پہلے وہ زیادہ رقیق خلط کو جذب کرتی ہے" (جیسا کہ بعض متقدمین کا خیال ہے) ۔

(۳) جالینوس کا مذہب | اور نہ مسہل کے دست لانے کی وجہ یہ ہے کہ "وہ مواد کو اپنے مشابہ اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے جذب کرتی ہے" (جیسا کہ جالینوس کا خیال ہے) ؛

کیونکہ حقیقت اگر یہ ہو تو چاہیئے کہ ایک سونا، جو غالب ہو، یعنی مقدار میں زیادہ ہو، دوسرے سونے کو (جس کی مقدار کم ہو) اپنی طرف کھینچ لے (حالانکہ تجربہ اس کی تصدیق نہیں کرتا) ۔

جالینوس اسی کا قائل ہے، اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ "غیر سمی مسہل دوا سے جب دست نہیں آتے، تو وہ مشابہ اور ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسی خلط کو پیدا کر دیتی ہے، جسے جذب کرنا اُس کی خاصیت ہے۔ اسی وجہ سے وہ خلط اس حالت میں (دست نہ آنے کی حالت میں) بدن کے اندر زیادہ ہوجایا کرتی ہے" ۔

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے (کہ وہ دوا اس خلط کو پیدا کر دیتی ہو) ۔ رہی خلط کی یہ کثرت، جو دست نہ آنے کے وقت ظاہر ہوا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ـــــ اس سے اُس خلط کے اندر حرکت، انتشار (پراگندگی) اور بہاؤ پیدا ہوجاتا ہے، اور غلبہ پاکر دوسرے اخلاط کو اپنے جیسا بنا لیتی ہے ۔ (قرشی) ۔

یہ تجربہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ مسہل لیتے ہیں، ان کے دستوں کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب یکساں نہیں ہیں ؛ (۱) کسی اجابت میں زردی غالب ہے ؛ (۲) کسی اجابت میں سفیدی کم و بیش لیسدار رطوبت کی کثرت ہے ؛ (۳) کسی اجابت میں نمایاں طور پر سیاہی پائی جاتی ہے ۔

یہیں سے مسہل کی تین قسمیں بن گئیں : (۱) مسہل صفراء ؛ (۲) مسہل بلغم ؛

(۳) مسہل سوداء ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر مسہل دواء کا عمل مخصوص ہے : سب کا عمل یکساں نہیں ۔

اگر یہ خصوصیت نہ ہوتی، اور ہر مسہل دواء بلا تمیز پہلے رقیق رطوبات کو خارج کیا کرتی، اس کے بعد رفتہ رفتہ اس سے غلیظ تر مواد کو، تو ہر مسہل کا حال یکساں ہوتا اور ہمیشہ مسہل لینے والے کے دستوں میں ایک قسم کی یکسانیت پائی جاتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے : ایلوے سے خاص قسم کے غلیظ دست آتے ہیں، اور ادرائن اور دست آور نمک سے پتلے پتلے ۔

جالینوس کا عقیدہ ہے کہ سقمونیا سے اگر صفراء خارج ہوتا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ صفراء اور سقمونیا، دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اس لئے سقمونیا صفراء کو ہم جنسی کی وجہ سے جذب کیا کرتا ہے ۔ —— جالینوس کا استدلال یہ ہے کہ صفراء کا مسہل سقمونیا جیسی کوئی چیز دی جائے، بشرطیکہ وہ "زہریلی" نہ ہو، اور اس سے اتفاقاً دست نہ آئیں، تو بدن میں صفراء کا غلبہ ہو جاتا، اور اس کی تولید بڑھ جاتی ہے، جس کی وجہ، حسب خیال جالینوس، یہ ہے کہ سقمونیا کا جوہر صفراء کے جوہر سے مشابہ ہے، اس لئے سقمونیا کا جوہر صفراء کے مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ —— اس کا جواب یہ دیا گیا ہے، کہ اس قسم کا غلبہ اور کسی خلط کی کثرت، جو دست نہ آنے کی صورت میں نمودار ہوا کرتی ہے، اس کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ مسہل دواء کے عمل سے اس مخصوص خلط میں جوش و ہیجان پیدا ہو جاتا ہے، وغیرہ ۔

مسہل اور حمام	مسہل دوا کھانے سے پہلے حمام کرنا اسکی مدد کرتا ہے، مسہل لینے کے ایک روز بعد حمام کرنا اُن مواد کو تحلیل کر دیتا ہے جو بدن میں مسہل کے بعد باقی رہ جاتے ہیں، اور مسہل کے ساتھ حمام کرنا، یعنی مسہل کے دن حمام کرنا مسہل کے عمل کو بند کر دیتا ہے ۔
مسہل اور غذا	مسہل لیکر کھانا کھا لینا اکثر مسہل دواؤں کے عمل کو روک دیتا ہے، اس لئے کہ طبیعت ہضم غذا میں مشغول ہو کر

انحراجِ مواد سے مُنہ موڑ لیتی ہے؛ اور اس لئے کہ مسہل دواء غذاء کے ساتھ مِل جاتی ہے، جس سے اُس کی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔

بھار منہ مسہل جو شخص بھار منہ مسہل کو برداشت نہ کرسکے (اور دن کے آخروقت تک بھوکا نہ رہ سکے) اُسے چاہئے کہ دواء سے پہلے "ماء الشعیر" (جَو کا پانی) اور آب انار جیسی کوئی لطیف غذاء تھوڑی سی کھائے۔

مسہل کے بعد انار اگر مسہل دواء کھانے کے بعد "انار" کے مانند کوئی شئے کھائی جائے (جس میں آنتوں کو نچوڑنے کی طاقت ہو) تو علی العموم ایسی چیز اپنی قوتِ عاصرہ (نچوڑنے کی قوت) کی وجہ سے مسہل دواء کی مددگار ثابت ہوا کرتی ہے۔

مسہل اور نیند ہلکی مسہل دواء کھانے پر سورہنا اُس کے عمل کو بند کردیتا ہے (اسی وجہ سے املتاس وغیرہ کے مسہل کے دن نہیں سُلاتے ہیں)، اور تیز اور قوی قسم کی مسہل دواء کھانے کے بعد سورہنا اُس کے عمل کو زیادہ قوی کردیتا ہے۔ (قرشی)

اسی وجہ سے حبِّ ایارج اور حبِّ شبیار جیسے تیز مسہلوں کو شب کے وقت کھلاکر سُلادیتے ہیں۔ اِن دونوں گولیوں میں جزوِ اعظم صبر (ایلوا) ہے۔

مسہل دواء کا عمل ختم ہونے کے بعد (مثلاً دن کے آخر حصے میں) سونا، اُس کے عمل کو قطعاً روک دیتا ہے، خواہ مسہل قوی ہو، یا ضعیف (یعنی مسہل دواء کی وجہ سے جو دست جاری رہتے ہیں وہ بند ہوجاتے ہیں)۔

بدمزہ دواء جس شخص کو مسہل دواء سے کراہت و نفرت ہو، اُسے چاہئے کہ (وہ دوا کھانے سے پہلے زبان کی حس کند کرنے کے لئے) "طرخون" چبائے ——— اور طرخون سے زیادہ مؤثر عناب کے پتے ہیں ——— گاہے قوتِ ذائقہ کو برف سے بےحس کردیتے ہیں۔ (قرشی)

یعنی زبان پر اور منہ کے اندر برف رکھتے ہیں۔

[طرخون: زبان کو بےحس کرنے والی ایک بوٹی ہے، جو ایران و شیراز میں زیادہ مشہور ہے]

مکروہ بو | جس شخص کو مسہل دواء کی بُو سے نفرت ہو، اُسے چاہیئے کہ دوا پینے وقت اپنے نتھنوں کو بند کرلے :

دواء مسہل کا قے ہوجانا | جس شخص کو قے کا اندیشہ ہو، وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور بازو کس کر باندھ لے، اور دواء مسہل کھانے کے بعد کوئی ایسی چیز تناول کرے، جو قابض اور مقوی معدہ ہو مثلاً : ریباس۔ سیب، بہی اور نعناع ۔ (قرشی) ۔

رِیباس ۔ ایک قسم کی ترش بوٹی ہے ۔ اسی کی جڑ کا نام رِیوند ہے ۔

نعناع ۔ پودینہ جیسی خوشبودار اور ہم خواص بوٹی ہے ۔

مسہل کے ساتھ پانی پینا | مسہل دواء کھا کر گرم پانی محض اس قدر پینا چاہیئے کہ گولی وغیرہ معدہ میں گھل جائے (یعنی گولی کھا کر تھوڑا سا گرم پانی پینا چاہیئے) ۔

لیکن جب مسہل دواء کا عمل ختم کرنے کا وقت ہو، تو گرم پانی اس قدر پینا چاہیئے کہ وہ دواء (پانی سے تیز کر) خارج ہو جائے ۔ (قرشی) ۔

یا، بہ الفاظ دیگر : کہ وہ اس دواء کو (معدہ سے) بالکل خارج کر دے ۔

مسہل اور مروڑ | جس شخص کے پیٹ میں مسہل دواء پینے کے بعد مروڑ پیدا ہو جائے، اُسے چاہیئے کہ گرم پانی گھونٹ گھونٹ پیئے، اور چند قدم ٹہلے ۔

تبرید مسہل | جب مسہل دواء کا عمل ختم ہو چکے (اور دست آچکیں) تو (نسخۂ تبرید، یعنی ٹھنڈائی پلائیں، جو مختلف مزاجوں کے لئے مختلف ہوتا ہے ـــ چنانچہ)

گرم مزاجوں کو شربت سیب کے ساتھ، یا پانی اور شکر کے ساتھ، یا گلاب کے ساتھ اسپغول کھلائیں ؛ ـــ معتدل مزاجوں کو اسپغول کے ساتھ تخم ریحاں (ناز بو یا تلسی) کھلائیں ؛ ـــ اور سرد مزاجوں کو گاہے صرف تخم ریحاں کھلاتے ہیں، اور اسپغول نہیں دیتے (کیونکہ تخم ریحاں گرم اور اسپغول سرد ہے) ۔ (قرشی) ۔

مسہل کے "بعد ٹھنڈائی کا نسخہ" (تبرید) جس میں لعاب دار چیزیں ہوا کرتی ہیں، اس لئے دیتے ہیں کہ اس سے آنتوں کی خراش دور ہو جاتی، اور وہ طبعی حالت کی طرح اس سے لبسدار اور چکنی ہو جاتی ہیں نیز ان کی عارضی حرارت اور حرکت دوویہ دُور ہو جاتی، اور مزاج درست ہو جاتا ہے۔

مسہل کے بعد غذا: مسہل دینے اور قے کرانے کے بعد کوئی لذیذ اور عمدہ غذا کھلانی چاہئے، جس سے اچھے اخلاط پیدا ہوں، جیسے چوزے ۔ لیکن غذا تھوڑی مقدار میں دینی چاہئے، کیونکہ مسہل اور قے کے بعد تمام اعضاء خالی ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ غذا کو زور سے جذب کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر (غذا کی کثرت کی جائے اور اس سے معدہ پر بوجھ پیدا ہو جائے اور) بوجھ سے لدا ہوا معدہ بھی غذا کو اعضاء کی طرف دفع کر کے اُن کی امداد کرے تو اس سے عروق و مجاری میں سُدّے پیدا ہو جائیں گے، اور معاملہ دشوار ہو جائیگا۔

مسہل کا عمل نہ کرنا: اگر کوئی شخص مسہل دوا کھائے، اور اُسے دست نہ آئیں، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر تسکین دینی ممکن ہو تو تسکین دی جائے۔ (قرشی)

یعنی اگر مریض میں بے چینی، پیاس، مروڑ، چکر اور دوسری بُری علامتیں نہ پیدا ہوئی ہوں، تو تسکین دے دینی چاہئے، اور دست اگر نہیں آئے ہیں، تو کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔

(۲) اگر تسکین دینی ممکن نہ ہو (یعنی بُری علامتیں پیدا ہو گئی ہوں)، تو تا بعض دوائیں کھلا کر تحریک دینی چاہئے؛ یا ہلکے حقنے، یا مسہل شیافت (دست لانیوالے فتیلے) استعمال کرنے چاہئیں۔ لیکن ایک ہی دن دو مسہلوں کا پلانا خطرناک ہے۔ (قرشی)

یعنی اگر دست نہ آئیں، تو ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ ایک اور مسہل پلا دیں، بلکہ مذکورہ بالا تدبیروں سے کام لینا چاہئے۔

فصد کی ضرورت: دست نہ آنے کی صورت میں بعض اوقات فصد

کی ضرورت پیش آجایا کرتی ہے، ـــــ ایسا اُس وقت ہوتا ہے، جب بُرے عوارض پیدا ہوجاتے، اور مواد کا رُخ کسی عضوِ رئیس کی طرف ہوجاتا ہے * (قرشی) *

بُرے عوارض (اَعْرَاض مُنْکَرَہ) مثلاً بدن میں خمود و تشنج لاحق ہوجاتا ہے، اور آنکھیں باہر اُبل پڑتی ہیں *

"اعضاء رئیسہ کی طرف مواد کا رُخ ہونے" سے مراد یہ ہے کہ اِن میں سے کوئی متاثر ہوجائے *

اسہال کی زیادتی | اگر کسی شخص میں مسہل دوا کا اثر زیادہ ہوجائے (یعنی دست بکثرت آجائیں) تو اُس کے ہاتھ پاؤں کس کر باندھ دئے جائیں؛ قابض چیزیں پلائی جائیں؛ اور قابض چیزوں کا ضماد پیٹ پر لگایا جائے، پسینہ لایا جائے اور اُس شخص کے مسکن کو سرد خوشبوؤں (مثلاً صندل و کافور وغیرہ) سے خوشبو دار بنایا جائے (قرشی)

قے

واضح ہو کہ "قے" معدہ کو صاف کرتی (تنقیہ کرتی)، اور اسے تقویت بخشتی ہے، بینائی کو تیز کرتی، سر کا بوجھ زائل کرتی، گردے اور مثانہ کے قروح میں نفع پہونچاتی، نیز مزمن امراض، مثلاً جذام، استسقاء، فالج، اور رعشہ میں فائدہ بخشتی، اور یرقان دور کرتی ہے *

قے اور حفظِ صحت | مناسب ہے کہ تندرست آدمی مہینہ میں آگے پیچھے ـــــ دورے کی پابندی کے بغیر ـــــ دو بار "قے" کیا کرے؛ تاکہ دوسری قے سے پہلی قے کی کمی کا تدارک ہوجائے اور تاکہ وہ فضلات صاف ہوجائیں جو پہلی قے سے معدہ میں گرا کرتے ہیں * (قرشی) *

"پہلی قے کی کمی کا تدارک" یعنی پہلی قے سے جو مواد نہیں نکل سکے ہیں، وہ دوسری قے سے خارج ہوجائیں *

"دورے کی پابندی کے بغیر" — یعنی قے کے دورے اور ان کے دن معین نہ کرے؛ کبھی مہینہ کے اوّل میں کرے، تو کبھی آخر میں۔ دورے معین کر لینے میں قباحت یہ ہے کہ عادت ہو جانے کے بعد اگر خاص دورہ کے دن قے نہ کی جائے گی، تو تکلیف ہو جائیگی۔

افراطِ قے | قے کی کثرت معدہ کے لئے مُضر ہے، اور اُسے مواد اور فضلات قبول کرنے کے لئے آمادہ کر دیتی ہے۔ نیز یہ دانتوں کے لئے بھی نقصان رساں ہے، علی الخصوص ترش قے — علیٰ ہذا بینائی اور سماعت کے لئے بھی مُضر ہے، اور گاہے اس سے کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔

قے سے پرہیز | اُس شخص کو کرنا چاہئے:

(۱) جس کے حلق میں ورم ہو،

(۲) جس کا سینہ کمزور ہو؛

(۳) جس کی گردن پتلی ہو؛

(۴) جو شخص مرض "نفث الدم" کے لئے آمادہ ہو؛

(۵) جسے مشکل سے قے آتی ہو۔ (قرشی)۔

نَفْثُ الدَّم: وہ مرض جس میں سینہ اور آلاتِ تنفس کا خون کھانسی کی صورت میں مُنہ سے خارج ہوتا ہے۔

قے کی بُری عادت | بعض لوگ حرص سے اپنا معدہ کھانے سے بھر لیتے ہیں۔ پھر اُسے برداشت نہیں کر سکتے، اور قے کر دیتے ہیں ایسا کرنے سے بڑھاپا جلد آتا ہے، بُرے امراض پیدا ہو جاتے ہیں، اور قے ایسے شخص کی "عادت" ہو جاتی ہے۔

اسہال اور قے کے نامناسب اوقات | اِسہال اور قے (۱) بدن کے صاف ہونے کی حالت میں — (۲) یا پاخانہ کے خشک ہونے کی (قبض کی) حالت میں — (۳) یا احشاء (یعنی شکم کے اعضاء) کی کمزوری کی حالت میں — (۴) یا پردۂ مراق

کی لاغری کی حالت میں سخت خطرناک ہے ✦ (قرشی) ✦

مَراق: شکم کا ایک پردہ ہے، جلد کے نیچے، جس میں بعض لوگ شکم کی جلد کو، اور بعض لوگ شکم کے عضلات کو بھی شامل کر دیا کرتے ہیں ✦

"مراق کی لاغری" ـــــ اس سے مراد ورمِ احشاء ہے: ورمِ احشاء میں عام طور پر مراق لاغر ہو جایا کرتا ہے ✦

قے کا زمانہ | "قے کرنے کا زمانہ" موسم سرما اور موسم خریف نہیں ہے بلکہ اس کا زمانہ موسم گرما اور موسم ربیع (یا موسم بہار) ہے ✦

مسہل کا زمانہ | گرما کے موسم میں مسہل لینا بخار پیدا کرتا ہے، اور دستوں کا آنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ دواء کی کشش اور موسمی حرارت کی کشش میں باہمی کشمکش واقع ہوتی ہے ✦ (قرشی) ✦

دواء اگر مواد کو اندر کی طرف کھینچتی ہے، تو موسم کی گرمی باہر کی طرف، اس لئے دستوں کا آنا اور مواد کا خارج ہونا دشوار ہو جاتا ہے ✦

موسم سرما میں دستوں کا آنا اور مواد کا خارج ہونا اور بھی زیادہ دشوار ہے، کیونکہ اِس موسم میں (سردی کی وجہ سے) اخلاط منجمد ہوتے ہیں ✦

اور موسم ربیع (بہار) کے بعد چونکہ گرما کا موسم آتا ہے، جو اخلاط و مواد کا محلِّل ہے، اس لئے اِس موسم میں صرف ہلکے اور معمولی مسہل ہی استعمال کر سکتے ہیں ـــــ رہا خریف، وہ تو مسہل کا صحیح وقت ہی ہے ✦ (قرشی) ✦

یعنی موسم خریف میں بڑے سے بڑا مسہل دیا جا سکتا ہے۔ مسہل کا اصلی اور حقیقی وقت ہی ہے ✦

تدابیرِ وقتِ قے | قے کے وقت ضروری ہے کہ قے کرنے والا آنکھوں پر پٹی اور پیٹ پر تغمیط باندھ لے، اور جب قے سے فارغ ہو، تو چہرہ کو سرد پانی اور قدرے سرکہ سے دھو ڈالے، تاکہ سر میں بوجھ نہ پیدا ہونے پائے ✦

نیز شربتِ سیب کے مانند کوئی (مقوی معدہ اور مفرح) شربت فدرسے مصطگی اور گلاب کے ساتھ پی لے * (قرشی) *

(تقمیط بٹی باندھنا، کپڑا لپٹا)

قے اور اسہال کے عمل کا فرق "قی" "نیچے سے"، یعنی نچلے اعضاء سے "اور" اسہال" اوپر سے" یعنی اوپر کے اعضاء سے مواد کو جذب کرتے ہیں * (قرشی) *

اسہال اور قے سے سارے بدن کا تنقیہ ہوا کرتا ہے (مُنَقّیِ عام، کُلّی)
لیکن قے اور مسہل میں کچھ نازک فرق و امتیاز ہے: سر میں اگر امتلا ہو، تو قے کو پسند نہیں کیا جاتا — امعاء میں اگر ورم ہو تو اسہال میں تامل کیا جاتا ہے مذکورۂ بالا قول اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے *

فصد: عروق کو کاٹ کر خون خارج کرنا فصد کہلاتا ہے *
اگر وریدیں کاٹی جائیں، تو اُسے **فصد وریدی** کہا جاتا ہے، اور اگر شریانیں کاٹی جائیں، تو اُسے **فصد شریانی** *

فصد شریانی تقریباً معدوم اور اصول علاج سے خارج ہے، اس لئے جب ہم مطلقاً فصد کا لفظ استعمال کیا کرتے ہیں، تو اس سے فصد وریدی ہی مراد ہوا کرتی ہے *

فصد کی منفعت اور اُس کا جواز فصد کی منفعت اور اس کے جواز میں تنگ کرنے کی کوئی وجہ نہیں:

(۱) کیونکہ خون کو ایک مفید ترین اور قیمتی چیز ہے، جس سے سارے اعضاء کا تغذیہ جاری رہتا ہے، اور اسی سے سارے اعضاء کی قوت و حرارت قائم ہے، جو تمام افعال کا سرچشمہ ہیں، مگر بعض اوقات خون کی کثرت اور اسکی ردائت و سمیت وبالِ جان بن جاتی، اور مہلک نتیجہ تک پہونچا دیتی ہے *

اس کی مثال میں ہم دو خطرناک امراض کا نام لیتے ہیں، جن میں خون کا مقامی امتلاء اور اس کی کثرت سرحدِ موت تک بہ آسانی پہونچا سکتی ہے: سرسام اور ذات الریہ میں علی الترتیب، ورم کی وجہ سے دماغ اور پھیپھڑوں میں شدید امتلاء دموی ہوتا ہے، جس میں تخفیف پیدا کرنا اولین اصول علاج ہے؛ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ فصد اس بارہ میں سب سے زیادہ مؤثر اور سریع النفع ہے +

(۲) جب امتلاء دموی ایک مرضی آفت ہے، خواہ کسی محدود حصے میں ہو، یا سارے بدن میں عام ہو، اور خون کے امتلاء کو فصد مؤثر طریقہ سے دور کر دیا کرتی ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ فصد کو اصول علاج میں داخل نہ کیا جائے +

(۳) بعض اوقات مزمن امراض محض اتفاقی حادثات کے بعد، جن میں چوٹ کی وجہ سے خون خارج ہو جاتا ہے، حیرت انگیز طور پر شفایاب ہو جایا کرتے ہیں، مثلاً ایسے واقعات بارہا مشاہدہ میں آچکے ہیں کہ مزمن بہرا پن اور ضعف بصر سر پر چوٹ لگنے، اور خون خارج ہونے سے جاتا رہا۔ ایسی شفایابیوں کے حقیقی اسباب میں اگر غور و فکر سے کام لیا جائے، تو منکرین کے دماغ بہت آسانی کے ساتھ فصد کے جواز اور اس کے افادی پہلو کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے +

عُرُوق مَفْصُودَہ

یعنی وہ رگیں، جن میں عام طور پر فصد کی جاتی ہے:

(۱) **باسَلیق**: وہ رگ ہے جو کہنی کے موڑ کے پاس اندر کی طرف (قیفال سے اندر کی طرف) ظاہر ہوتی ہے، یہ بغل اور بازو کی اندرونی جانب سے آتی ہے، اور نیچے اُتر کر اور قیفال سے مِل کر اَکحَل کہلاتی ہے +

(۲) **قِیْفَال**: وہ وریدہے، جو کلائی کے بطن میں کہنی کے موڑ کے پاس باسلیق سے باہر کی طرف معلوم ہوتی ہے۔ یہ مونڈھے اور بازو کے بیرونی جانب سے اُترتی ہے، اور نیچے کی طرف آگے بڑھ کر اور باسلیق سے

مل کر "اکحل" بناتی ہے ٭

(۳) حَبلُ الذِّراع: وہ رگ ہے جو کہنی کے جوڑ کے پاس قیفال سے باہر کی طرف نمودار ہوتی ہے۔ یہ نیچے کی طرف اس طرح اُترتی ہے کہ اس کا میلان باہر کی طرف ہوتا ہے، پھر وہ کلائی کی پشت پر پہونچ جاتی ہے، اس کا اتصال اوپر کی طرف اُسی ورید سے ہوتا ہے، جس سے قیفال نکلتی ہے ٭

(۴) اَکحَل: وہ رگ ہے جو قیفال کے پاس اس سے نیچے، کلائی کے بطن میں وسط سے ذرا اوپر ظاہر ہوتی ہے۔ یہ باسلیق اور قیفال سے مل کر بنتی ہے۔ (بطن ساعد: اسی ساعد) ٭

(۵) اُسَیلِم: وہ رگ ہے، جو خنصر اور بنصر کے درمیان پشتِ کف کی طرف نظر آتی ہے ٭

(۶) عِرقُ النَّسا: وہ رگ ہے جو ران کی بیرونی جانب سے روانہ ہو کر پاؤں کے گٹوں تک پہونچتی ہے ٭ اس کی فصد بیرونی گٹے کے پاس، گٹے سے اوپر یا نیچے کھولی جاتی ہے ٭

(۷) صافِن: وہ رگ ہے جو پنڈلی کے اندر کی طرف نظر آتی ہے ٭ صافن بمقابلہ عرق النسا کے زیادہ نمودار ہوتی ہے ٭

مختلف عروق کی فصد کے اغراض و منافع

ذیل میں ہاتھ کے مختلف عروق کی فصد کے جو اغراض و مقاصد بتائے

گئے ہیں، وہ قدیم مسلّمات کے مطابق ہیں، ورنہ قلب اور متصلہ عروق کے افعال، اور خون کی حرکت کے رُخ کو سمجھنے کے بعد یہ مسلّمات مجروح ہو جاتے ہیں:

تمام اعضاء میں خون قلب سے شرائین کے ذریعہ آیا کرتا، اور وریدوں کی راہ واپس جایا کرتا ہے اس لحاظ سے اگر قیفال، باسلیق، ابطی، اکحل، حبل الذراع، اور اسیلم پر غور کیا جائے، تو اُن کی راہ ہا تھ کا وہی خون قلب کی طرف واپس ہوا کرتا ہے، جو اِن میں قلب سے براہِ شرائین آیا کرتا ہے. نہ قیفال کو براہ راست سر اور چہرے سے تعلق ہے، نہ باسلیق کو تنور بدن کے ساتھ تخصیص ہے، نہ دائیں اُسیلم کو جگر کے ساتھ، اور نہ بائیں اُسیلم کو طحال کے ساتھ. وعلی ہٰذا القیاس دوسری رگیں + الغرض نہ سر کے امراض میں قیفال کو کوئی تشریحی تخصیص حاصل ہے، نہ تنور بدن کے امراض میں باسلیق کو، نہ جگر کے امراض میں دائیں اسیلم کو، اور نہ طحال کے امراض میں بائیں اسیلم کو؛ وعلی ہٰذا القیاس + یعنی مثلاً سر کے امراض میں جس طرح قیفال کی فصد سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، اسی طرح باسلیق وغیرہ کی فصد سے بھی؛ وعلی ہٰذا تنور بدن کے امراض میں جس طرح باسلیق کی فصد مفید نتیجہ بخش سکتی ہے، اسی طرح قیفال کی فصد بھی +

رگ باسلیق کی فصد "تنور بدن" کو یعنی شکم کے اعضاء کا تنقیہ کرتی ہے +

قیفال اور حبل الذراع کی فصد گردن اور گردن سے اوپر کے اعضاء کا تنقیہ کرتی ہے +

اَکحل کی فصد ان دونوں (یعنی تنور بدن اور سر و گردن) کے لئے مشترک ہے +

دائیں ہاتھ کی اُسیلم کی فصد جگر کے امراض میں، ——— اور بائیں ہاتھ کی اُسیلم کی فصد طحال کے امراض میں مفید ہے +

عرق النسا کی فصد درد "عرق النسا" میں نہایت مفید ہے، ——— نیز اس کی فصد مرض دوالی اور درد نقرس کے لئے نافع ثابت ہوتی ہے + (قرشی) +

عِرْقُ النَّسَا وہ درد ہے جو ران کے پچھلے اور بیرونی حصے سے شروع ہو کر روز بہ روز نیچے گٹّوں کی طرف اترتا جاتا ہے۔ یہ درد ایک جوڑے پٹھے (عَصَبَۂ عَرِیْضَہ) میں ہوتا ہے، جو بدن کے تمام اعصاب میں سب سے زیادہ چوڑا ہے۔

صافِن کی فصد حیض جاری کرنے (اِدْرَارِ حیض) کے لئے اور اُن فوائد کے لئے، نفع بخش ہے، جو رگ "عرق النسا" کی فصد سے حاصل ہوتے ہیں۔ (ترتیب)

حِجَامت (سنگھی لگانا)

حِجَامت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) گاہے اس کے ساتھ پچھنے بھی لگائے جاتے ہیں، اس کو حِجامت مَعَ الشَّرط کہتے ہیں۔

(۲) گاہے یہ سادہ ہوتی ہیں، اس کو حِجامت بِلا شرط کہتے ہیں۔

[شَرْط: پچھنے لگانا]

مِحْجَمَہ اُس آلہ کو کہا جاتا ہے، جو سنگھی لگاتے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ گاہے یہ سینگھ ہی کا بنا ہوا ہوتا ہے، جیسا کہ "سنگھی" کا لفظ اس طرف رہبری کرتا ہے، گاہے شیشے کا ہوتا ہے، اور گاہے مٹی کا۔

مَحَاجِم (سنگھیاں) گاہے آگ کے ذریعہ لگائی جاتی ہیں (مَحَاجِم نَارِیَّہ)، جو زیادہ قوی الاثر اور جذّاب ہیں، اور گاہے منہ سے چوسی جاتی ہیں۔ محاجم ناریہ کی شکل گاہے کدو کی سی (قَرْعَہ)، گاہے سینگھ کی سی (قَرْنَہ)، اور گاہے آبخورہ اور پیالی یا کلھیا کی سی ہوتی ہے۔ ان ظروف کے اندر کسی اشتعال پذیر مادّہ کے ذریعہ آگ جلائی جاتی ہے، اور اس ظرف کو اوندھا کر عضو پر دبا دیا جاتا ہے، جس سے اندر کی آگ بجھ جاتی ہے، اور ہوا جو آگ کی حرارت سے پھیل گئی تھی، وہ اب حجم میں کم ہو جاتی ہے جس سے ظرف کے اندر خلاء پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو پُر کرنے کے لئے متصلہ جلد

گوشت اور خون وغیرہ اندر کی طرف کھنچنے اور منجذب ہوتے ہیں، اس لئے یہ ظرف اُس عضو کو پکڑ لیتا ہے۔

حَجَّام کے لغوی معنے عربی میں بال مونڈنے یا کاٹنے والے کے نہیں، بلکہ سنگھی لگانے والے کے ہیں۔

حِجامتِ ساق پنڈلیوں کی حجامت (پچھنوں کے ساتھ سنگھی کھچوانا) فصد کے قریب ہے، مُدِرِّ حیض ہے (ایام کو جاری کرتی ہے)، اور بدن کا تنقیہ کرتی ہے۔

حِجامتِ نُقَا گُدّی کی حجامت آشوبِ چشم (رَمَد: آنکھ دُکھنا) گندہ دہنی (بَخَر)، مُنہ آنے (قُلاع)، اور دردِ سر میں مفید پڑتی ہے، ۔۔۔ بالخصوص اُس دردِ سر میں، جو سر کے اگلے حصہ میں ہو، ۔۔۔ لیکن اس سے مرض نسیان پیدا ہو جاتا ہے۔

حجامتِ مقدمِ سر اکثر لوگ سر کے اگلے حصے کی حجامت کو بُرا سمجھتے ہیں، اس سے حِس کی قوت (یا حِسِ مشترک) کمزور ہو جاتی ہے۔

حجامت کے فوائد حجامت کے چند فوائد ہیں:

(۱) حجامت سے خاص اُسی عضو کا تنقیہ ہوتا ہے؛

(۲) حجامت سے جوہرِ روح (بمقابلہ فصد کے) کم خارج ہوتا ہے؛

(۳) اعضائے رئیسہ حجامت سے کم متأثر ہوتے ہیں۔ (قرشی)۔

مذکورہ بالا ہر سہ فوائد حجامت مَعَ التشریط کے ہیں، جس میں پچھنوں کے ذریعہ تھوڑا سا خون بھی خارج کیا جاتا ہے۔

دونوں آخری فوائد کی روح بقول گیلانی یہ ہے کہ بمقابلہ فصد کے حجامت کم مُضعِف ہے، اور اعضائے رئیسہ تک اس کا ضعف نہیں پہونچتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس میں خون کی مقدار بہت کم خارج ہوتی ہے، اسی تناسب سے روح بھی کم ہی ضائع ہوتی ہے: روح خون ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔

جلد کا تنقیہ نواحی جلد (جلد اور جلد کے آس پاس) کا تنقیہ جتنا فصد سے

ہوا کرتا ہے، اس سے زیادہ ان کا نفقیہ حجامت سے ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کے ساتھ پچھنے لگائے جائیں)"۔ (سیح)۔

فصد وغیرہ کی طرح حجامت کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مقامی طور پہ جلد میں ہیجان و لذع پیدا ہوجاتا ہے، جس سے گہرے اعضاء کے مواد متأثر ہوتے ہیں، جیسا کہ امالہ کے باب میں تفصیل کے ساتھ بتایا گیا ہے اسی امالہ کی وجہ سے بہت سے مزمن اورام و آفات دور ہوجایا کرتے ہیں۔

حُقنہ

پائخانہ کے مقام (مَبرز) کی راہ آنتوں میں دوا پہونچانا حُقنہ کہلاتا ہے۔

فضلات کو (آنتوں سے) خارج کرنے میں، انہیں اوپر سے نیچے کی طرف جذب کرنے میں، اور مرض قولنج میں حُقنہ ایک بہترین علاج ہے (مُعالجۂ فاضلہ ہے)۔
حقنہ کا وقت | دونوں ٹھنڈے اوقات (صبح و شام) ہیں۔ (قرشی)

کہتے ہیں کہ انسان نے یہ عمل پرندہ سے سیکھا ہے، اسی وجہ سے اسے عَمَلِ طَائِر (چڑیے کا عمل) کہا جاتا ہے۔ پرندہ کو سمندر کے کنارے شور پانی چونچ میں لے کر مبرز میں داخل کرتے ہوئے اور دست آتے ہوئے انسان نے دیکھا، جس سے اس کا ذہن اس طرف منتقل ہوگیا کہ آدمیوں میں یہی عمل کیوں نہ کیا جائے۔ چنانچہ ابتداءً سمندر کا نمکین پانی ہی استعمال کیا گیا۔ اس کے بعد نمک محلول (نمک پانی میں حل کرکے)، اور اس کے بعد دوسری مُلیّن و مسہل دوائیں۔ —— اس کے بعد اس کے مقاصد میں اضافہ ہوگیا، اور حقنہ کی بہت سی قسمیں بن گئیں۔

(۱) حُقنۂ مُبَدِّلُ لَهُ مزاج؛ (۲) حقنۂ مُسَہِّلَہ؛ (۳) حقنۂ مُحَلِّلَہ؛ (۴) حُقنۂ قابضہ، یا حابسہ؛ (۵) حقنۂ مُخَدِّرَہ و مُسَکِّنَہ؛ (۶) حُقنۂ مُغَذِّیَہ۔

اسی طرح گاہے حقنہ دیدان صغار (دیدان خلیہ) کے قتل و اخراج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جیسے قاتلۂ دیدات کہا جاتا ہے۔ گاہے دفع تشنج کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (دافعہ تشنج)، جو دراصل حقنہ مبدلِ مزاج میں داخل ہے۔ گاہے امعاء کی اندرونی سطح کی خراش و سحج کو رفع کرنے اور ان کو چکنا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (مُمَلِّسہ)، جو دراصل حقنہ مسکنہ میں داخل ہے۔

علاوہ ازیں امراض گردہ و مثانہ اور امراض باہ وغیرہ میں دیگر اغراض و مقاصد کے لئے بھی حقنہ کا استعمال کیا جاتا ہے (آملی)۔

آنتوں کے فضلات کو صاف کرنے کے لئے جو حقنہ استعمال کیا جاتا ہے، اسے حسب مراتبِ عمل حقنہ ملیِّنہ، یا مُسہِلہ کہا جاتا ہے۔ متقدمین کی کتب میں گو حقنۂ ملینہ و مسہلہ کے بہت سے نسخے ملتے ہیں، مگر ان دنوں ہمارے ملک میں صابون محلول کا رواج بہت زیادہ ہے، جس میں گاہے روغن بید انجیر، روغن زیتون اور لعابیات شامل کر دیا کرتے ہیں۔

اس مقصد کے لئے دواء حقنہ کی مقدار کیا ہونی چاہئے: اس کی مقدار عمر کے تناسب سے مختلف ہے: دودھ پیتے ننھے بچوں کے لئے حسب درجات عمر دو تین تولہ سے پانچ تولہ تک، دو سے چار سال کے بچوں کے لئے پانچ سے دس تولہ تک، چار سے آٹھ سال تک کے لئے دس سے بیس تولہ تک، آٹھ سے بارہ سال تک کے لئے بیس سے چالیس پچاس تولہ تک، اور ایک جوان بالغ کے لئے آدھ سیر سے ایک سیر تک کافی ہوا کرتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات شدتِ ضرورت کی صورت میں، مثلاً قولنج کی حالت میں شدتِ انسداد کے وقت ڈیڑھ سیر سے تین سیر تک سیال داخل کر دیا جاتا ہے۔

تسکین درد کے لئے جو حقنہ استعمال کیا جاتا ہے، اسے حقنۂ مخدرّ کہا جاتا ہے۔ اس میں زیادہ تر پوست کا جوشاندہ بنا ہو، اور سب سے زبردست مسکن، افیون، استعمال کی جاتی ہے۔ اعور، قولون، اور مستقیم کے علاوہ گردہ و مثانہ اور رحم کے دردوں میں اس قسم کا حقنہ استعمال کیا جاتا

ہے۔ اس قسم کے حقنہ میں دواء کی مقدار تھوڑی رکھی جاتی ہے، تاکہ دواء جلد خارج نہ ہو۔

تحلیل ورم کے لئے جو حقنہ استعمال کیا جاتا ہے، اُسے **حقنۂ مُحَلِّلَہ** کہا جاتا ہے۔ اس میں محلل ورم ادویہ استعمال کی جاتی ہیں: مثلاً لعاب حلبہ، ابلوا، حاشا، پودینہ، آب مکوئے سبز وغیرہ۔

امراض قولون و امراض مستقیم میں بعض اوقات رفع خراش کے لئے حقنہ میں لعابات استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایسے حقنہ کو **حقنہ مسکنہ** اور گاہے **مُمَلِّسہ** کہا جاتا ہے۔ اس میں لعاب ریشۂ خطمی، لعاب برگ گاؤزبان، لعاب تخم خطمی، لعاب تخم کتاں (جو جوش دے کر حاصل کیا جاتا ہے)، ماء الشعیر، نشاستہ کا لعاب، وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔

حقنہ قابضہ زیادہ تر مزمن مرض ذرب (دستوں کی بیماری) اور پرانی پیچش میں استعمال کیا جاتا ہے، جس سے آؤں اور خون کی آمد بند ہو جاتی ہے۔

وضع مریض حقنہ لینے والے انسان (مُحْتَقِنْ) کے لئے بہترین وضع یہ ہے کہ وہ اس عمل کے وقت بائیں کروٹ پر لیٹ جائے، بائیں ٹانگ کو دراز کر دے، اور دائیں ٹانگ کو سمیٹ کر شکم کی طرف لے آئے۔ اس طرح حقنہ آسانی کے ساتھ چڑھ جاتا ہے۔ اس عمل کے وقت اور اس کے بعد سرین کو تکیہ وغیرہ کے ذریعہ بلند رکھنا چاہیئے۔

گاہے اس مقصد سے کہ دواء جلد خارج نہ ہو جائے، اور اندر دیر تک قائم رہ کر عمل کرتی رہے، مریض کو حقنہ کے بعد اوندھا، سجدہ کی صورت میں، رکھا جاتا ہے، اور مبرزہ کو کسی کپڑے سے حسب ضرورت دبایا جاتا ہے۔
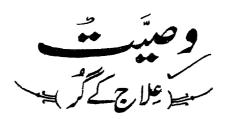
ہم اس فن (فنِ اول. کلیات) کو مُعالجات سے متعلق ایک **وصیّت** پر ختم کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) معالج کو چاہیئے کہ طبیعت کو سستی اور کاہلی کا عادی نہ بنائے، یعنی ذرا ذرا سی صحت بگڑنے پر علاج نہ کیا کرے۔

بلکہ چھوٹی چھوٹی بیماریوں کا مقابلہ طبیعت ہی کو کرنے دے، اور خود بخود اچھا ہونے دے، اسی وجہ سے معمولی بخار اور معمولی کھانسی زکام کا پہلے ہی دن سے علاج کرانا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر خود بخود زائل نہ ہو تو علاج کی طرف متوجہ ہونا مناسب ہے۔

(۲) مسہل اور مقیئی دوا پینے کی عادت نہ بنانی چاہیئے۔
(۳) جہاں تک سہل اور آسان طریقوں سے تدبیر و علاج ہو سکے، مشکل اور سخت طریقے اختیار نہ کرنے چاہئیں۔ (قرشی)

مثلاً اگر "بدہضمی" صرف غذا میں تغیر و تبدل کرنے، یا فاقہ کرنے سے جاتی رہے، تو دوا استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔

جب کمزور طریقوں اور ضعیف تدبیروں سے کام نہ چلے، تو قوی اور سخت طریقوں کی طرف رفتہ رفتہ بڑھنا چاہیئے۔ (قرشی)

دفعتہً سخت تدابیر اور قوی علاج نہ کرنا چاہیئے، بلکہ پہلے ہلکی، اس کے بعد اس سے سخت، اور اس کے بعد اس سے سخت دوا دینی چاہیئے۔

ہاں اگر قوت کے زائل ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی حالت میں ابتدا ہی سے قوی طریقے اور سخت علاج استعمال کئے

جا سکتے ہیں ۔ (قرشی)

یعنی اگر یہ خیال ہو کہ سخت طریقے بتدریج اور رفتہ رفتہ بڑھائے گئے تو زمانہ زیادہ صرف ہوگا، اور اتنے عرصہ میں مریض کی قوت زائل ہو جائیگی، تو شروع ہی سے سخت علاج کیا جا سکتا ہے۔

(۴) علاج میں طبیب کو چاہیئے کہ ایک ہی دواء پر قائم نہ رہے، کیونکہ طبیعت اس دواء سے مالوف ہو جاتی ہے، اور طبیعت کا تاثر اس دواءِ مالوف سے گھٹ جاتا ہے۔ (قرشی)

دواءِ مالوف: وہ دواء جس سے عادت کے بعد اُلفت و محبت پیدا ہو جائے۔

(۵) معالج کو چاہیئے کہ غلطی پر نہ اڑے ۔۔۔ اور درست قاعدہ سے نہ ہٹے ۔۔۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اِن کا اثر دیر میں ظاہر ہو۔ (قرشی)

یعنی اصول کے خلاف نہ کرنا چاہیئے، اگرچہ اس سے بظاہر فائدہ ظاہر ہو رہا ہو، اور صحیح طریقہ کو چھوڑنا نہ چاہیئے، اگرچہ اس سے بظاہر نقصان محسوس ہو رہا ہو۔ اگر ایسا اتفاق ہو کہ خلافِ توقع کوئی چیز ظاہر ہو رہی ہے تو باور کرنا چاہیئے کہ یہ ایک عارضی بات ہے، اور کسی اتفاقی سبب سے ایسا ہو رہا ہے۔

(۶) سخت موسموں میں قوی اور تیز دوائیں استعمال کرنے کی جرأت نہ کرنی چاہیئے۔ (قرشی)

مثلاً تیز مسہل دوائیں سخت گرمی، یا سخت سردی کے موسم میں استعمال نہ کرنی چاہیئے۔

(۷) علاج اور تدبیر جہاں تک غذاؤں سے ہو سکے، دوائیں استعمال نہ کرنی چاہیئں۔

(۸) جب تمہارے لئے یہ تشخیص کرنا دشوار ہو جائے کہ آیا مرض حار ہے، یا بارد، تو اس کے تجربہ کرنے کے لئے کوئی

تیز کیفیت کی دوا ہرگز استعمال نہ کرو۔ (قرشی)

کیونکہ تجربہ کے لئے شدید گرم، یا سرد دوا کھلائی گئی، اور یہ ممکن ہے کہ مرض اسی قسم کا گرم یا سرد ہو، تو ایسی حالت میں مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔

(۹) کسی شئی کے عارضی اثر کے مغالطہ سے بچو۔ (قرشی):

یعنی اصولاً عارضی اثر کا کوئی اعتبار نہیں، مثلاً سرد پانی کے غسل سے گو بدن میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے، تو تم گرمی پہونچانے کے لئے مریض کو سرد پانی کا غسل ہرگز نہ بتاؤ ــــــ کیونکہ اس کا یہ اثر عارضی ہے، اور اس گرمی کا کوئی اعتبار نہیں۔

اجتماعِ امراض

(۱۰) جب ایک مریض میں چند امراض جمع ہو جائیں، تو پہلے اس مرض کا علاج کرو، جس میں مندرجہ ذیل تین باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جاتی ہو:

(الف) ایک کا اچھا ہونا دوسرے پر موقوف ہو (تو پہلے دوسرے مرض کا علاج کرو، جس کے اچھے ہونے سے پہلا بھی اچھا ہو جائیگا)؛ مثلاً ورم اور قرحہ ــــــ تو پہلے ورم کا علاج کرنا چاہئے (کیونکہ قرحہ کا اچھا ہونا ورم کے اچھے ہونے پر موقوف ہے۔

(ب) ایک مرض دوسرے مرض کا سبب ہو (تو پہلے سبب کا علاج کرنا چاہئے)؛ جیسے سدّہ اور حمّیٰ عفنیہ ــــــ ایسی حالت میں پہلے "سدہ" کا علاج کرنا چاہئے. چنانچہ اگر سکنجبین جیسی بارد دواؤں سے سدّہ نہ کھل سکے، تو گرم قسم کی دواؤں کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ ان کی گرمی سے بخار میں بالفعل جو ضرر پہونچیگا، سدّہ کھل جانے کے بعد تبرید میں اس سے زیادہ فائدہ حاصل ہو جائے گا۔

(ج) ایک مرض دوسرے مرض سے زیادہ اَہم اور قابل توجہ ہو (تو پہلے زیادہ اَہم اور قابل توجہ مرض کا علاج کرنا چاہیئے) ـــــ مثلاً ایک مرض حادّ ہو، اور دوسرا مرض مزمن، تو پہلے مرضِ حاد کا علاج کرنا چاہیئے؛ مگر اس کے ساتھ ہی دوسرے مرض سے بھی (حتی الامکان) غفلت نہ برتنی چاہیئے +

(د) مرض اور عرض اکٹھے ہو جائیں، تو پہلے مرض کا علاج کرنا چاہیئے + ہاں اگر "عرض" اصل مرض سے بھی زیادہ قوی اور سخت ہو جیسا کہ قولنج میں ہوا کرتا ہے، تو پہلے درد ہی کو تسکین دینی چاہیئے، اس کے بعد آنتوں کے "سدہ" کی طرف توجہ کرنی چاہیئے + (قرشی) +

عَرَض اُس حالت کو کہتے ہیں، جو کسی مرض کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتی ہے جس طرح مرض قولنج میں "درد" پیدا ہو جاتا ہے، اور جس طرح بخار میں دردِ سر عارض ہو جاتا ہے +

قولنج اور بخار اگر اصل مرض ہیں، تو درد اور دردِ سر عرض +

(تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَة)